اسلام میں
توحیدِ باری تعالیٰ جلّ جلالہٗ
کی اہمیّت

از افادات

حضرت مولانا محمدّ طیّب صاحب

امام وخطیب جامع مسجد الرحمٰن، بلیو ایریا اسلام آباد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مدیر۔ جامعہ رحمانیہ

ناشر

مکتبہ طیّبہ

جامع مسجد الرحمٰن، بلیو ایریا اسلام آباد

اسلام میں

توحیدِ باری تعالیٰ جل جلالہ

کی اہمیّت

اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اسلامی عقیدے کا اہم رکن ہے۔

از افادات

حضرت مولانا محمّد طیّب صاحب

امام وخطیب جامع مسجد الرحمن بلیو ایریا اسلام آباد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مدیر۔ جامعہ رحمانیہ

ناشر

مکتبہ طیّبہ

جامع مسجد الرحمن بلیو ایریا اسلام آباد

قیمت:400

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب :...... اسلام میں توحید باری تعالیٰ جل جلالہ کی اہمیت

ازافادات :...... حضرت مولانا محمد طیب صاحب (فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی)

کمپوزنگ :...... مفتی محمد عبداللہ (فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی) 0333-5491331

دوسرا ایڈیشن :...... مارچ ۲۰۱۷ء بمطابق جمادی الاخری ۱۴۳۸ھ

ناشر :...... مکتبہ طیبہ بلیوایریا، اسلام آباد 051-2604413

ہماری مطبوعات ملنے کے پتے :

اسلام آباد	مکتبہ طیبہ: جامع مسجد الرحمٰن بلیوایریا...... اسلام آباد	مکتبہ شہید اسلام: لال مسجد...... اسلام آباد
راولپنڈی	المدنی شیشرز، کمیٹی چوک 0333-5491331	کتب خانہ رشیدیہ: راجہ بازار...... راولپنڈی
	اسلامی کتاب گھر: خیابان سرسید...... راولپنڈی	مکتبہ عمر فاروقؓ: نزد جامعہ فاروقیہ...... کراچی
لاہور	اسلامی کتب خانہ: چوک اردو بازار...... لاہور	مکتبہ رحمانیہ: غزنی اسٹریٹ، اردو بازار...... لاہور
کراچی	مکتبہ معارف القرآن: جامعہ دارالعلوم...... کراچی	ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن...... کراچی
	دارالاشاعت: اردو بازار...... کراچی	اسلامی کتب خانہ: نیوٹاؤن...... کراچی
	ادارۃ المعارف: دراحاطہ جامعہ دارالعلوم...... کراچی	مکتبہ العلوم بنوری ٹاؤن...... کراچی
	دعا بک پیلس نزد مقدس مسجد اردو بازار...... کراچی	اشعر بک ایجنسی بنوری ٹاؤن...... کراچی
کوئٹہ	مکتبہ یوسفیہ: کانسی روڈ...... کوئٹہ	مکتبہ رشیدیہ: کانسی روڈ...... کوئٹہ
پشاور	دارالاخلاص: قصہ خوانی بازار...... پشاور	مکتبہ امدادیہ: قصہ خوانی بازار...... پشاور
	مکتبہ عمر فاروق: قصہ خوانی بازار...... پشاور	یونیورسٹی بک ایجنسی...... پشاور
اکوڑہ خٹک	مکتبہ علمیہ: نزد جامعہ حقانیہ...... اکوڑہ خٹک	مکتبہ رشیدیہ: سردار پلازہ...... اکوڑہ خٹک
حضرو	مکتبہ حمادیہ: مدرسہ اشاعت القرآن (ضلع اٹک)	اسلامی کتب خانہ تھانہ روڈ...... حضرو
مردان	مکتبہ صدیقیہ: پار ہوتی...... مردان	مکتبہ نعیمیہ...... مردان
مینگورہ	مکتبہ رشیدیہ...... مینگورہ	تاج بک ایجنسی...... مینگورہ
سرگودھا	مکتبہ سراجیہ: سیٹلائٹ ٹاؤن چوک...... سرگودھا	
ملتان	مکتبہ حقانیہ: ٹی بی ہسپتال روڈ...... ملتان	ادارہ تالیفات اشرفیہ: چوک فوارہ...... ملتان
فیصل آباد	مکتبہ العارفی: نزد جامعہ امدادیہ...... فیصل آباد	مکتبہ اسلامیہ: امین بازار...... فیصل آباد
جہلم	بک کارنر شوروم روم...... جہلم	مکتبہ حنفیہ، گنبد والی مسجد...... جہلم

فہرست مضامین

مقدمہ

۞	عرض مرتب ....مفتی محمد عبداللہ	21
۞	پیش لفظ ....ازمولانا محمد طیب صاحب	22
۞	عقیدے سے متعلق بنیادی باتیں	24

خطبہ نمبر(۱)......توحید باری تعالیٰ

۞	آیت کا مفہوم	31
۞	حدیث کا مفہوم	32
۞	شرک کی حقیقت	32
۞	شرک خفی کی حقیقت	32
۞	شرک جلی وخفی کا خلاصہ	35
۞	والدین کی اولاد سے محبت اور انداز نصیحت	35
۞	وعظ ونصیحت کا طریقہ کار	36
۞	وعظ اور وصیت	37
۞	قیمتی خزانہ	39
۞	ایک بادشاہ کا قصہ	40
۞	یعقوب علیہ السلام کی نصیحت	41
۞	دین کا مطالعہ کیجئے	42

ظلم کیا ہے؟	42

خطبہ نمبر (۲)......اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام

آیتِ قرآنی کا مفہوم	46
حدیث کا مفہوم	46
اسماء الحسنیٰ کی تعداد	46
اسماء الحسنیٰ کا پڑھنے کا طریقہ	47
اسماء الحسنیٰ کو پڑھنے کا معمول بنایئے	47
اسماء الحسنیٰ کی تین برکتیں	47
روح کی حقیقت	48
روح اور جسم کی غذا	49
ننانوے ناموں والی حدیث	49
اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام	51
اللہ کا ذکر وقوعِ قیامت میں رکاوٹ	52
صفاتی نام کی اقسام	53
اللہ تعالیٰ اور ماں کی شفقت	54
زبان سے یاصمد نکل گیا	55
پریشان کیوں؟	55
حق و باطل کی ازلی جنگ	56
اسماء الحسنیٰ پڑھنے کی تاکید	57
مسلم بادشاہو!	57

✿	تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی	58

خطبہ نمبر (۳)......اللہ ایک ہے

✿	آیت قرآنی کا مفہوم	60
✿	حدیثِ پاک کا مفہوم	61
✿	توحید میں کوئی اختلاف نہیں	61
✿	بنیادی تین چیزیں	62
✿	توحید فی الذات	63
✿	چاند ستاروں کی تخلیق کے تین مقاصد	65
✿	غیر اللہ کو معبود بنانے والے بھٹکتے رہے	65
✿	فرق ضالہ کے معبودان باطلہ	66
✿	دل میں درخت کی عظمت ہے مسجد کی عظمت نہیں	66
✿	یہود و نصاریٰ کے نظرے کی تردید	67
✿	بس اللہ ایک ہی ہے	68
✿	عزت و ذلت کا مالک	68
✿	توحید فی الصفات کا مطلب	69
✿	اللہ کے کاموں میں بھی کوئی شریک نہیں	69
✿	توحید فی العبادات	70
✿	اللہ کے در کو چھوڑنے والو!	71
✿	مشکل کشا کون؟	73
✿	جس پر موت آئے وہ معبود نہیں ہوسکتا	73

۞	جس کو کبھی اونگھ آتی ہو وہ معبود نہیں ہو سکتا	74
۞	نیند سے معبود پاک مگر عابد کیلئے ضروری	75
۞	زمین و آسمان کا مالک	76
۞	انبیاء علیہم السلام کا علم اللہ تعالیٰ جیسا نہیں	77
۞	عرش و کرسی	79

خطبہ نمبر (۴)......حکومت صرف اللہ ہی کی ہے

۞	آیت قرآنی کا مفہوم	81
۞	حدیث کا مفہوم	82
۞	لکیروں سے راستوں کی وضاحت	82
۞	فرق ضالہ کی مختلف صورتیں	83
۞	صراط مستقیم حضرت آدم علیہ السلام کی صورت میں	84
۞	صراط مستقیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت میں	84
۞	صراط مستقیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں	85
۞	یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے کی ممانعت	86

خطبہ نمبر (۵)......اللہ ہی عزت و ذلت کا مالک ہے

۞	تلاوت کی گئی آیت کا پس منظر و مفہوم	91
۞	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائیہ جملہ کا پس منظر و مفہوم	93
۞	عہدِ نبوی میں بت شکنی	93
۞	طالبان کی بت شکنی پر شور شرابہ کیوں؟	94
۞	تبرکات مقصود بالذات نہیں	94

۞	حجاز میں نبوت کیوں؟ سوال کا جواب	95
۞	کفر ہر دور میں مسلمانوں کو مٹانے کیلئے اکٹھا ہوا	96
۞	فاقہ کشی کی حکمت	99

خطبہ نمبر (۶)......اللہ ہی معبود ہے

۞	آیت کا مفہوم	106
۞	حدیث کا مفہوم	107
۞	انسان کا فطری خاصہ	107
۞	انبیاء علیہم السلام کا اصل منشور	107
۞	شرک، بدعت کرنے کی اصل وجہ	108
۞	آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد	108
۞	اللہ ہی معبود ہے	108
۞	اللہ کا نظام اور اس کے متعلقات	110
۞	تخلیق انسانی میں غور کیجئے	111
۞	تخلیق انسانی کے سبب بعید میں غور کیجئے!	112
۞	اللہ کیلئے اولاد نہ ہونا خوبی ہے	113
۞	امی ہونا رسول اللہ ﷺ کیلئے خوبی ہے	114
۞	کوئی امتی امی نہیں ہوسکتا	114
۞	اللہ کی پہچان	115
۞	دنیاوی آنکھ سے اللہ کو دیکھنا ممکن نہیں	116
۞	سفر معراج کے دیدار پر اعتراض اور اس کا جواب	116

118	آخرت میں دیدار ہوگا یا نہیں؟	۞
120	بس جان لیا میں نے تیری پہچان یہی ہے	۞
120	سوچنے کی بات	۞
121	غور نہ کرنے والے کیلئے وعید	۞
121	نشانیاں بتلانے میں رب کا طریقہ کار	۞
122	بصیرت کا مفہوم	۞

خطبہ نمبر (۷)......اللہ ہی خالق ہے

129	آیت قرآنی کا مفہوم	۞
133	حدیث کا مفہوم	۞
139	اللہ تعالیٰ کی رحمت غالب ہے	۞
139	اللہ تعالیٰ عیوب ونقائص سے پاک ہے	۞
140	اللہ ہی سب کا معبود ہے	۞
141	اللہ تعالیٰ کی قدرت کے پیغامات	۞

خطبہ نمبر (۸)......اللہ ہی قادر ہے

144	آیت قرآنی کا مفہوم	۞
145	حدیث کا مفہوم	۞
145	اللہ تعالیٰ کا تعارف اللہ کی صفات ہیں	۞
146	تخلیق آدم پر قدرت قادر کا منظر	۞
146	پیدائش عیسیٰ پر قدرت قادر کا منظر	۞
147	کھجور کے درخت کی فضیلت	۞

۞	آگ سے ابراھیم کو بچانا قدرت قادر کا منظر	148
۞	موسیٰ کی پیدائش پر قدرت قادر کا منظر	149
۞	نبی اکرم ﷺ کا نظر نہ آنا قدرت قادر کا منظر	151
۞	اللہ کی قدرت کا تعارف	152
۞	لوٹا وہیں جہاں کا خمیر تھا	153
۞	مٹی اپنا ایک اثر رکھتی ہے	154
۞	نبی وصدیق وفاروق کی مٹی ایک	154
۞	میدان حشر میں قدرت خداوندی	154
۞	حضرت عزیرؑ اور قدرت خداوندی	155
۞	عقیدت ومحبت میں حد سے تجاوز جائز نہیں	156
۞	واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام کی تکمیل	158
۞	انسان کی پیدائش میں قدرت خداوندی	159
۞	سنتِ رسول ﷺ پر بلیڈ چلانے والو!	159
۞	انسان کی حسن تخلیق	160

خطبہ نمبر (۹)......اللہ ہی رحمٰن ہے

۞	آیت قرآنی کا مفہوم	164
۞	چار افضل کلمات	164
۞	لفظ رحمٰن	165
۞	نام رکھنے میں احتیاط کیجئے!	165
۞	علماء کی عجیب تحقیق	166

۞	ذکرِ تخلیق کو مؤخر کرنے کی وجہ	166
۞	سائنس کی حقیقت	167
۞	انسان اور دوسرے جانداروں میں فرق	167
۞	سورۂ رحمٰن کے چند فضائل	168
۞	صفت رحمت غضب پر غالب	168
۞	انسان کی خدمتگار مخلوق	169
۞	چاند کے چھوٹے بڑے ہونے کی حکمت	170
۞	اصل بات	171
۞	مزاروں سے بچے مانگنے والو!	171
۞	یمامہ والے رحمٰن کو پکارنے کا واقعہ	172
۞	حکمرانی ہو تو ایسی ہو	173
۞	خاکوں کا ڈرامہ اور اس کی ذمہ داری	174
۞	حاجات کیلئے ایک خاص وظیفہ	178
۞	دوسرا وظیفہ	179

خطبہ نمبر (۱۰)......اللہ ہی رازق ہے

۞	آیت قرآنی کا مفہوم	180
۞	میدان حشر کے پانچ سوالات	181
۞	مقدر کا رزق ضرور ملے گا بس صبر کیجئے!	182
۞	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قصہ	182
۞	آزمائش کے مختلف طریقے	183

۞	پھر اللہ پر بھروسہ کیجئے!	184
۞	اے اولاد آدم! یہ پرندے کس کے ملازم ہیں؟	184
۞	رزق اور اسباب رزق اللہ کے قبضہ میں ہیں	185
۞	پیسے اور تنخواہ غلہ نہیں بن سکتے	186
۞	تقسیم رزق اللہ کی طرف سے ہے	187
۞	رزق میں برابری کیوں نہیں؟	188
۞	تمام مخلوق کی دعوت	193

خطبہ نمبر (۱۱)......اللہ ہی کارساز ہے

۞	آیت قرآنی کا مفہوم	195
۞	حدیث کا مفہوم	196
۞	ہر چیز کا خالق اللہ ہے	196
۞	اللہ ہی کارساز ہے	196
۞	ہدایت وگمراہی	197
۞	فطرت کا مفہوم	199
۞	کوشش کیجئے مغفرت کا دروازہ کھلا ہے	199
۞	بدبخت انسان	199

خطبہ نمبر (۱۲)......اللہ ہی حاضر وناظر ہے 218

۞	آیت قرآنی کا مفہوم	215
۞	حدیث کا مفہوم	215
۞	مسئلہ حیات النبی ﷺ	218

۞	مسئلہ حاضر و ناظر	219
۞	آپ ﷺ کے تین دور	219
۞	حاضر ناظر ہونے کی تعریف	220
۞	پہلے دور میں حاضر ناظر نہ ہونے کے دلائل	220
۞	واقعہ حضرت یوسفؑ سے استدلال	220
۞	کفالت مریم کے واقعہ سے استدلال	221
۞	ترمذی شریف کی حدیث کا مطلب	222
۞	دوسرے دور میں حاضر ناظر نہ ہونے کے دلائل	222
۞	پہلا واقعہ	223
۞	دوسرا واقعہ	223
۞	تیسرا واقعہ	224
۞	چوتھا واقعہ	227
۞	آپ ﷺ کا صحابی کی قبر پر تشریف لانا	227
۞	تیسرے دور میں حاضر ناظر نہ ہونے کے دلائل	228
۞	نقش نعلین میں نبی ﷺ کی گستاخی	229
۞	جو ہوتا ہے عاشق وہ جاتا ہے در پر	230

خطبہ نمبر (۱۳)......اللہ ہی مختار ہے

۞	اللہ تعالیٰ کا تعارف	233
۞	دین خیر خواہی ہے	234
۞	اللہ کیلئے دین کے نصیحت ہونے کا مطلب	235

۞	رسول کیلئے دین کے نصیحت ہونے کا مطلب	235
۞	ائمہ مسلمین کیلئے دین کے نصیحت ہونے کا مطلب	236
۞	عام لوگوں کیلئے نصیحت ہونے کا مطلب	236
۞	اللہ سے کوئی پوچھنے والا نہیں	239
۞	تمام مخلوقات اس کے در کے سوالی	240
۞	حساب ضرور ہوگا	241
۞	دنیا دارالامتحان ہے	241
۞	اللہ کی شان مغفرت	242
۞	مصائب و آسائش اللہ کے قبضہ میں ہیں	244
۞	سورہ واقعہ کی فضیلت	245

خطبہ نمبر (۱۴)......اللہ ہی مشکل کشا ہے

۞	آیت قرآنی کا مفہوم	252
۞	حدیث کا مفہوم	254
۞	مشکل کشا اللہ ہی ہے	257
۞	مشکل کا حل صرف اللہ کے پاس ہے	258
۞	نمک حرامی ہونے کی انتہاء	260
۞	انبیاءؑ نے کس کو پکارا؟	261
۞	شیخ عبدالقادر جیلانی کی توحید پر مبنی نصیحت	265
۞	علامہ ابن قیم کے توحید پر مبنی عجیب اشعار	265
۞	شیخ فریدالدین کی توحید پر مبنی نصیحت	266

خطبہ نمبر(۱۵)......اللہ ہی کے لئے نذر ہے

۞	خطہ حجاز میں شرک کی ابتداء	269
۞	حضرت اکثم کا ذکر	270
۞	جنس باہم جنس کند پرواز	270
۞	خودساختہ معبود	270
۞	بحیرہ کی حقیقت اور مشرکین کا نظریہ	271
۞	داتا صرف اللہ	272
۞	شرک کی معافی نہیں	272
۞	فقیروں کو پیدا کیوں کیا؟	273
۞	دربار کے ملنگ اور بلیاں	274
۞	سائبہ کی حقیقت	275
۞	کفار کیساتھ تشبیہ بھی جائز نہیں	275
۞	یارب تیرے محبوب کی شباہت لیکر آیا ہوں	276
۞	اللہ سب کچھ جانتا ہے	276
۞	عرسوں کا حال	277
۞	ایک نیک خاتون کی نذر اور آجکل کی خواتین کو تنبیہ	277
۞	وصیلہ کی حقیقت	278
۞	حام کی حقیقت	278
۞	صراط مستقیم کے لئے تین موانع	279
۞	خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے؟	281

۞	لوگوں کو راضی کرنا آسان نہیں	282
۞	مشرک کی مت ماری ہوئی ہوتی ہے	285
۞	ایک عجیب مثال	286
۞	پیر فقیر کی اطاعت آنکھیں عقل بند کر کے نہیں کرنی	286

خطبہ نمبر (۱۶)......علم غیب

۞	آیت قرآنی کا مفہوم	288
۞	حدیث پاک کا مفہوم	289
۞	یہی مضمون عمومیت کیساتھ	289
۞	پانچ میں انحصار مقصود نہیں	289
۞	سورہ لقمان کی آیات کا شان نزول	289
۞	حدیث جبرئیل سے استدلال	291
۞	علم کی دو قسمیں	293
۞	علم غیب والے اشعار سے آپ ﷺ کی بیزاری	294

خطبہ نمبر (۱۷)......اللہ ہی عالم الغیب ہے

۞	آیت قرآنی کا مفہوم	302
۞	حدیث رسول ﷺ کا مفہوم	302
۞	آیت کا شان نزول	302
۞	علم غیب کی تعریف وحقیقت	304
۞	غیب کی چابیاں کیا ہیں؟	306
۞	قیامت کا علم کسی کو نہیں	308

۞	اللہ کے علاوہ غیب کوئی نہیں جانتا	308
۞	علم غیب اور غیب کی خبروں میں فرق	308
۞	آپ ﷺ کے عالم الغیب نہ ہونے پر صلح حدیبیہ سے استدلال	310
۞	خبر شہادت عثمان سے استدلال	311
۞	مسجد کی صفائی کرنے والے صحابی کے واقعہ سے استدلال	312
۞	حضرت آدم علیہ السلام اور علم الغیب	313
۞	حضرت نوح علیہ السلام اور علم الغیب	315
۞	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور علم الغیب	316
۞	فرشتے بھی غیب نہیں جانتے	317
۞	مشرکین کے چند سوالات سے عالم الغیب نہ ہونے پر استدلال	317
۞	اولیاء اللہ عالم الغیب نہیں	318

خطبہ نمبر (۱۸)......رحمت حق تعالیٰ

۞	آیت کا مفہوم	321
۞	حدیث کا مفہوم	322
۞	جیسا گمان کرو گے	322
۞	سورۂ زمر کا تعارف	323
۞	آیت کریمہ کا مقصد	323
۞	سب گناہ معاف ہو گئے	324
۞	اللہ کا پسندیدہ انسان	325
۞	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نظریہ وگمان	325

۞	حضرت عمر فاروق کا ہشام کو خط	325
۞	حالتِ نزع سے پہلے پہلے	326
۞	میدان حشر کا منظر	327
۞	کوئی پکڑ کر مسجد میں نہیں لائے گا!	328
۞	اللہ کی دعوتِ فلاح و کامیابی	329
۞	اللہ کی ماننے میں بقاء ہے	330
۞	میدان حشر کا تیسرا گروہ	331
۞	اللہ کی رحمت	331
۞	دنیا کی جنت قلبی سکون	332
۞	اللہ آگ سے انسان کو بچاتے ہیں	333
۞	کفار کی عادتِ قدیمہ	333
۞	تین خاص قسم کی آیات	334
۞	ارباب اقتدار کو دعوتِ توبہ واستغفار	335
۞	مبغوض شخص محبوب بن گیا	336
۞	توبہ کی توفیق قبولیت کی دلیل ہے	337

خطبہ نمبر (۱۹)......محبت الٰہیہ

۞	آیتِ قرآنی کا مفہوم	341
۞	حدیث پاک کا مفہوم	341
۞	جہادِ اکبر	342
۞	نفس کی حقیقت	343

۞	نفس کی انسان کے خلاف گواہی	343
۞	مسلمان مرتد کیسے ہوسکتا ہے؟	344
۞	کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت	344
۞	غیر نے ہمیں پہلے بھی لوٹا تھا اب بھی لوٹ رہا ہے	345
۞	فاتح قیصر وکسریٰ کی والہانہ محبت	345
۞	اللہ پہلے محبت کرتا ہے	346
۞	محبت کا مطلب اور امتحان محبت	347
۞	اللہ سے محبت کرنے والوں کی علامات	347
۞	ولایت کا کمال اور جاہل صوفیوں کا حال	349
۞	نفس لوامہ کا ذکر	350
۞	دوسری صفت	351
۞	تیسری صفت	352
۞	چوتھی و پانچویں صفت	353
۞	پانچ صفات کا خلاصہ	353
۞	اللہ کا فضل	353

خطبہ نمبر (۲۰)......رسومات جاہلیت کی تردید

۞	آیتِ قرآنی کا مفہوم	355
۞	حدیث رسول ﷺ کا مفہوم	356
۞	اصول وضوابط	356
۞	اسلام مخالف ذہنیت کا اشکال اور اس کا جواب	358

۞	بیماری لگنے سے متعلق جاہلانہ باتیں اور ان کی تردید	360
۞	بدفالی سے متعلق جاہلانہ باتیں اور ان کی تردید	361
۞	ستاروں سے متعلق جاہلانہ باتیں اور ان کی تردید	362
۞	ماہ صفر سے متعلق جاہلانہ باتیں اور ان کی تردید	362
۞	بکرے کے صدقہ سے متعلق جاہلانہ باتیں	363
۞	کاہنوں کے پاس جانے پر وعید	364
۞	پہلے گاہک سے متعلق جاہلانہ خیال	365
۞	بادشاہ اور اس کے غلام کا واقعہ	365
۞	چالیس دن کی عبادت قبول نہیں	366
۞	جھوٹی حدیث بیان کرنے پر وعید	366
۞	شیخ احمد کا مشہور خواب اور اس کی تردید	367
۞	جاہل عاملوں کا طریقہ واردات	368
۞	نیک باعمل عامل تلاش کریں	368

خطبہ نمبر (۲۱)...... بدعت کیا ہے؟

۞	دونوں آیات کا مفہوم	370
۞	حدیث پاک کا مفہوم	371
۞	آیت کا شان نزول	371
۞	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تفسیر	371
۞	اسوۂ محمدی واجب العمل ہے	372
۞	امام شافعیؒ کا اعلان	372

۞	یہود کا تکمیل دین والی آیت پر عید منانے کا سوال	373
۞	تکمیل دین والی آیت کی تین اقتضائیں	374
۞	بدعت دخول جہنم کا سبب	375
۞	بدعت کا معنیٰ	375
۞	رسم کی حقیقت	376
۞	بدعت کی حقیقت	376
۞	ہرقل کے دربار میں صحابی رسول کا کرسی پر بیٹھنے سے انکار	377
۞	زمانہ تو تم پر ہنستا ہی رہے گا!	379
۞	بدعتی کی تعظیم جائز نہیں	380
۞	اسوہ رسول اکرم ﷺ کا مطالعہ کیجئے!	380
۞	اصولِ شریعت سے ٹکرانا جائز نہیں	380

عرضِ مرتب

"الحمد لولیه والصلوة والسلام علی نبیه"

اللہ تعالیٰ کا بیکراں احسان اور اس پر لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم اور توفیقِ خاص سے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے ساتھ بھی وابستگی کی نعمت سے نوازا ہوا ہے، چنانچہ کئی کتب بندہ کی ترتیبِ جدید کے بعد منظر پر آچکی ہیں، انہیں کتب میں سے مولانا محمد طیب صاحب کے بیانات کے مجموعے بھی ہیں، اس سے قبل تین مجموعہ زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر منظر پر آچکے ہیں:

۱) خطباتِ عبدیت المعروف/ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی صفات
۲) خطبات الحقوق المعروف/ اسلام میں حقوق العباد کی اہمیت
۳) خطبات الفضائل المعروف/ رحمت وبرکت کے خزانے

اور اب چوتھا مجموعہ بنام ''اسلام میں توحید باری تعالیٰ کی اہمیت'' آپ کے ہاتھوں میں ہے، جو توحید سے متعلق ۲۱ خطبات پر مشتمل ہے۔ کتاب کی ترتیبِ جدید کے بعد بندہ نے اس پر نظرِ ثانی کی، عنوانات لگائے اور آیات وآحادیث کی تخریج بھی کی ہے۔

یہ مجموعہ جہاں خطباء حضرات کے لئے مفید ہے، وہاں عوام الناس کے لئے کہیں زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے وہ اس مجموعہ کے ذریعہ اپنے عقائد درست کرنے کی توفیق بخشے اور اسے اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین

محمد عبداللہ

۷/ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

۲۱/ نومبر ۲۰۱۲ء

پیش لفظ

حمد وثناء اس یکتا ذات کے لئے ہے جس نے تمام عالم کو وجود بخشا اور درود وسلام اس کے آخری رسول ﷺ پر جس نے ہر طرح کی تاریکیوں کو مٹا کر حق کے دیپ جلا دیئے۔

طویل عرصے سے بندہ جامع مسجد الرحمٰن بلیو ایریا اسلام آباد میں امامت وخطابت کے فرائض سر انجام دے رہا ہے، عمومی دستور کے مطابق نماز جمعہ سے پہلے اردو زبان میں تقریر و بیان کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے، بندہ اس تقریر و بیان میں سامعین کے فائدے کے لئے اصلاحی موضوعات کا انتخاب کرتا ہے، کیونکہ ان بیانات کا مقصد بیان برائے بیان نہیں، بلکہ سب سے پہلے اپنے آپ کو پھر سامعین کو اصلاح کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے، بفضلہ تعالیٰ اس نیت کے مطابق خود کو بھی بہت فائدہ محسوس ہوا اور حضرات سامعین بھی اس سلسلہ سے فائدہ محسوس کرتے ہیں۔

ان بیانات کو ریکارڈنگ کے بعد کیسٹوں سے تحریری شکل میں لانے کا اہتمام ہوا، چنانچہ اس سے پہلے تین مجموعہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر پر آچکے ہیں، اب یہ چوتھا مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس میں ایک خاص، اہم اور تمام موضوعات میں سب سے زیادہ ضروری موضوع ''توحید باری تعالیٰ'' پر جمعۃ المبارک کے بیانات جمع کیے گئے ہیں، انہیں کیسٹوں سے مولوی مشکور الرحمٰن صاحب نے قلمبند کیا ہے اور بعد میں انہیں کتابی شکل دینے کی محنت وخدمت مولانا محمد عبداللہ نے سرانجام دی ہے۔

جیسا کہ معلوم ہوا کہ یہ مجموعہ توحید باری تعالیٰ کے موضوعات پر مشتمل ہے، جو عقیدہ کی درستگی دنیاوی واخروی نجات کے لئے ضروری ہے اور تمام اعمال کا دارومدار جس طرح خلوص نیت پر ہے، اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ عقیدہ کی درستگی پر ہے۔

ہمارے معاشرہ میں شرک وبدعت کے مختلف طریقے مروّج ہو چکے ہیں، جس سے عوام کے عقیدے خراب ہو رہے ہیں، بندہ نے قرآن، حدیث اور اقوال صحابہؓ اور تمام اہل حق کی کتب سے استفادہ کر کے یہ واضح کیا ہے کہ جن امور کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے لیکن جہالت اور بدعقیدگی کی وجہ سے انہیں غیر اللہ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے، مثلاً مشکل کشا ہونا...... حاجت روا ہونا...... حاضر و ناظر ہونا وغیرہ خلاصہ یہ کہ شروع دور میں مشرکین مکہ کا جو شرکیہ عقیدہ تھا اس کی مثال اس دور میں بھی ملنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

بہت سی شرکیہ خرابیاں جو سابقہ امتوں میں پائی جاتی تھیں اور انہیں شرک کہا گیا، اور اسی وجہ سے ان پر اللہ تعالی ناراض ہوئے اور ان پر عذاب آیا، غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس طرح کی شرکیہ خرابیاں ہمارے معاشرہ میں بھی پائی جاتی ہیں، مزید خرابی یہ کہ شرک وبدعت میں مصروف طبقہ اپنے آپ کو کامل مسلمان بھی سمجھتا ہے اور اہل السنت والجماعت کا لیبل لگا کر لوگوں کو دھوکہ دے رہا ہے، حالی نے ایسے مسلمانوں کی تصویر کچھ یوں کھینچی ہے۔

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مؤمنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جاجا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

اللہ تعالی توحید کو اچھے طریقے سے سمجھنے کی توفیق بخشے اور اس مجموعہ کو بندہ کے لئے، والدین واساتذہ اور مرتب کے لئے اور ان علماء کرام کے لئے جن کی کتب سے استفادہ کیا ہے ذخیرۂ آخرت بنائے اور اسے پڑھنے، پڑھانے اور سننے والوں کے لئے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین

محمد طیب

0333-5599016

۷ رمحرم الحرام ۱۴۳۴ھ

۲۱ رنومبر ۲۰۱۲ء

عقیدے سے متعلق بنیادی باتیں

ایمان واسلام کی تعریف:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جن باتوں کی خبر دی ہے، ان تمام کی تہ دل سے تصدیق کرنا، اور دوسرے تمام ادیان اور مذاہب سے برأت کا اظہار کرنا ''ایمان'' کہلاتا ہے اور اس یقین وتصدیق کا زبان سے اظہار واقرار کرنا اور پھر اپنی زندگی ایمانی تقاضوں کے مطابق گذارنے کو ''اسلام'' کہا جاتا ہے۔

سات اہم چیزیں:

دین میں سب سے اہم چھ چیزیں ہیں، جن پر ایمان لانا ضروری ہے، اور جو پورے دین اسلام کا خلاصہ ہیں، انہیں ''حدیثِ جبریل'' میں بیان کیا گیا ہے، وہ یہ ہیں :

۱)......اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔

۲)......اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں پر ایمان لانا۔

۳)......آپ ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان لانا۔

۴)...... فرشتوں پر ایمان لانا۔

۵)......آسمانی کتابوں پر ایمان لانا۔

۶)......یوم آخرت پر ایمان لانا۔

۷)......تقدیر پر ایمان لانا۔

ان سات چیزوں کی ضروری تفصیل درج ذیل ہے:

۱)......اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب:

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے، وہ اپنے وجود اور ذات وصفات میں ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہے، تمام خوبیاں اور کمالات اس میں موجود ہیں، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس نے تمام جہانوں کو پیدا کیا، اسے کسی نے پیدا نہیں

کیا، جسے چاہتا ہے اپنے اختیار سے اسے پیدا یا فنا کر دیتا ہے، وہ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے، ہر چھوٹی اور بڑی چیز کا جاننے والا ہے، وہی سب کو رزق دیتا ہے، وہ جس کو چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، زندگی اور موت اسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے، سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں، کائنات کے تمام تصرفات اسی کے قبضے میں ہیں، اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

۲)......رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے بڑی تعداد میں پیغمبر بھیجے ہیں، ان تمام پر ایمان لانا ضروری ہے، یعنی یہ ایمان ہو کہ میں سب کو بغیر کسی تفریق کے اللہ تعالیٰ کا پیغمبر مانتا ہوں، سب محسن و رہنما تھے، وہ تمام مخلوق سے افضل ہیں، ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہیں، ان کی ذرا سی گستاخی کرنا بھی کفر ہے، مختلف زمانوں میں مختلف پیغمبر تشریف لائے، سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے، اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔

۳)......آپ کی ختم نبوت پر ایمان لانے کا مطلب:

یہ ایمان رکھنا بھی ضروری ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ وَلٰكِن رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ ﴾

(لیکن محمد ﷺ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں) لہٰذا جو شخص آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی یا رسول مانے تو وہ اس آیت کے انکار کی وجہ سے کافر ہوگا، پاکستان کے آئین میں یہی مذکور ہے۔ اب قیامت تک تمام لوگوں پر نبی کریم ﷺ کی اطاعت فرض ہے، آپ نے جو تعلیمات اور احکام بیان فرمائے ہیں، ان کے مطابق زندگی گذارنا ضروری ہے۔

۴)......فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب:

اس بات پر ایمان لایا جائے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہیں، جو نور سے پیدا کئے گئے ہیں، وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، بلکہ انہیں جو حکم دیا جائے اسے بجالاتے

ہیں، یہ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ سوتے ہیں، نہ مرد ہیں، اور نہ ہی عورتیں، ان کی تعداد کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تسبیح میں مصروف رہتے ہیں، اور جس کام پر انہیں لگایا جائے اس میں وہ ایک لحہ کے لئے بھی کوتاہی نہیں کرتے، مؤمن ہونے کے لئے فرشتوں پر ایمان لانا اور ان کے وجود کا قائل ہونا ضروری ہے۔

۵)......آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مختلف پیغبروں پر جو مختلف کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ہیں، ان سب کے بارے میں یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ وہ تمام حق اور سچ ہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص ان آسمانی کتابوں پر یا ان میں سے کسی ایک پر ایمان نہ لائے تو وہ مسلمان نہیں، کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کتاب پر جس وقت عمل کرانا مناسب سمجھا، اسے نازل فرمادیا اور اس پر عمل کرنے کا حکم کردیا، ان آسمانی کتابوں میں چار زیادہ مشہور ہیں:

۱)......تورات: جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی۔

۲)......زبور: جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کی گئی۔

۳)......انجیل: جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی۔

۴)......قرآن مجید: جو حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری کتاب ہے، اس کی تعلیمات کے مطابق ایمان عمل اور زندگی گذارنا تمام انسانوں پر لازم ہے۔

ان آسمانی کتب کے علاوہ دیگر صحیفے ہیں، جن کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے، ہمیں ان پر ایمان لانا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ ہیں۔

یوں تو تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے قابل قدر اور محترم ہیں، لیکن قرآن مجید ان تمام سے اس لحاظ سے افضل اور ممتاز ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے، اس میں قیامت تک کوئی تحریف اور ردوبدل نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ آج چودہ سو سال گذرنے کے باوجود قرآن کریم بالکل اسی طرح موجود ہے، جس طرح نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا تھا، اس کے زبر زیر اور پیش تک میں نہ کوئی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ ہوگی، اسی لئے اس کی کسی سورت،

آیت اور لفظ بلکہ ایک حرف کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ دیگر آسمانی کتابیں وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی طرف سے تحریف اور رد وبدل کا شکار ہوگئیں، ان کے احکام اور تعلیمات کو انبیاء کے بعد اپنی خواہشات کے مطابق بدل دیا گیا، کیوں کہ ان کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا تھا، یہ تحریف شدہ کتابیں آج بھی موجود ہیں، اہل باطل ان کی اشاعت کرتے رہتے ہیں، لیکن یہ کتابیں چونکہ قرآن مجید نازل ہونے کے بعد منسوخ ہوچکی ہیں، اس لئے ان کی پیروی کرنا، اوران کی تعلیمات کے مطابق زندگی گذارنا ناجائز اور حرام ہے، اب صرف اور صرف قرآن مجید کی پیروی کرنا اور اس کی تعلیمات کے مطابق زندگی گذارنا تمام انسانوں پر فرض ہے، کیوں کہ قرآن مجید ہی قیامت تک کے انسانوں کے لئے راہِ ہدایت، دستور العمل اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔

۶)......آخرت پر ایمان لانے کا مطلب:

مؤمن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ قیامت واقع ہوگی، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے، اپنے اعمال کا حساب وکتاب دینا ہے، پلِ صراط، جنت، جہنم اور وہ واقعات جن کا ذکر قرآن وحدیث میں خاص قیامت کے دن اور اس کے بعد کے حالات کے سلسلہ میں آیا ہے، ان سب کو حق جاننا اور ماننا ضروری ہے۔

۷)......تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب:

اللہ تعالیٰ نے کائنات کے وجود وعدم اور اس میں طرح طرح کی تبدیلیوں کے بارے میں جو اندازے مقرر فرمائے ہیں کہ ایسا ایسا ہوگا، اور جو بھی خیر وشر مقرر فرمائی ہے، جو خوشگوار یا ناخوشگوار واقعات پیش آتے ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادے، قدرت اور حکمت سے رونما ہوتے ہیں، اس کے حکم، مشیت اور اذن کے بغیر کائنات کا کوئی ذرہ بھی حرکت نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہے اس لئے کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے ہی اسے تمام حالات اور آئندہ رونما ہونے والے واقعات کا مکمل علم حاصل تھا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں کے بارے میں پیشگی بتادیا کہ وہ جہنم میں جائیں گے یا جنت میں، فلاں نیک

بخت ہے اور فلاں بد بخت، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زبردستی بد بخت اور جہنمی بنا دیا ہے، جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب تقدیر میں سب کچھ لکھا ہوا ہے اور ہر کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہو رہا ہے، تو انسان گویا مجبور ہے، تو پھر اسے برے کاموں کی وجہ سے کوئی سزا نہیں ہونی چاہئے، کیوں کہ اس کی تقدیر میں یوں ہی لکھا جا چکا ہے۔

لیکن لوگوں کی یہ بات درست نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہر انسان کو مکمل اختیار دیا ہے، وہ چاہے تو اچھے کام کرے اور چاہے تو برے کام کرے، اب یہ انسان دنیا میں اپنا اختیار کس طرح کے کاموں میں استعمال کرے گا، اس کا چونکہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے بتا دیا کہ فلاں شخص کامیاب ہے اور فلاں شخص ناکام ہے، اس کا یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے برے کام یا کفر وشرک پر مجبور کیا ہے۔

دین اسلام کے علاوہ کوئی دین مقبول نہیں:

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، جو شخص آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی مانے، وہ کافر ہے، خواہ وہ کیسا ہی اسلام کا دعویٰ کرے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے جب سے نبی بنا کر بھیجا ہے اس وقت سے تمام جن وانس پر اسلام قبول کرنا فرض ہو گیا ہے، اسلام کے علاوہ کسی مذہب اور شریعت کو قبول کرنا جائز نہیں ہے، آپ کی نبوت کے بعد سابقہ تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں، اب لوگوں کی نجات کا راستہ صرف یہ ہے کہ وہ اسلام قبول کریں، آپ ﷺ پر ایمان لائیں، اور آپ کے لائے ہوئے دین کے مطابق زندگی گذاریں۔ اس وقت دنیا میں جتنے غیر مسلم ہیں خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی، ہندو ہوں یا بدھ مذہب، کمیونسٹ ہوں یا دہریے، اسماعیلی ہوں یا آغا خانی وغیرہ، ان سب کی نجات کا راستہ یہ ہے کہ وہ اسلام صحیح طریقے سے قبول کرلیں، کیوں کہ اسلام کے علاوہ جتنے دین، مذہب، اور نظریے دنیا میں رائج ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نظر میں باطل، گمراہ، ذلت ورسوائی اور آخرت میں ہمیشہ کے لئے جہنم میں جانیکا ذریعہ ہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص اسلام قبول کیے بغیر دنیا سے چلا جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے دوزخی ہوگا، اس کی کبھی نجات نہ ہوگی۔

کفر کی تعریف:

وہ امور جن کی تصدیق اور اقرار ایمان کے لئے ضروری ہے، جنہیں ''ضروریات دین'' کہا جاتا ہے، ان میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار کر دینا کفر ہے، جیسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کر دے، یا کسی پیغمبر کو نہ مانے، تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔

شرک کا مفہوم:

اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات یا عبادت میں کسی دوسرے کو شریک کرنا ''شرک'' کہلاتا ہے، جیسے ہندو بہت سے خدا مانتے ہیں، عیسائی حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو بھی خدا مانتے ہیں،

''صفات'' میں شریک کرنے کا معنی یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفتِ کمال کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا جیسے کسی پیر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اولاد دے سکتا ہے، یا بارش برسا سکتا ہے یا فلاں بیماری دور کر سکتا ہے۔

''عبادت'' میں شریک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو بھی عبادت کے لائق سمجھنا جیسے کسی قبر یا پیر کو عبادت کے طور پر سجدہ کرنا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پیر کے نام کی منت ماننا، یا کسی نبی یا ولی کے نام روزہ رکھنا یا شہداء سے حاجات مانگنا وغیرہ۔

بدعت کا مفہوم:

بدعت لغت میں ہر نئی چیز کو کہتے ہیں جس کی مثال پہلے سے موجود نہ ہو اور شریعت کی اصطلاح میں بدعت کے معنی یہ ہیں کہ دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالی جائے کہ جو حضور ﷺ سے نہ قولا، نہ فعلا، نہ تقریرا، نہ صراحۃ اور نہ اشارۃ ثابت ہو، اور اس کو دین کا حصہ اور عبادت سمجھ کر کیا جائے اور اللہ کی خوشنودی کی ذریعہ سمجھا جائے تو ایسی چیز شریعت میں بدعت ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

''مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ'' (مشکوۃ

المصابیح)

یعنی جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات ایجاد کرے جو دین سے نہ ہو تو وہ مردود ہے

(از عقائد اسلام، مولانا ادریس کاندھلویؒ)

توحید باری تعالیٰ کے بارے میں ہر طرح کے موجودہ موضوعات پر تفصیلی بات کی گئی ہے جس سے مقصد سب سے پہلے اپنے عقائد اور پھر دیگر پڑھنے والے، پڑھانے والے، سنانے والے، سننے والے احباب کے عقائد کی درستگی مقصود ہے۔ کسی کی دل شکنی یا کسی پر تنقید ہرگز مقصود نہیں ہے۔ اس کتاب میں عقیدہ توحید کی وہ بات بیان کی گئی ہے جو جمہور اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ

یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، سب کے سب دوزخی ہوں گے سوائے ایک جماعت کے،

صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ کون سا فرقہ ہوگا اے اللہ کے رسول ﷺ

آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر ہوگا۔

مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی

والے فرقے کو ہی اہل السنت والجماعت کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اسی جماعت کے ساتھ استقامت کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین

محمد طیب

(۱) توحیدِ باری تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ . اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الاَنْبِیَآءِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوفَوْاعَھْدَہ اَلَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ العَرَبِ العَرَبَآءِ وَخَیْرُ الخَلَائِقِ بَعْدَ الاَنْبِیَآءِ .اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿وَاِذقَالَ لُقمٰنُ لِابنِہٖ وَھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾ (سورۃ لقمان، آیت:۱۳)

قَالَ النبی ﷺ یَا مَعَاذُ ! لَا تُشرِکْ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَاِن قُتِلْتَ اَوْحُرِّقْتَ . (مسند احمد، الحدیث:۲۲۰۷۵)

صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الاُمِّیُّ الکَرِیْمِ ، وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین .

تمہید:

سورۂ لقمان کی ایک آیت شریفہ اور آپ ﷺ کا ایک ارشاد مبارک تلاوت کیا ہے، اس میں شرک کا بیان ہے کہ شرک کیا چیز ہے؟ اور کن کاموں سے انسان مشرک ہو جاتا ہے؟ اور کون سے امور شرک کے دائرہ میں آتے ہیں؟ اور توحید کیا ہے؟ ان کو بیان کرنا مقصود ہے۔

آیت کا مفہوم:

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس وقت حضرت لقمان رحمۃ اللہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی، کہ

اے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، اس لئے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

حدیث کا مفہوم:

اور جو حدیث پاک آپ کے سامنے تلاوت کی، اس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی ہے اور فرمایا کہ: اے معاذ! اللہ کے ساتھ ذرہ برابر بھی شرک نہ کرنا، اگر چہ زندگی کے کسی موڑ میں تم پر بہت مصائب آئیں، یا تم قتل کیے جاؤ، یا آگ میں جلا دیئے جاؤ، وہ سب مصیبتیں برداشت کر لینا، لیکن اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا۔ یعنی لوگ تمہیں مجبور کریں کہ شرک کرو ورنہ قتل کر دیں گے تو بھی شرک نہ کرنا اور قتل ہو جانا، یہ عزیمت ہے۔

شرک کی حقیقت:

شرک ہے کیا؟ اس کی تعریف یہ ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات میں، یا علم میں، یا عبادت میں، یا تصرف میں، یا صفات ذاتیہ میں کسی کو شریک ٹھرانا۔ یہ شرک جلی ہے اور اس سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات ایک ہے، اس کیساتھ کسی کو شریک بنایا جائے، یہ ذات میں شرک ہے

اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی کو شریک ٹھرانا، اللہ تعالیٰ کا علم جو کہ ازلی اور محیط ہے، جس کو اللہ جتنا چاہے دیدے، لیکن جتنا اللہ علیم ہے، کوئی اتنا کسی اور کو علیم سمجھے، تو یہ علم میں شریک ٹھرانا ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک ٹھرانا، جیسے کہ عبادت اللہ کے لئے ہوتی ہے، غیر اللہ کے لئے کریں، تو یہ شرک فی العبادت ہے۔

شرک فی التصرف: یہ کائنات کا نظام اللہ رب العزت چلا رہا ہے اور ان کے حکم سے چل رہا ہے، تصرف میں کسی کو شریک ٹھرانا یہ شرک جلی ہے، اس سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

شرک خفی کی حقیقت:

ایک شرک خفی ہے، یعنی چھوٹا شرک، خلاف مستحب، اچھا نہیں ہے، جیسے کوئی کہے کہ میں

نے بہت محنت کی ہے، سامان دوکان میں زیادہ لایا ہوں، اسی وجہ سے زیادہ گاہک آئے ہیں اور مجھے نفع ہوا ہے، یہاں نفع کی نسبت ظاہراً اپنی طرف کی ہے، لیکن دل میں اس کا ایمان ہے کہ اللہ ہی کرنے والا ہے، لیکن تھوڑی تھوڑی بات اس کی اپنی طرف بھی آتی ہے، تو اس کو شرک خفی (ہلکا شرک) کہیں گے، یہ مکروہ ہے، جیسے رات کو ہمارا چوکیدار سو گیا تھا، اگر یہ نہ سوتا، تو ہماری چوری نہ ہوتی، یا ہم نے کتا رکھا ہوا تھا، وہ کہیں چلا گیا تھا، یا بیمار تھا، اس وجہ سے چوری ہوگئی، ورنہ چور نہیں آسکتے تھے، یہ شرک خفی ہے۔

اگر حقیقت میں تصور اللہ کی طرف ہی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں اور ظاہری نسبت کام کی اپنی طرف کی ہے، اگر چہ عقیدہ یہ نہیں ہے، تو یہ خلاف اولیٰ ہے، اچھی بات نہیں ہے۔ اتنی سی نسبت بھی غیر اللہ کی طرف نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ راوی ہیں اور اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ہی نصیحت کی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سات ہجری میں مسلمان ہوئے، تین سال رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی، بدر میں شریک نہیں تھے، احد میں شریک نہیں تھے اور احزاب میں بھی شریک نہیں تھے۔ یہ جو عجیب وغریب قسم کی کفر اور اسلام کے درمیان فرق ڈالنے والی جنگیں اور جہاد تھے ان میں وہ شریک نہیں تھے، یہ بدر میں شریک ہوتے تو ایسا جملہ نہ بولتے کیونکہ مسلمانوں کے پاس بدر میں کچھ نہیں تھا اور اللہ نے فتح مبین نصیب فرمائی انہوں نے مکہ مکرمہ میں احوالِ صحابہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے تھے کہ کیسی کیسی تکالیف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر آئیں اور سب احد احد کے نعرے لگاتے رہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک میں شریک تھے تو ڈر محسوس کر رہے تھے کہ ہم تو تیس ہزار ہیں اور دشمن لاکھوں میں ہے جس میں قیصر و کسریٰ (روم و فارس) دونوں آپس میں مل گئے تھے اور مسلمانوں کو ختم کرنا چاہتے تھے اگر چہ جنگ نہیں ہوئی مگر کفر نے ارادہ کیا تھا اپنے مقام پر رسول اللہ ﷺ نے تیاری کر کے فرمایا کہ ان کے محاذ پر جا کر ان کو روکیں گے۔

﴿ كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴾ سورہ الصف:۴

جب ایمان مضبوط ہوتا ہے تو کلمۃ اللہ کا علم (جھنڈا) بلند کرنے کیلئے چل نکلتے ہیں، قرآن نے کہا

﴿ كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ﴾سورہ الصف: ۴

یہ مومن لوہے کی دیوار ہوتا ہے اس کو کوئی ہلا نہیں سکتا، فرمایا کہ کفر نے ایسا ارادہ کیوں کیا ہے، وہ سپر پاور ہے اور وہ اپنے تیر و کمان پہ یقین رکھ کر ہم کو دھمکیاں دیتا ہے، ہمارے پاس تو قوت ایمانی ہے جو تیر و کمان سے کہیں اونچی ہے اور یہ تیر و کمان بھی اللہ رب العزت کے امر سے چلتے ہیں، وہاں ان کی سرحد میں جا کر ان کو روکیں گے غزوہ تبوک کی بات ہے جب حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے ابتدائی باتیں سنی وہ ساتھ چلے تو گئے مگر ڈر محسوس کر رہے تھے کہ ہم تیس ہزار ہیں اور کفر لاکھوں میں ہے۔ ایک صحابی نے ان کو دیکھا کہ یہ ڈر رہے ہیں عمر بھی اتنی نہیں تھی اسی وجہ سے ابو ہریرۃ کا لقب پایا جیسے چھوٹے بچے ہوتے ہیں اور بلی سے پیار کرتے ہیں اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ابو ہریرہ (بلیوں والا) کہہ دیا اور اس درویش سے زندگی میں جس کسی نے بھی نام پوچھا تو انہوں نے کہا ابو ہریرۃ۔

محدثین اور اصحاب الرجال میں اختلاف ہو گیا کہ ان کا اصل نام کیا ہے۔ جب کسی نے پوچھا تو کہا کہ جو میرے نبی نے میرا نام لیا ہے وہ ابو ہریرہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عبدالحجر نام تھا (پتھر کا بندہ) زمانہ اسلام میں عبدالرحمٰن لکھا ہے لیکن ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی چھوٹی عمر تھی جہاد میں ڈر گئے اور صحابی ان کو سمجھا رہے تھے کہ ابو ہریرہ ڈرو نہیں اور وہ اپنے سادہ سادہ الفاظ میں کہہ رہے تھے کہ یہ ہمارا کام نہیں ہے یہ اللہ کا کام ہے اسلام اللہ کا ہے

﴿ إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴾سورہ ال عمران: ۱۹

نبی اللہ کا ہے شریعت اللہ کی ہے ہم اللہ کا کام کرنے کو آئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی مدد بدر میں ہمارے ساتھ تھی احد میں تھی کیونکہ آپ ساتھ نہیں تھے آپ کو پتہ نہیں تھا کہ مدد کیسے آتی ہے آپ ڈرو نہیں یہ کچھ نہیں کر سکتے کفر والے اگر اللہ نے لکھا تو کسی کی شہادت ہو جائے گی آپ ﷺ نے یہ باتیں سن لیں تو آپ نے فرمایا ابو ہریرۃ سنو! تمام دنیا لگ کر آپ کو نفع پہنچانا چاہے تو "لا ینفعوک الاھو" کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا مگر جو اللہ رب العزت نے آپ کے لئے لکھا ہے اور اس نے جو پہنچانا ہے وہ پہنچے گا اور اگر تمام مخلوق آپ کو نقصان پہنچانا چاہے "لم یضروک" تو وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی مگر یہ کہ اللہ رب العزت نے یہ بات لکھی ہو تو

ایسا ہو گا یہ بات ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے نصیحت کی ہ کوئی چیز نفع نہیں پہنچا سکتی اور نہ ہی کوئی چیز نقصان پہنچا سکتی ہے۔

﴿وَاِنۡ يَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنۡ يُّرِدۡكَ بِخَيۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ﴾سورہ یونس:۱۰۷

اگر کوئی آپ کو نقصان پہنچانا چاہے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اے نبی ہم جو آپکے اوپر فضل کر رہے ہیں اس کو اگر سارے لوگ روکنا چاہیں ہٹانا چاہیں نہیں ہٹا سکتے۔

شرک جلی و خفی کا خلاصہ:

شرک کی تعریف یہ ہے اللہ کی ذات میں شرک، علم میں شرک، عبادت میں شرک اور تصرف میں شرک یہ شرک جلی ہے (بڑا شرک ہے)۔

اور چھوٹا شرک جو ایسی بات کر دے کہ جو آپ سو گئے تھے، اس لئے یہ نقصان پہنچا ہے، یہ نہیں پتہ کہ سلاتا کون ہے؟ بعض لوگ کو بستر پر لیٹ لیٹ کر گولیاں کھا کھا کر پھر بھی ان کو نیند نہی آتی، نرم نرم بستر بھی توڑ دیتے ہیں کروٹیں لگا لگا کر، مگر نیند نہیں آتی۔ اے سی عمدہ لیکر آؤ، یہ گدہ ٹھیک نہیں ہے، یہ چادر بیڈ کی بدل دو، پھر بھی نیند نہیں آتی، نیند تو اُس کے قبضہ قدرت میں ہے، کسی کو دو گھنٹے سلا کر صبح کھڑا کر دیتا ہے، اپنی عبادت کے لئے اور کسی کو تین سو سال سلا کر اٹھا دیتا ہے، جب بھی اٹھانا چاہے، تو یہ اسی کے قبضہ میں ہے۔

والدین کی اولاد سے محبت اور انداز نصیحت:

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی اور ہمیشہ باپ اپنے بیٹے کو عمدہ بہتر نصیحت کرتا ہے، علماء نے لکھا ہے کہ باپ کو اولاد سے جتنی شفقت اور پیار ہوتا ہے، اس کے مقابلے میں اولاد کو اتنا پیار نہیں ہوتا۔

ہمارے ایک استاد محترم مصر کے تھے، جامعۃ الازھر کے، وہ بتایا کرتے تھے کہ باپ کو بھی ثواب ہے کہ وہ اپنے بچوں سے پیار کر رہا ہے، تربیت کر رہا ہے، لیکن کچھ اس کی محبت اور

خواہش نفس بھی داخل ہے، لیکن بیٹا بھی اپنے باپ کی خدمت کر رہا ہے، تو اس میں خواہش نفس داخل نہیں ہے، اللہ کا حکم سامنے ہے، اس لئے بیٹے کو ثواب زیادہ ہے، باپ کو بھی ثواب ہے، لیکن اس میں کچھ خواہش نفس داخل ہو گئی۔

اولاد کے ساتھ والدین کو ایک والہانہ محبت ہوتی ہے اور ایک نا قابل بیان محبت ہوتی ہے اور ہر باپ کوشش کرتا ہے کہ اپنی اولاد کے لئے میں کوئی قیمتی خزانہ چھوڑ کر جاؤں، کہ اسے بعد میں مشکل پیش نہ آئے، ہر باپ صاحب ظرف ہے، اس کے ظرف میں جو خزانہ ہے، وہ اپنی اولاد کے لئے چھوڑ کر جائے گا، کسی کے ظرف میں دنیا رہتی ہو، تو وہ خزانہ چھوڑ کر جائے گا، ہر باپ اپنی اولاد کے لئے بہترین چیز، انمول خزانہ چھوڑ کر جاتا ہے، سمجھا کر جاتا ہے کہ یہی وہ خزانہ ہے، جس نے مجھے مالدار بنایا، تم نے بھی اسی خزانے کو اپنے ساتھ رکھنا ہے، تو مالدار بنو گے، ہر کسی کی نصیحت اور وصیت کا اپنا اپنا انداز ہے۔

وعظ ونصیحت کا طریقہ کار:

حضرت لقمان نے بھی جب وقت آگیا اور یہ بوڑھا ہو گیا، تو اپنے بیٹے کو وعظ کیا، علماء نے یہاں دو باتیں لکھیں ہیں، کہ وعظ کی ابتدا اپنے گھر میں بیوی سے اور پھر اولاد سے اور پھر عزیز واقارب سے ہو

﴿ قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا ﴾سورہ التحریم: ٦

اپنے آپ کو، گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ پھر

﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾سورہ الشعراء: ۲۱۴

اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو سمجھاؤ اور پھر دور دور جاؤ، کیونکہ جب خود نیک ہو گا، تو بیوی بھی اسے نیک مانے گی، اولاد بھی اسے نیک مانے گی، اولاد کو کہے گا، گانے نہ سنو، فلاں کام برا ہے نہ کرو اور اپنا حال یہ ہے کہ بابا جی اٹھتا ہے، تو گانے سنتا ہے، تو دل کو تسلی ہوتی ہے، غمگین ہوتا ہے تو گانے سے دل کو تسلی ہوتی ہے، تو بیٹے پر اس کی نصیحت کیا اثر کرے!!۔

اس لئے اللہ رب العزت نے فرمایا

﴿قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ سورہ التحریم: ٦

اپنے آپ کو نمونہ بناؤ، اپنے گھر والوں کے سامنے، پھر وہ بات مانیں گے، جب شوہر کی بات اس کی بیوی اور بچے ہی نہ مانیں، تو وہ اپنی ذات پر نظر ڈالے کہ میں خود کمزور ہوں، الا ماشاءاللہ حضرت لقمان کی بات کو بھی قرآن نے یوں بیان کیا

﴿وَاِذْقَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ سورہ لقمان: ۱۳

اے تاجدار دو عالم! وہ منظر بھی قابل ذکر ہے، جب لقمان نے اپنے بیٹے کو وعظ و نصیحت کی، وہ وعظ و نصیحت بھی اپنے صحابہ کو پڑھ کر سنا دیں، وہ منظر بھی قابل ذکر ہے، جب لقمان نے اپنی اولاد کو انمول خزانہ عطا کیا، یہاں کسی نے تو بڑی بڑی حویلیاں بنائی ہوں گی، اور ٹیکس کے انبار لگا کر کچھ مختلف علاقوں اور صوبوں میں اپنے محلات اور ایوان بنائے ہوں گے اور کسی نے بنک بیلنس بنا کر اپنی اولاد کو انمول خزانہ کی نصیحت و وصیت کی ہوگی، لیکن ایک ہمارا درویش ہے، جسے قرآن نے لقمان کہا، اس لقمان کی نصیحت کو بھی اپنی جماعت کے سامنے بیان کریں، جب لقمان نے اپنے پیارے بیٹے سے یہ بات کہی اے میرے لخت جگر! میرا ایک وعظ سن لو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، یہ شرک بڑا ظلم ہے، اللہ رب العزت جب چاہے تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں، لیکن شرک کو معاف نہیں کرتے، یعنی جو شخص مشرک ہو کر مرا ہو، وہ نا قابل معافی ہے۔ یہ لقمان کی نصیحت تھی۔

ایک بات تو یہ کہ جو خزانہ باپ کے پاس قیمتی ہوگا، وہ خزانہ اپنی اولاد کو دے کر جائے گا، عرض کرنی ہے یہ بات دوستو! خزانہ قرآن نے کس کو کہا بتاؤں گا۔

وعظ اور وصیت:

اب دوسری بات جو اہم ہے، وہ یہ کہ جہاں بہت اہم بات ہو، قرآن اس کو دو لفظوں سے تعبیر کرتا ہے، ایک وعظ سے اور دوسرا وصیت سے۔

﴿وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا﴾ سورہ الاحقاف: ۱۵

لفظ وصیت سے بیان کیا، یہ اہم بات ہے اور دوسری وعظ، اس میں خیر خواہی ہی خیر خواہی ہوتی ہے۔

پرانے زمانے میں، یعنی کچھ عرصہ پہلے یہ ایک اعلان ہوتا تھا، ہم نے بھی اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ فلاں محلے میں فلاں مولوی صاحب آرہے ہیں، وعظ ہوگا، یہ مسنون لفظ ہے، وعظ میں سراسر خیر خواہی ہوتی ہے۔

﴿وَهُوَ يَعِظُهُ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ﴾ سورہ لقمان: ۱۳

کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، نہ ذات میں جیسا کہ عیسائیوں نے بنایا ہے کہ

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ سورہ المائدہ: ۷۳

وہ کافر ہے، جنہوں نے اللہ کو ثالث ثلاثہ کہا کہ مریم، عیسیٰ اور اللہ یہ تینوں کا مجموعہ اللہ ہے، حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔

﴿وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ سورہ المائدہ: ۷۳

ایک معبود ہے، وحدہ لاشریک ہے، اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں ہے، کسی نے کہا ''عزیر ابن اللہ'' اور کسی نے کہا ''عیسیٰ ابن اللہ'' یہ ذات میں شرک ہے اور اس سے انسان کافر ہو جائے گا۔

اور دوسرا علم میں شرک ہے، آپ حضرات کو آیت الکرسی کی فضیلت معلوم ہے کہ چور سے حفاظت کے لئے مجرب ہے اور بچوں کو ڈر لگے، اس کے لئے بھی مجرب ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ ایکسیڈنٹ سے حفاظت کے لئے بھی مجرب عمل ہے، آپ لوگ بغیر کسی اختلاف کے آیت الکرسی کو مانتے ہیں، جو تیسرے پارے کی ایک آیت ہے، اس کا ترجمہ اور تفسیر دیکھ لو، اس میں صرف اور صرف توحید وحدہ لاشریک ذات کی بیان ہوئی ہے، فرمایا

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ

اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَلَا يَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾سورہ البقرۃ:۲۵۵

اسی کے قبضے میں ہے سب کچھ، کون یہ جانتا ہے کہ فلانا پیر فقیر سفارش کرے گا، ہرگز نہیں، فلانہ اللہ کا مقرب ہے، سفارش کرے گا، ہرگز نہیں۔ آخرت میں اللہ پاک جس کو اذن دینگے، وہ ہی سفارش کرے گا اور سب سے بڑے شفاعت کرنے والے رسول اللہ ﷺ ہیں، پھر فرشتے ہیں اور جس کو اللہ اجازت دیں گے، ہمیں دنیا میں کیا معلوم، کون سفارش کرے گا، انبیاء کے علاوہ اور کوئی نہیں، کسی کے بارہ میں کہہ سکتا، یا صحابہ کے بارہ میں کہ وہ مغفور ہیں، عام کسی ولی اللہ کے بارہ میں یہ نہیں معلوم ہوسکتا، کہ وہ جنتی ہے، اب وحی تو آ نہیں سکتی ہے وحی منقطع ہے، کوئی کسی کی سفارش نہیں کرسکتا، مگر اللہ رب العزت کی اجازت کے ساتھ اور وہ آخرت میں جس کو اجازت عطا کریں گے۔

اسی کے پاس ہے علم حقیقی اور کوئی نہیں جانتا، جو کچھ اللہ جانتا ہے اور وہ جسے چاہے جتنا علم عطا کردے، یہ علم غیب نہیں ہوتا، جو اللہ رب العزت عطا کردے، علم غیب وہ ہوتا ہے، جو بغیر کسی عطا کے انسان کو معلوم ہو جائے۔

قیمتی خزانہ:

عرض کر رہا تھا کہ قیمتی خزانہ۔ سورۃ کہف میں ایک لمبا واقعہ حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے، اس میں ایک بات کرنی ہے کہ وہ ایک مقام پر گئے جہاں ایک دیوار ٹیڑھی تھی، حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایک خادم یوشع بن نون تھے (بعد میں وہ بھی پیغمبر ہو گئے تھے) حضرت خضرؑ نے اس ٹیڑھی دیوار کو سیدھا کر دیا، موسیٰ علیہ السلام نے منع بھی کیا کہ انھوں نے کھانا تک نہیں کھلایا، ان سے اجرت تو لے لو۔

بہر حال! پھر وجہ بتائی کہ دیکھو یہ دیوار اس لئے سیدھی کی ہے، کہ وہ دو یتیم بچوں کی تھی، ن کے والدین نیک لوگ تھے، خصوصاً والد اور جب بچے بالغ ہو جائیں گے، تو اس وقت خود

ان کے دل میں الہامی طور پر خیال آئیگا، کہ مکان کو درست کرتے ہیں، تو وہ خزانہ ان کو مل جائے گا، ہمیں آپ کے رب کی طرف سے حکم ہوا تھا کہ یوں کر دو، پس ہم نے ایسا کر دیا، وہ خزانہ کیا تھا، اس کے بارے میں حضرت حسن بصریؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک تختی تھی سونے کی اور اس پر یہ لکھا تھا کہ بڑا کمبخت ہے، وہ شخص جو حساب و کتاب کو مانتا ہے لیکن اس کے مطابق اعمال نہیں کرتا، بڑا بد بخت ہے وہ شخص جو موت کو مانتا ہے، اسکے مطابق تیاری نہیں کرتا اور پھر یہ لکھا تھا۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ
يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ "

یہ خزانہ ہے، جس کی حفاظت کی جارہی تھی۔

ایک بادشاہ کا قصہ:

تقویٰ اور نیکی ہی اصل خزانہ ہے، وہ صرف غربت مفلسی میں ہی نہیں بلکہ بادشاہ ہو کر بھی اسے حاصل کیا جا سکتا ہے، چنانچہ شیخ سعدی نے لکھا ہے ایک بادشاہ فوت ہونے لگا، تو اس کو اپنے ماتحت کوئی صحیح بندہ محسوس نہ ہوا، کہ اس کو میں ولی عہد بنا جاؤں، بادشاہ نے کہا کل صبح جو شہر میں سب سے پہلے داخل ہوگا، تو میں اس کے حوالے بادشاہت کر دوں گا اور کچھ نوکر چاکر پہرے پر بٹھا دیئے کہ دیکھنا کل شہر میں کون سب سے پہلے داخل ہوگا، شیخ کہتا ہے کہ شہر میں جو سب سے پہلے داخل ہوا وہ ہماری جماعت کا ایک قلندر تھا، وہ درویش بوریا نشین تھا، بس زبردستی بادشاہ بنا دیا گیا اور جب زبردستی کسی کو بادشاہ بنا دیا جائے، تو حدیث میں آتا ہے کہ اللہ رب العزت کی طرف سے مدد آتی ہے اور جو بادشاہ، یا قاضی بھیک مانگ کر بادشاہت وقضاۃ حاصل کرے کہ میں الحاج ہوں، تمہارے قیمتی ووٹ کا مستحق ہوں اور میں تمہارا غلام ہوں، بھیک مانگ کر جو بادشاہ بنے، تو حدیث میں آتا ہے اس کے ساتھ اللہ کی مدد نہیں ہوتی۔ جس کو زبردستی بادشاہ بنایا اور لوگ کہتے ہیں کہ تم بادشاہ بنو، وہ کہے کہ نہیں بنتا، اس پر اللہ کی مدد آتی ہے۔

بہر حال! وہ شیخ کہتے ہیں کہ وہ ہماری جماعت کا ایک فرد تھا، وہی اتفاق سے شہر میں پہلے داخل ہوا، تو دائرہ اختیار بتانا چاہتا ہوں، زبردستی اس کو بادشاہی کا تاج پہنادیا، چند دنوں بعد شیخ نے کہا درویش سے، یعنی اپنے ہم سبق کو ملنے تو جاتے ہیں، چلو ساتھ لئے چلیں چند اور ساتھی بھی چلے، سلام کیا اور پوچھا کیا حال ہے ماشاء اللہ؟ تم تو بادشاہ ہو گئے ہو، ہم تو خیر و عافیت پوچھنے کے لئے آئے ہیں، اس نے کہا، کیا خیر و عافیت ہے، تکلیف ہی تکلیف ہے، عجیب بات ہے کہ ہمارے بادشاہ چھوڑتے ہی نہیں ہیں، اسٹیج اور کرسی کو اور وہ کہتا ہے کہ تکلیف ہی تکلیف ہے، کیسی بادشاہت ہے؟

وہ کہنے لگا پہلے کبھی کبھی دن کو اپنی ایک سوکھی ہوئی روٹی کی فکر ہوتی تھی، دن میں ایک دفعہ کہیں سے مل جائے، سوکھی ہوئی روٹی، تو کوئی اور فکر نہیں تھی اور ایک کمبل تھا پھٹا پرانا تھوڑی سی اس کی فکر ہوتی تھی کہ کبھی کبھی ٹھنڈ لگ جائے، تو وہ اوڑ لیتا تھا، ایک اپنی اس گودڑی اور ایک سوکھی روٹی کی فکر ہوتی تھی، بڑی سکون کی زندگی تھی اور اب بہت ساری فکریں ہیں، کوئی کہاں ہے کوئی کہاں۔ معلوم نہیں کسی کو روٹی مل رہی ہے، یا نہیں، کسی کو کچھ مل رہا ہے، یا نہیں مل رہا، تو بس ایک سوکھی روٹی کی بھوک تھی، وہ بھی ختم ہو گئی ہے، یہ دائرہ اختیار زیادہ ہو جائے، تو فکر بڑھ جاتی ہے۔

یعقوب علیہ السلام کی نصیحت:

قرآن مجید میں پہلے پارے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی بات کی ہے اور فرمایا:

﴿ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ ۢ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾

سورہ البقرہ: ۱۳۳

جب ہمارے پیغمبر! یعقوب علیہ السلام کے پاس موت کے فرشتے آ گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اولاد کو بلایا، اے میرے بچو! بیٹھ جاو اور تمہارے سامنے تمہارا ابا

رخصت ہو رہا ہے، دنیا کو چھوڑ کر جا رہا ہے، لیکن ایک بات بتاؤ کس کی عبادت کرو گے بتاؤ؟ تب بیٹے بولنے لگے، اے پیغمبر وقت! اے ہمارے ابا جی! آپ دنیا سے جا رہے ہیں، ہماری فکر نہ کرنا توحید کے بارے میں، ہم اسی کو اپنا معبود بنائیں گے، جو آپ کا معبود تھا اور ہے اور جو ہمارے آباؤ اجداد کا معبود تھا اور ہے اور جو اسماعیل کا، ابراہیم کا، اسحٰق کا ایک وحدہ لا شریک لہ ہے، ہم اسی ہی کی بات مان کر چلا کریں گے، آپ پریشان نہ ہوں۔

نیک والد اپنی اولاد کو یہ نصیحت کر کے جاتا ہے کہ اللہ کی ذات میں کسی کو شریک نہ بنانا۔

دین کا مطالعہ کیجیے:

دوستو! دنیا کا کوئی مذہب محفوظ نہیں ہے، اس طرح جس طرح رسول اللہ ﷺ کی شریعت محفوظ اور مدون ہے، اب تو اردو میں بھی صحیح مستند کتابیں آگئیں ہیں، پڑھ لیں کہ اسلام میں کہاں ہے مزاروں میں جانا اور مزار بنانا۔ قرآن نے کیا کہا ہے

﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ (سورة البقرة، آیت : ۱۷۳)

یہ مردار فلاں فلاں یہ سب حرام ہیں اور جو چیز منسوب الیٰ غیر اللہ ہو، وہ بھی حرام ہے اور اللہ کا نام لیکر ذبح ہو، لیکن غیر اللہ کی جگہ پر ہو، یا غیر اللہ کا نام لیکر چھوڑ دیا ہو، کہ یہ آزاد ہے۔ یہ فلاں پیر کے نام پر آزاد ہے۔ یہ شرک ہے۔

دوستو! کسی امام کی بھی بات مت مانو کہ وہ اختلافی بات کر رہا ہے۔ سیدھا سیدھا اردو ترجمہ پڑھو، توحید اور رسالت سمجھ آجائے گی، قرآن مجید نے وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔

ظلم کیا ہے؟

ایک حدیث میں ہے کہ صحابہؓ پریشان ہو گئے جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی

﴿ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ (سورۃ الأنعام، آیت:۸۲)

جنہوں نے ایمان لایا اور ظلم نہیں کیا، یہ کامیاب ہیں،
صحابہ رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے کہ تھوڑی بہت غلطی، یا غلام کو تھپڑ مار دینا، یا کچھ اور ہم سے ہو جاتا ہے، تو پھر جنت میں کون جائے گا اور کامیاب کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وَ لَمْ يَلْبِسُوٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾(سورۃ الأنعام ، آیت : ۸۲)

یہاں ظلم سے مراد شرک ہے، جو قرآن مجید میں سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے،

﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾(سورۃ لقمان، آیت : ۱۳)

شرک ظلم ہے، اگر یہ ہو گیا، تو ایمان کام کا نہیں ہے، بس ختم، اگر کوئی گنہگار تھا، علاوہ شرک کے اور وہ معافی مانگے بغیر دُنیا سے چلا گیا، تو پھر بھی اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے لیکن اللہ کی ذات میں شرک کرنے والا دُنیا سے چلا جائے، بغیر توبہ کے، تو اس کے لئے معافی نہیں ہے،
حالی نے بڑے دکھ سے بات کہی ہے، اپنے پاک و ہند کو دیکھ کر، حالی کہتا ہے:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مؤمنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

یہ سب شرک ہے جس کو آج عبادت کا نام دیا جاتا ہے۔

دوستو: تمام شرکیہ امور سے بچنے کی کوشش کریں، اور رسوم اور بدعت سے اجتناب کریں ب ایمان صحیح اور عمل صحیح بن کر مقبول ہوگا۔

اللہ دین کی سمجھ اور عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

"......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ......"

(۲) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ . اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفیٰ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الانْبِیَآ ءِ وَعَلیٰ آلِہ وَ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوفَوْاعَھْدَہ اَلَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ العَرَبِ العَرْبَآءِ وَخَیْرُ الخَلائِقِ بَعْدَ الاَنْبِیَآءِ .اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿ وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا وَذَرُوْا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اَسْمَآئِہٖ سَیُجْزَوْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ، وَ مِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّۃٌ یَّھْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِہٖ یَعْدِلُوْنَ ﴾ (سورۃ الأعراف ، آیت : ۱۸۰ . ۱۸۱)

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: لِلّٰہِ عزوجل تِسْعَۃٌ وَّ تِسْعُوْنَ اِسْمًا مائۃ الا واحدا مَنْ اَحْصَاھَا کلھا دَخَلَ الْجَنَّۃَ .(سنن الترمذی ، مسند احمد ، مسند ابی ھریرۃ ، الحدیث:۹۵۱۳)

صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الاُمِّیُّ الکَرِیْمِ ، وَنَحْنُ عَلیٰ ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین .

تمہید:

نوے پارے کی دو آیاتِ کریمہ اور جناب نبی پاک ﷺ کا ایک ارشاد تلاوت کیا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام کا ذکر ہے اور ان کی فضیلت اور خوبیوں کا تذکرہ ہے۔

آیت قرآنی کا مفہوم:

فرمایا

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ، وَ مِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴾ (سورة الأعراف ، آیت : ۱۸۰ . ۱۸۱)

اللہ ہی کے لیے ہیں اچھے نام، انہی ناموں کے ذریعے تم اللہ کو بلایا کرو، پکارا کرو، دعا کیا کرو، جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ملاوٹ کی، ان کو سزا ملے گی، ایک جماعت ایسی رہے گی، جو حق بات کی دعوت دیتی رہی ہے اور رہنمائی صحیح کرتی رہے گی۔

حدیث کا مفہوم:

اور آپ ﷺ کا جو ارشاد تلاوت کیا ہے، امام ترمذی نے یہ حدیث نقل کی ہے، جناب نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ننانوے نام ہیں، جو شخص ان ناموں کو پورا یاد کر لے اور ان ناموں کے مطابق اس کا عقیدہ ہو، جنت میں داخل ہوگا، اور ان کو پڑھا کرے اور ان کے واسطے سے دعاء مانگا کرے۔

اسماء الحسنٰی کی تعداد:

علماء نے قرآن مجید میں سے اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام گنے ہیں، جو تقریباً تہتر ۷۳ ہیں اور بھی احادیث کی کتابوں میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ناموں کا ذکر کیا ہے، کسی حدیث میں کم، کسی میں زیادہ ہیں، سب سے زیادہ جو تعداد منقول ہے، وہ ننانوے ۹۹ ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ کے یہ نام توقیفی ہیں، ان کی حد بندی نہیں ہیں کہ بس اللہ تعالیٰ کے اتنے ہی نام ہیں اور اس سے زیادہ نہیں ہیں، ایسا نہیں ہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں پانچ ہزار (۵۰۰۰) نام ذکر کئے ہیں، علامہ ابوبکر ابن العربیؒ نے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام ذکر کئے ہیں۔

آپ حضرات نے دیکھا ہوگا کہ قرآن مجید کے کے بعض نسخوں کے شروع میں اللہ تعالی کے صفاتی نام لکھے ہوئے ہوتے ہیں، یہ صفاتی نام اسی حدیث ترمذی سے نقل کر کے لکھے جاتے ہیں۔

اسماء الحسنٰی کا پڑھنے کا طریقہ:

اگر کوئی شخص حرف ندا لگا کر پڑھنا چاہتا ہے، تو پھر صفاتی ناموں پر الف لام نہیں لگانا چاہیے، یعنی یوں پڑھنا ہے یا رحمٰن، یا رحیم، یا غفور، یا کریم۔ یا حرف ندا کے ذریعے جب پڑھا جائے۔

اور اگر کوئی شخص الف لام لگا کر پڑھنا چاہے، تو پھر یا حرف ندا نہیں لگانا ہے، امام ترمذی نے رسول ﷺ کی یہ حدیث نقل کی ہے، اس میں یا حرف ندا کے بغیر ننانوے نام ذکر ہیں۔ پھر الف لام لگا کر یوں پڑھے گا۔ الرحمٰن، الرحیم، الغفور...... الخ

اسماء الحسنٰی کو پڑھنے کا معمول بنائیے:

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اللہ کے ناموں کو صبح وشام پڑھنے کا معمول ہونا چاہئے، بعض حضرات نے اس حد تک اللہ تعالی کے صفاتی ناموں کا تجربہ ذکر کیا ہے کہ ہر طرح کی مشکل سے اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے نجات دیتے ہیں، خواہ دنیاوی اعتبار سے پریشانیاں ہوں، یا اخروی لحاظ سے، ان ناموں کے پڑھنے سے دنیاوی مسائل بھی حل ہو جاتے ہیں...... رزق میں بھی فراوانی آتی ہے...... گھر میں سکون آتا ہے۔

اسماء الحسنٰی کی تین برکتیں:

تین برکتیں لکھیں ہیں، ان ناموں کے پڑھنے کی:

۱)...... ایک تو یہ کہ سکون قلب حاصل ہوگا، انسان جب پریشان رہتا ہے، اس کا دل مضطرب رہتا ہے، غم وحزن میں ڈوبا رہتا ہے، پریشان ہے، یا دل میں پریشانی ہے، نہ نیند آرہی ہے، نہ کسی چیز میں ذائقہ ہے اور جس شخص کے دل میں آخرت کا غم ہے، اخرت کی

پریشانی ہے، آخرت میری صحیح ہو جائے، تو یہ دل مضطرب نہیں رہتا، یہ مطمئن رہتا ہے، سکون میں رہتا ہے، کہ جب اصل پریشانی اس دل کو لگ جائے، جس پریشانی کے لیے اس دل کو بنایا گیا ہے، رضائے ربانی کی پریشانی ہو، شفاعت رسول ﷺ کی پریشانی ہو، آخرت کے سکون کی پریشانی ہو، یہ پریشانی وہ ہے جس کے لیے اس دل کو بنایا گیا ہے، اگر یہ لگ جائے، یہ دل مطمئن ہو جاتا ہے، جب تک کوئی شخص دنیاوی الجھنوں میں لگا ہوا ہے، پریشان ہے، نیند اڑی ہوئی ہے، نہ آرام میں راحت، نہ کھانے میں راحت، نہ سیر میں راحت ہے، تو اس وقت دل پریشان ہوتا ہے، جب اس کو دنیاوی پریشانی ہو، یا آخرت کی پریشانی ہو، وہ بے چین ہو گیا ہے، تو جناب نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں ننانوے نام ذکر کیے ہیں، جو اکثر جگہوں میں لکھے ہوئے ہیں، جو صبح و شام ان ناموں کا ذکر کرتا ہے اور پڑھتا ہے تو اس کو سکون قلب کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایک نعمت ہے۔

۲)......اور دوسری نعمت اس کو تزکیۂ نفس کی حاصل ہوتی ہے، جو انسان کا نفس ہے غلط کاری کی طرف لیکر جاتا ہے، وہ نفس اس کا پاک ہو جاتا ہے، دل و دماغ اور نفس جو اس کو مخالف لے جاتے ہیں، وہ پاک ہو جاتے ہیں، موافق ہو جاتے ہیں۔

۳)......اور تیسرا فائدہ وہ ہے، تجلیہ روح، روح کو جلا ملتا ہے، روح جو ہے اللہ تعالیٰ کا امر ہے، کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں، یہ جو انسانی جسم ہے، دو چیزوں سے مرکب ہے: ایک ظاہری مادی اشیاء سے، مٹی، پانی، آگ، ہوا، یہ تمام چیزیں اسی کائنات کی ہیں، جس سے انسان کا جسم بنتا ہے اور دوسری چیز اس نفس میں روح ہے، جو اللہ تعالیٰ کا امر ہے، روح اور جسم ملکر انسان بنتا ہے، روح اگر نکل جائے، تو کوئی بھی اسے انسان نہیں کہتا، میت کہتے ہیں۔

روح کی حقیقت:

اور روح ہے کیا؟

﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ ﴾

(سورۃ الاسراء، آیت : ۸۵)

لوگوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ روح کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا روح امر ربی ہے، یہ اللہ کا امر ہے، اللہ کی صفت ہے، اللہ کا آڈر ہے، یہی وجہ ہے کہ جب یہ جسم سے جدا ہوتی ہے، تو یا علیین میں چلی جاتی ہے، یا سجین میں، اعمال کے حساب سے، یہ جسد جس جگہ کی امانت ہے، جس جگہ سے اس کا خمیر لیا گیا، اسی جگہ میں اس کی قبر بنادی جاتی ہے اور پھر میدان حشر میں ہم اس کو اٹھائیں گے۔

روح اور جسم کی غذا:

روح کی غذا وہ ہے، جو آسمانوں سے نازل ہوتی ہے، اس جسم کو زمین سے بنایا گیا ہے، اس کی غذا اللہ رب العزت زمین سے غلات کی شکل میں دے رہا ہے، تو اس وقت جسم صحیح رہے گا کہ جہاں سے یہ پیدا ہوا ہے، وہاں سے اس کو غذا ملے گی اور روح خوش رہتی ہے کہ جہاں سے وہ آئی ہے، وہاں سے اس کو غذا ملتی ہے، روح اللہ کی طرف سے آئی ہے، اس عالم سے آئی ہے، روح کی غذا اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کی کتاب کی تلاوت ہے اور اللہ کے ناموں کا ذکر ہے، گناہوں سے بچنا اور نیکیاں بجالانا یہ روح کی غذا ہے۔

ننانوے ناموں والی حدیث:

جناب نبی پاک ﷺ کی حدیث ہے، امام بخاری اور امام مسلم نے حدیث یوں نقل کی ہے کہ اللہ کے ننادوے نام ہیں، جس نے ان کو یاد کرلیا اور ان ناموں کا اللہ کو واسطہ دے کر اپنی جھولی پھیلائی، اللہ اس کو عطاء کرے گا اور امام بخاری نے اور امام مسلم نے اتنا ہی نقل کیا ہے، آگے نام نہیں ذکر کیے، صحاح ستہ میں سے ایک کتاب ہے، ترمذی شریف۔ امام ترمذی نے وہ حدیث اپنی کتاب میں نقل کی ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ کے ننادوے نام ہیں، وہ نام یہ ہیں:

"ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمن ، الرحیم ، الملک ، القدوس ، السلام، المؤمن ، المھیمن ، العزیز ، الجبار ،

المتکبر ، الخالق ، البارئ ، المصور ، الغفار ، القهار ، الوهاب ، الرزاق ، الفتاح ، العليم ، القابض ، الباسط ، الحافظ ، الرافع ، المعز ، المذل ، السميع ، البصير ، الحكم ، العدل ، اللطيف ، الخبير ، العزيز ، الغفور ، الشكور ، العلى ، الكبير ، الحفيظ ، المقيت ، الحسيب ، الجليل ، الكريم ، الرقيب ، المجيب ، الواسع ، الحكيم ، الودود ، المجيد ، الباعث ، الشهيد ، الحق ، الوكيل ، القوى ، المتين ، الولى ، الحميد ، المحصي ، المبدئ ، الميعد ، المحى ، المميت ، الحى ، القيوم ، الواجد ، الماجد ، الاحد ، الصمد ، القادر ، المقتدر ، المقدم ، المؤخر ، الاول ، الآخر ، الظاهر ، الباطن ، الوالى ، المتعالى ، البر ، التواب ، المنتقم ، العفؤ ، الرؤوف ، المالك ، الملك ، ذوالجلال والاكرام ، المقسط ، الجامع ، الغنى ، المغنى ، المانع ، الضار ، النافع ، النور ، الهادى ، البديع ، الباقى ، الوارث ، الرشيد ، الصبور "

امام ترمذی نے یہ ننانوے نام نقل کئے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے یہ ننانوے نام گنوائے۔ ایک مقام پہ جناب نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ان ننانوے ناموں کو پڑھ کر دعا مانگتا ہے، ان کو دنیا میں سکون وراحت عطاء فرماتا ہے اور آخرت میں بھی اسکو کامیابی اور سرفرازی ملے گی۔

" اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِىْ بِيَدِكَ فَازٍ فِىَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِىَّ قَضَائُكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ "

اے اللہ! آپ کے ناموں کا واسطہ دیتا ہوں، جو آپ نے خود بتائے ہیں، اپنے نام کو

کتابوں میں ذکر کیا، انسانوں میں سے آپ جس کو نام سکھا دیں، مراد رسول ﷺ ہیں اور آپ کے نام کچھ اور بھی ہیں، جو آپ ﷺ نے اپنے پاس رکھے ہیں اور ہمیں نہیں بتائے، ان ناموں کا بھی واسطہ ہے، اے اللہ ان ناموں کا واسطہ ہے جو آپ نے قرآن مجید میں نازل کئے ہیں ان ناموں کے واسطے سے میں یہ دعا کرتا ہوں کہ قرآن مجید کتاب کو میرے لئے بہار بنا دے، بہار کا موسم اچھا ہوتا ہے، اس میں پھل اور پھول لگتے ہیں، باغ اچھے لگتے ہیں، سیر کرنا اچھا لگتا ہے، سیر صحت کے لئے مفید ہے، تو اللہ میں آپ کو آپ کے ناموں کا واسطہ دیتا ہوں، کہ قرآن مجید کو میرے لئے بہار بنا دے، کہ میں قرآن میں پھروں قرآن میں سیر کروں، ان میں جو نعمت ہیں، ان کا تذکرہ کرکر کے خوش ہوں اور آپ سے مانگوں اور اس میں جو کچھ نازل ہوا ہے، اس کے مطابق چلوں، جن سے منع کیا گیا ہے، ان سے بچوں، قرآن کو میرے لئے بہار بنا دے اور میرے دل کا سکون بنا دے، اور ان ناموں کے واسطے سے میرے غم و حزن اور پریشانی کو آپ دور فرما دیں۔

تو میں یہ بات کر رہا تھا کہ اللہ کے صفاتی نام بہت ہیں، ترمذی شریف میں وہ حدیث موجود ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے ننانوے نام اللہ رب العزت کے ذکر کئے، جو آپ کے سامنے میں نے پڑھے ہیں اور یہ یاد کرنا کوئی مشکل نہیں، صبح و شام کا معمول ہو، یاد نہ ہو قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھ لیں۔ انشاء اللہ چند دنوں میں یاد ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام:

اور اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام لفظ اللہ ہے، حتیٰ کہ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اسم اعظم وہ مخفی ہے لفظ اللہ میں، جو لفظ اللہ کا ذکر زیادہ کرتا ہے، اسکو اسم اعظم ملتا ہے۔

بعض حضرات نے آیت الکرسی میں اسم اعظم لکھا ہے اور بعض حضرات نے آیت کریمہ میں اسم اعظم لکھا ہے، لیکن بعض حضرات محدثین و مفسرین کا رجحان یہ ہے کہ اللہ کے اسم ذاتی میں اسم عظم ہے اور اس کے ہر حرف سے اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف اشارہ ہے۔ لفظ اللہ سے جب ہمزہ کو ہٹا دے، تو للہ رہتا ہے، یہ بھی اللہ کا نام ہے۔ فرمایا

﴿وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾(سورۃ الحدید ، آیت : ۲)
اسی ہی کے لئے زمین اور آسمان کی بادشاہت۔
پھر جب لام کو بھی ہٹادیں تو لہ رہ جاتا ہے۔فرمایا
﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾(سورۃ الحشر،آیت : ۲۲)
لہ ضمیر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ رہی ہے۔
اور لام بھی ہٹادیں تو ھو رہ جاتا ہے۔فرمایا:
﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ﴾(سورۃ الحج ، آیت : ۱)
اس سے بھی اللہ ہی مراد ہے۔

اللہ کا ذکر وقوع قیامت میں رکاوٹ:

جب دنیا میں اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہیں رہے گا، تو قیامت آئے گی، بلفعل وقوع، بالفعل وقوع کا مطلب یہ ہے کہ چیخ شروع ہوجائے گی، آواز لگ جائے گی اور اس آواز میں اتنی بے چینی ہوگی، کہ دل پھٹنے لگ جائے گا، قرآن نے بتایا کہ شہر کے لوگ جنگل کی طرف بھاگنے لگیں گے، اس آواز کو سن کر، اس میں اتنی بے چینی ہوگی کہ جنگل کے جانور شہر کی طرف بھاگنے لگیں گے، جنگلوں میں سکون نہیں ملے گا اور فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ﴾

اے انسانو! اللہ سے ڈرتے رہو، اس لئے کہ ایک دن آنے والا ہے، اس دن کی ہولناکی کسی سے تاب نہیں لائی جائیگی، تو لوگوں کو دیکھے گا، وہ دیوانے ہونگے، اس آواز کو سن کر اپنے حواس کھودیں گے، لیکن حقیقت میں وہ پاگل نہیں ہیں اور حاملہ حمل گرادے گی، دودھ پلانے والی بچے کو پھینک دے گی، جنگلی درندے شہروں کی طرف دوڑیں گے اور شہری لوگ اپنے گھرانوں کو چھوڑ کر جنگلوں کی طرف دوڑیں گے۔

جناب نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کا وقوع نہیں ہوگا، مگر اس وقت ہوگا کہ جب اس کائنات میں ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا نہیں ہوگا۔

صفاتی نام کی اقسام:

اللہ کے صفاتی نام دوطرح کے ہیں:

۱)......ایک وہ صفاتی نام، جن میں اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے، لفظ رحمٰن ہے اور رازق ہے اور حی ہے، یمیت ہے، وہ مارتا ہے، جو اللہ کی صفاتِ ذاتیہ ہیں، ان میں اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

۲)......بعض نام اللہ کے ایسے ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کی جھلک کچھ کچھ اللہ نے انسانوں کی طرف سپرد کی ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ عالم ہے، علم کی صفت اللہ نے انبیاء کو دی ہے، انبیاء کے واسطہ سے امتیوں کو علم ملا، صحابہ کرام کو ملا، اسی طریقہ سے اللہ مہربان ہے، رؤف ہے، رحیم ہے، یہ مہربانی کی صفت انبیاء کو دی، پھر انبیاء میں سے انبیاء کے ماننے والوں کو ملی، ایک مقام پر فرمایا اللہ تعالیٰ جب اپنی صفات جو اللہ تعالیٰ کی ذاتی نہیں ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف کچھ منتقل کی ہیں، وہ صفات اللہ رب العزت جب اپنے بندوں میں دیکھتا ہے، تو وہ خوش ہوتا ہے، مثلاً اللہ کی صفت علم ہے، جو اللہ کے آسمانی علوم حاصل کرنے میں لگ جائے، اس پر عمل کرنے میں، پڑھنے میں، پڑھانے میں اللہ خوش ہوتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا جو علم دین پڑھتا ہے، آسمانی علوم حاصل کرتا ہے اور اس کی رضا حاصل کرتا ہے، اس طالب علم کے لئے تمام غیر مکلّف مخلوق دعا کرتی ہے، جانور ہیں، یہ درخت ہیں، یہ چیونٹیاں، یہ مچھلیاں، یہ ندی نالے، یہ ساری اللہ کی مخلوق ہے، یہ کائنات ہے، لیکن مکلّف نہیں ہے، اللہ کے آڈر کے پابند ہیں، تو جب کوئی شخص اللہ کے علم میں لگ جاتا ہے، قرآن حدیث کے علم میں لگ جاتا ہے، تو پھر اللہ پاک حکم فرماتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ سمندر کی مچھلیاں بھی طالب علموں کے لیے دعا کرتی ہیں، اللہ کا آڈر ہو گیا، کیونکہ اللہ کے علم کو حاصل کر رہے ہیں۔

اللہ کی صفت میں مہربانی کرنا ہوتا ہے، کوئی شخص اگر لوگوں پر مہربانی کرنے لگ جائے، اللہ کی صفت ہے، معاف کرنا، کوئی شخص معاف کرنے لگ جائے، جس نے غلطی کی، پھر معاف کر یا، تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں کہ اس نے وہ صفت استعمال کی، جو میں نے انسان کو دی ہے۔

اللہ تعالیٰ اور ماں کی شفقت:

حدیث شریف میں آتا ہے، کل سو حصے ہیں رحمت کے اور ننانوے حصے اللہ رب العزت نے اپنے پاس رکھے ہیں کہ رحم وکرم کرتا رہوں گا مخلوق پر، ایک حصہ شفقت کا، رحم کا، مہربانی کا، عفوودرگزر کا سب کائنات کو دیدیا۔

اور ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شفیق ماں جو اپنے بچے سے شفقت کرتی ہے، اپنا سب کچھ قربان کردیتی ہے، رات کی راحتوں کو بھی قربان کردیتی ہے، نیندوں کو بھی قربان کردیتی ہے، اپنا نہانا دھونا، صفائی ستھرائی بھی بچوں کے آرام کے ساتھ متعلق کردیتی ہے اور باہر نکلنا، کسی رشتہ دار کے ہاں آنا جانا، وہ بھی بچوں کے ساتھ متعلق کردیتی ہے، آج بیماری ہے، آج باہر سردی ہے، یعنی سب کچھ ماں قرباں کردیتی ہے، اپنی شفقت کی بدولت، اپنے بچوں پر، لیکن فرمایا ماں اپنے بچوں کو کبھی دھوکہ نہیں دیتی، یہی وجہ ہے کہ سب کہتے ہیں یہ ماں کی دعا ہے، گاڑیوں کے پیچھے لکھا ہوتا ہے، یہ صحیح بات لکھی ہے، لیکن دعا ان کو ملتی ہے، جنہوں نے ماں سے دعا لی ہو، مائیں تو سب کی ہوتی ہیں، ماں کی دل کی دھڑکنوں میں جو گھس جائے، اس کو دعا ملتی ہے۔

جو خدمت کا یہ مقام حاصل کرلے، کہ اس کی کوئی دعا ایسی نہ ہو، جس میں بیٹا بھول جائے، اس درجہ میں بیٹا ماں کے قلب میں گھس جائے، پھر ماں کی دعا میں سب کچھ ہے، اور یہ محاورہ نہیں ہے، حدیث ہے کہ جنت ماں کے قدموں میں ہے، ماں کی قربانی ہے، جو میں بتارہا ہوں، تو جناب نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ ماں کی اتنی شفقت ہے کہ وہ اپنے نافرماں بچوں کو بھی عذاب میں نہیں دیکھ سکتی، اتنی شفقت ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانے کا ایک واقعہ ہے، مدینہ طیبہ میں ماں نے اپنے بیٹے کی شکایت کی تھی اور معاف نہیں کررہی تھی، آپ نے ساتھوں سے فرمایا کہ لکڑیوں کو جمع کرو، جلانا نہیں تھا، ماں کو سمجھانا تھا، ماں کی شفقت کا جائزہ لینا تھا، لکڑیاں جمع کی گئیں، آگ جلائی گئی، اس ماں سے پوچھا، آپ کے بیٹے کو میں اس آگ میں پھینک دوں؟ تو چیخنے لگی کہ اللہ کے رسول! معاف کیا ہے، آگ میں اپنے بیٹے کو جلتا نہیں دیکھ سکتی، معاف کردیا ہے، اس

وقت جناب رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ ماں اپنے نافرن بیٹے کو آگ میں جلتا دیکھ کر برداشت نہیں کرسکتی، تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی، اللہ رب العزت کی رحمت وشفقت ماں سے ستر گناہ زیادہ ہے وہ اپنے بندہ کو عذاب میں کیسے دیکھ سکتے ہیں، یعنی ستر ماؤں کی شفقت سے اللہ کی شفقت اور رحم زیادہ ہے۔

زبان سے یاصمد نکل گیا:

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مشرک کو کسی نے یہ بات کہی تھی، کہ تو پریشان حال ہے، تو یہ وظیفہ پڑھا کرو۔

یاصنم یا صنم یا صنم یا صنم ۔

صنم بت کو کہتے ہیں، اس نے اس پریشاں حال مشرک کو وظیفہ دیا کہ تیری پریشانی دور ہو جائے گی، تو یہ وظیفہ پڑھ، وہ پڑھتا رہا، لیکن ایک مرتبہ غلطی سے اس کے منہ سے یاصنم کے بجائے یاصمد نکل گیا، تو صمد اللہ کا نام ہے، تو آواز آئی۔ لبیک یا عبدی، غلطی سے اس کی زبان سے یاصمد نکل گیا، لیکن اللہ رب العزت کی رحمت سے آواز آئی، لبیک یا عبدی میں تو ہر جگہ حاضر اور ناظر ہوں، یہ اللہ کی صفت رحمت غالب ہونے کی بات ہے۔

پریشان کیوں؟

دوستو! کہ اللہ رب العزت کے ناموں میں ، اللہ کے احکاموں میں سب کچھ ہے، باقی دنیا سب تاریک ہے، اندھریوں کا گھر ہے، پریشانوں کا جھنجال ہے اور اس وقت پورا عالم خواہ مسلم عالم ہو، یا کافر عالم، سب پریشانوں میں ہیں، بعضوں نے بڑے مہلک جدید آلات بنا کر اپنے آپ کو سکون میں دیکھانا چاہا، تو ادھر سے کوئی خود کش حملہ والے بھی ہوگئے، وہ جدید آلات کو کیا کریں، وہ ان کو سنبھالتے رہتے ہیں، یہ کب اسٹارٹ ہوں گے اور کب بند ہونگے، جدید ترقی یافتہ بے سکون ہوگئے اور جو غریب ہیں وہ تو ہیں ہی بے سکون، عالم کفر بھی بے سکون، عالم اسلام بھی بے سکون، کافر پریشان ہیں، وہ تو ہیں ہی اللہ اور اسکے رسول کے دشمن۔

یہ مسلم کیوں پریشان ہیں؟ اس لئے کہ اس نے اپنی پریشانی کی دوا کوئی اور استعمال کی ہے، یہ روحانی بیمار اور دوائی کر رہا ہے، بلڈ پریشر کی مرض دماغی ہے اور یہ دوائی لے رہا ہے پیٹ کے ٹھیک ہونے کی، مرض کوئی اور ہے دوا کوئی اور ہے، اس لیے تو سارا عالم اسلام پریشان ہے، اجتماعی طور پر بھی، انفرادی طور پر بھی ہر مسلم پریشان ہے، بادشاہ اپنے طور پر پریشان ہے، یہ ویسے ہی اخباروں میں سجی سجی تصویریں بادشاہوں کی دیکھ کر خوش نہ ہوا کرو، یہ کوئی خوش نہیں ہیں، خوش تو وہ ہوتا ہے، جس نے اپنے دل میں اللہ کو بسایا ہو، پریشانیاں تو ہوتی ہیں، حضرت آدم کو جنت میں پریشان نہیں کر دیا اگلوں نے، لیکن مزہ تو اس پریشانی میں کہ آدمی پریشان بھی ہو اور پھر بھی اللہ کو یاد کرے۔

حق و باطل کی ازلی جنگ:

اقبال کہتا ہے:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

یہ حق باطل کی جنگ تو جنت سے شروع ہوئی اور دوبارہ جنت جانے تک رہے گی، ہمارے دادا آدمؑ کی جنگ ہوئی شیطان سے۔ حضرت آدمؑ اور حضرت ہواؑ کا جنت سے اترنے کے بعد نسل انسانی پھیلی...... پھر حضرت ابراہیمؑ کی جنگ ہو رہی ہے، نمرود کے ساتھ...... بعد میں حضرت موسیٰؑ کی جنگ ہو رہی ہے فرعون کے ساتھ یہ جنگیں ہوتی رہیں، حق و باطل کی ہر زمانے میں۔

پھر مبارک دور آ گیا، سرکار دو جہاں کا، یہاں بھی حق و باطل کی جنگ جاری ہے، باطل شرارت ابو جہل کی شکل میں آیا اور مشرکین مکہ کی شکل میں آیا اور ادھر ایک اللہ کا نمائندہ توحید کا پرچم لہرا رہا ہے، یہ جنگ ازل سے ہے، باطل ہمیشہ حق والوں سے ٹکراتا رہا ہے۔

دوستو! لیکن خود ریزہ ریزہ ہوتا رہا، اللہ پاک حق کا بول بالا کرتا رہا، اب تک بھی حق باطل کی یہ جنگ ہے حق والے صدق دل سے حق پر رہے تو حق کا بول بالا ہوگا۔ باطل مٹتا رہے گا عالم اسلام انفرادی اور اجتماعی طور پر سب پریشان ہیں، یہ سب بیمار ہیں اور دوائی کسی دشمن

سے حاصل کر رہے ہیں، جب دشمن سے ہماری لڑائی ہے، ہمارے نبی ﷺ کی لڑائی ہے، ہمارے اللہ کی جنگ ہے، تو جب دشمن ہمیں دوائی بنا کر دے گا، وہ ہمیں اس میں زہر ملا کر دے گا، اس سے شفا نہیں ہوگی، ہمارے لئے وہ دوائی مفید ہوئی جو اللہ کے رسول نے ہمیں دی ہے، شریعت پر عمل کرنا یہ ہماری نجات اور شفا کی دوائی ہے۔

اسماء الحسنیٰ پڑھنے کی تاکید:

دوستو! یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام، قرآن مجید، نبی پاک ﷺ کا درود اور پاک نبی ﷺ کی سنتیں اس میں مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے سکون رکھا ہے، جو چاہے حاصل کرلے اور جو نہیں حاصل کرتا، تجربہ کرلے، دوسری جگہوں میں جا کر جب سکون نہیں ملے گا، تو پھر اس کے بعد اس شعبہ میں داخل ہو جائے گا۔ سورہ فاتحہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے شروع ہوتی ہے۔ فرمایا

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ (سورۃ الفاتحۃ، آیت : ۱۔۵)

تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے، مالک ہے قیامت کے دن کا۔

یا اللہ! تیری ہی عبادت کرتا ہوں، تیری ہی مدد چاہتا ہوں اور پھر سجدے میں چلا جائے اور سارے صفاتی نام پڑھ لے، پھر تشہد میں بیٹھ کر اللہ کے سامنے اپنی جھولی پھیلا دے، تنہائی میں بیٹھے، عاجزی اختیار کرے، روئے، گڑگڑائے، یا اللہ آپ کو ان پاک ناموں کا واسطہ آپ اپنے پاک ناموں کی برکت سے ہمارے سارے مسائل حل فرما دے۔

تو اللہ تعالیٰ ہمارے سارے مسائل حل کرے گا، اللہ تعالیٰ آپ کی دادرسی کرے گا، رزق کے دروازے کھولے گا، فتح اور نصرت اور سکون کی گھڑیاں عطا کرے گا۔

مسلم بادشاہو!

اے مسلمانوں کے بادشاہو! اللہ کے دشمنوں سے مانگتے ہو..... اسلام کا لیبل لگا کر یہود

نصاریٰ کے سامنے جھکتے ہو...... جھولیاں پھیلاتے ہو...... اللہ کو ناراضگی کی دعوت دیتے ہو...... اللہ کے دشمنوں کے سامنے جھولیاں پھیلاتے ہو...... اللہ کو ناراضگی کی دعوت دیتے ہو...... اللہ کے دشمن کے سامنے جھولیاں پھیلانا بند کردو...... اللہ ہی سے مانگو...... اللہ کے سامنے اپنی جھولیاں پھیلاؤ...... اور اللہ ہی کے سامنے عاجز بن جاؤ...... آنسوں بہانے لگو...... اللہ تعالیٰ تم سے جلدی راضی ہوجائے گا...... کوئی انسان اتنا جلدی راضی نہیں ہوتا جتنا اللہ تعالیٰ جلدی راضی ہوتا ہے۔

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی:

فقیری مانگنے میں جو مقام ہے، رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی اللہ ہی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے نظر آئے، صحابہ کرامؓ نقل کرتے ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھوں کو اللہ کی بارگاہ میں اٹھاتے، تو ہمیں آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی کی چمک دکھائی دیتی تھی، اللہ سے مانگنا یہ ندامت نہیں ہے، فخر ہے اور اللہ سے مانگنے میں مقام ملتا ہے۔

قرآن بیاں کرتا ہے:

﴿یٰاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ﴾ (سورۃ الفاطر: ۱۵)

اے لوگو! تم سب اس کے در کے فقیر ہو۔ وہی بادشاہ ہے، وہی غنی ہے، وہی داتا ہے، وہی خزانوں کا مالک ہے، وہی عطاء کرنے والا ہے، اسی کے در کے فقیر بن جاؤ۔

اقبال کہتا ہے:

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت کر فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

اس فقری سے مزاروں پر بیٹھنے والے مجاور مراد نہیں، اس فقیری سے وہ فقیری مراد ہے، جن کی دن رات اللہ اللہ کر کے گزر جائے، ظاہری طور پر فقیر ہوتے ہیں، غریب ہیں، چہروں میں سرخی نہیں ہوتی، پیلا پن ملتا ہے۔

ارباب حکومت ہمیں کہتے ہیں تم طلباء کو قرآن وحدیث پڑھاتے ہو، لیکن کھانا کہاں سے

کھلاتے ہو؟ اور ہم کہتے ہیں جس رب کا ہم قرآن پڑھتے ہیں، جس رسول ﷺ کی ہم حدیث پڑھتے ہیں، وہ رب اپنے دشمنوں کو دیتا ہے تو اپنی کتاب پڑھنے والوں کو کیوں نہیں دے گا؟

ایمان کی بات ہے، تم نے اپنے دلوں میں دشمنوں کو بٹھایا ہوا ہے اور ہم نے اپنے دل میں اللہ کو اور اللہ کے حبیب کے نور کو سجایا ہوا ہے، ہمیں اللہ دیتا ہے، اللہ اللہ کرنے سے۔ جب دل نورانیت سے بھر جائے، وہ گوہر دل میں اللہ اور اللہ کے رسول کا گھس جائے، یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں سے نہیں ملتا۔ اقبال کہتا ہے

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

جو اللہ کے نام کا ورد کرنے والے ہیں ..... اللہ ان کو محروم نہیں کرتا ...... دنیا میں بھی ......آخرت میں بھی۔

اللہ کے صفاتی ناموں کے پڑھنے کا تذکرہ کر رہا تھا کہ ﴿ایاک نعبد وایاک نستعین﴾ کے بعد سارے اللہ کے نام پڑھے، پھر گڑگڑا کر اللہ سے مانگے، اللہ سے جب اللہ کے ناموں کا واسطہ دے کر مانگے گا، تو اللہ عطا کرے گا۔ فرمایا:

﴿ وَلِلّٰهِ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾

(سورۃ الأعراف، آیت : ۱۸۰)

اللہ کے ناموں کا واسطہ دے کر اللہ سے مانگو، اللہ سے واسطہ دینا اللہ نے خود سیکھایا ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سورۂ حشر کی آخری آیات ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا﴾ سے آخر سورت تک پڑھے، پھر اللہ کے سارے صفاتی نام پڑھے اور پھر اللہ سے دعا مانگے اور اللہ کو اللہ کے ناموں کا واسطہ دے کر دعا مانگے ان شاء اللہ ضرور قبول ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

"......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ......"

(۳) اللہ ایک ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الاَنْبِیَآء وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوفَوْا عَھْدَہٗ اَلَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَآءِ وَخَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الاَنْبِیَآءِ .اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾(سورۃ الأنبیاء ، آیت : ۲۵)

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : " اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ". (شعب الایمان ، بیھقی ،الحدیث : ۴۰۶۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الاُمِّیُّ الْکَرِیْمِ ، وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِین .

آیتِ قرآنی کا مفہوم:

قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ اور جناب نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد مبارک تلاوت کیا ہے، جس میں توحید باری تعالیٰ کا ذکر ہے۔

اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اے نبی! ہم نے آپ سے پہلے کوئی بھی رسول اور نبی نہیں بھیجا، مگر یہ کہ ہر رسول اور ہر نبی کی طرف یہ وحی کی ہے کہ وہ لوگوں کو بتائیں ''لا الہ الا انا'' کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ''فاعبدون'' لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو، یعنی اللہ رب العزت کی

ہی عبادت کرو، وہی معبود ہے۔

حدیث پاک کا مفہوم:

جناب نبی پاک ﷺ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ذکر کا سب سے اونچا جملہ اللہ کے ہاں ''لا الہ الا اللہ'' ہے، یہ توحید والا کلمہ اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے، کہ کوئی معبود نہیں مگر صرف اللہ۔

اور اللہ کو جو دعا پسند ہے، وہ ہے ''الحمد للہ''۔ اس میں دعا بھی ہے، اللہ کی تعریف بھی اور شکر بھی ہے، شکر کی وجہ سے نعمت میں خود اضافہ ہوتا ہے۔

توحید میں کوئی اختلاف نہیں:

تو اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے فرمایا جو بھی نبی آیا، اس کو آسمانی علوم عطا کئے گئے، البتہ فروعی مسائل میں ایک شریعت کا دوسری شریعت کے بعض مسائل میں اختلاف رہا ہے، کسی امت کے لئے تین نمازیں فرض تھیں اور ہمارے اوپر پانچ نمازیں فرض ہیں اور بھی کئی مسائل سے سابقہ امتوں سے بعد والی امتوں کا فرق رہا ہے، لیکن توحید باری تعالیٰ میں تمام امتوں میں کبھی بھی ذرہ برابر بھی فرق نہیں رہا اور توحید یہ ایمان کی اصل بنیادی چیز ہے کہ اللہ وحدہ لا شریک کو ایک ماننا...... عبادت کے لائق اسی کو ماننا...... قادر مطلق اسی کو ماننا...... سب صفات کا حامل اسی کو ماننا...... یہ توحید کا درس تمام شریعتوں میں برابر رہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ توحید کی تفصیلات قرآن مجید میں خوب وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں، ارکان اسلام میں سب سے پہلا رکن ایمان ہے اور ایمان میں سب سے پہلی اور بنیادی چیز توحید باری تعالیٰ ہے، پھر اس کے بعد رسالت ہے، پھر دیگر چیزیں۔

توحید کا مسئلہ تمام شریعتوں میں ایک رہا ہے، اس میں ذرہ برابر بھی اختلاف نہیں رہا اور توحید و رسالت کی بات اور خصوصا توحید کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ بیان کی، کہ

معبود میں کیا صفات ہونی چاہیے؟

معبود کے ساتھ کون سی چیزیں جن کو ملانے سے شرک ہو جاتا ہے؟

کون سی نذر لغیر اللہ ہے؟

اور کون سا جملہ شرک ہے؟

اور کس بات سے انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں؟

یہ باتیں قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہیں اور ارکان اسلام میں پہلا رکن توحید ہے، ایمان ہے، رہی بات عبادات کی اس میں اتنی تفصیلی جزئیات اور چھوٹی چھوٹی باریکیاں قرآن مجید نے نہیں بیان کیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے اور عمل سے امت کو ملی ہیں، بے شک وہ بھی آسمانی ہدایت ہی کے مطابق ہیں اور اسی طرح اوقات نماز بھی آسمانی ہدایت کے ساتھ حضرت جبرائیل آئے اور رسول اللہ ﷺ کو دو دن نماز پڑھائی، ایک دن ہر نماز اس کے اول وقت میں اور وہی نماز دوسرے دن آخری وقت میں پڑھائی، فرمایا یہ فلاں نماز کا وقت ہے اور یہ فلاں نماز کا وقت ہے۔ اور رکعتوں کی تعداد کہ کونسی نماز میں کتنی رکعتیں ہیں؟ یہ آسمانی ہدایت کے مطابق ہیں، لیکن قرآن مجید نے اس کی تفصیل بیان نہیں کی ، جتنا کہ مفصل طریقہ پر توحید کو بیان کیا گیا ہے۔

بنیادی تین چیزیں:

توحید میں تین چیزیں بنیادی ہیں:

۱)......توحید فی الذات، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی شریک نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے، نسبی رشتہ دار بھی نہیں ہے۔

۲)......توحید فی الصفات، یعنی اللہ کی صفات میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں، اللہ خالق ہے......اللہ مالک ہے......اللہ رزاق ہے......ان صفات ذاتیہ میں بھی اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے، اگر کوئی اللہ کی ذات میں، یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرائے گا، تو وہ مشرک ہو جائے گا۔

۳)......توحید فی العبادات، یعنی عبادت، خواہ نماز ہو، روزہ ہو، حج ہو، یا انفاق فی سبیل اللہ ہو، صدقہ ہو، تلاوت ہو، ذکر ہو، دعا ہو، کوئی بھی عمل جو عبادت کے زمرے میں آتا ہے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کیا جاتا ہے، عبادت میں اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔

توحید فی الذات:

توحید فی الذات یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور اللہ کی ذات میں کوئی شریک نہیں ہے اور اگر امم سابقہ میں سے کسی نے شریک ٹھہرایا، تو اللہ رب العزت نے آخری شریعت میں قرآن مجید میں ان کی اس برائی کو ذکر کیا ہے، تاکہ یہ امت اس طرح کے گناہ سے بچے اور سورۃ اخلاص میں تمام پہلو بیان کردیئے ﴿قل هو الله احد﴾ وہ ایک ہے ﴿الله الصمد﴾ بے نیاز ہے ،یعنی اللہ رب العزت ذرہ برابر بھی کسی چیز کا محتاج نہیں ﴿لم يلد ولم يولد﴾ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ﴿ولم يكن له كفواً احد﴾ اور اس کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے، کوئی قبیلہ نہیں ہے۔

جو اللہ کے نیک بندے ہیں، وہ اس کے دوست ہیں اور وہ ان کا دوست ہے، اللہ اپنا محبوب بناتا ہے، خلیل بناتا ہے، پیغمبر بناتا ہے، دوست بناتا ہے، دوستی اور چیز ہوتی ہے، رشتہ داری اور چیز ہوتی ہے، یہ توحید فی الذات ہے، یہی وجہ ہے کہ جب بھی کبھی نفلی نماز پڑھنے کی توفیق ہو، تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، یا طواف سے فارغ ہو کر دو رکعت واجب طواف پڑھو، تو اس کی پہلی رکعت میں ﴿قل يا ايها الكافرون﴾ پڑھو اور دوسری رکعت میں ﴿قل هو الله احد﴾ پڑھو، کیونکہ دونوں سورتوں میں توحید ہے، توحید کا سبق تازہ ہوتے رہنا چاہئے، یہ اصل بنیادی چیز ہے، پھر اسلام کے اوپر والے اعمال صالحہ وہ صحیح پھل آور ہوتے ہیں اور اگر بنیاد اسلام کی صحیح ہے، مؤمن اور مسلمان کا عقیدہ صحیح ہو، تو اور اعمال بھی کارآمد ہیں اور اگر عقیدہ صحیح نہ ہو، تو اعمال بےکار ہیں، ضائع ہیں، کوئی ثواب نہیں ہے اور قرآن مجید نے اللہ رب العزت کے ایک ہونے پر گواہی کا ذکر کیا ہے

اللہ ایک ہے......اس پر اللہ خود بھی گواہ ہے

اللہ ایک ہے......اس پر فرشتوں نے بھی گواہی دی

اللہ ایک ہے......اس پر انبیاء نے گواہی دی

اللہ ایک ہے......اس پر علماء نے گواہی دی

فرمایا:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

(سورة آل عمران ، آیت : ۱۸)

اللہ رب العزت نے گواہی دی، وہ ایک ہے یعنی میں ایک ہوں اور اللہ کی وحدانیت پر فرشتوں نے گواہی دی اور اللہ کی وحدانیت پر انبیاءؑ نے گواہی دی اور اللہ کی وحدانیت پر علماء نے گواہی دی

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾

کوئی معبود نہیں مگر وہی

﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

قرآن مجید میں آپ تلاوت کریں، کئی مقامات پر آتا ہے:

﴿وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾(سورة البقرة ، آیت : ۱۶۳)

یہ خود اللہ رب العزت فرمارہے ہیں کہ تمہارا معبود وہ ایک ہی معبود ہے، اس کی نہ ذات میں اور نہ صفات میں اور نہ عبادات میں کوئی شریک ہے۔

ایک مقام پر اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿اِنَّنِيْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِيْ﴾(سورة طه ، آیت : ۱۴)

میں یہ بتا رہا ہوں کہ میرے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

اور ایک مقام پر فرمایا:

﴿اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾(سورة النحل ، آیت : ۵۱)

بے شک وہی تمہارا ایک معبود ہے۔
اللہ کی ذات میں کہ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

چاند ستاروں کی تخلیق کے تین مقاصد:

فرقہ ضالہ نے اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کو معبود سمجھا ہے، کوئی چھوٹا معبود ہے اور کوئی بڑا معبود ہے۔ سورج، چاند، ستاروں کی عبادت کرنے والوں نے ان سب کو اپنا معبود سمجھا ہوا ہے۔ حالانکہ علماء نے لکھا ہے کہ

۱)......ان ستاروں اور سیاروں کا مقصد ایک اللہ کی حمد وثناء اور تسبیح ہے۔

۲)......اور دوسرا انسانی ضرورت کے لئے ان کو پیدا کیا ہے اور وہ اپنی ڈیوٹی کو پورا کر رہے ہیں۔

۳)......تیسرا یہ کہ اللہ نے خوبصورت منظر بنایا ہے:

"إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ، يُحِبُّ الْجَمَالَ" (صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب تحريم الكبر، الحديث: ۱۴۷ (۹۱))

اللہ خود خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، اپنے سسٹم کو کتنا پیارا بنایا، لوگ پوری دنیا کی سیر کرتے ہیں اور اکتاتے نہیں ہیں، کیسے کیسے نشیب وفراز ہیں، کہیں باغات ہیں، کہیں ندی نالے ہیں، کہیں شاہراہیں اور کہیں گھنے جنگلات ہیں، یہ اسی خالق کی تخلیق ہے، اپنی طرف سے پتہ بتا رہے ہیں کہ کوئی بنانے والا ہے، اس کے علاوہ نہیں ہے، اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں ہے۔

غیر اللہ کو معبود بنانے والے بھٹکتے رہے:

فرقہ ضالہ جنہوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو اپنا معبود بنایا، پھر بھٹکتے رہے، بعضوں نے بتوں کی عبادت کی، تو ایک بت سے گذارہ نہ ہوا، پھر سینکڑوں کو معبود بنالیا، کوئی اچھا پتھر، کوئی اونچا پتھر، کوئی درمیانی پتھر، کوئی اتنے مہنگے کہ ہیرے جواہرات سے اس بت کو مزین کیا،

کیونکہ جب توحید کی پٹڑی سے انسان اتر جاتا ہے، تو پھر بہت سے لوگوں نے کمائی کے در بنا دیئے ہیں، جو اللہ کے دروازے سے ہٹ جاتے ہیں اور غیر اللہ کے دروازے پر جاتے ہیں، تو وہاں ملتا نہیں ہے، بلکہ دینا پڑتا ہے، اللہ سے تو ملتا ہے، لیکن جب اللہ کے راستے سے ہٹ جاتا ہے انسان، تو پھر ہر جگہ دینا ہی پڑتا ہے۔

فرقِ ضالہ کے معبودانِ باطلہ:

مجوسیوں نے ''یزدان'' کو خیر کا رب مانا اور ''اہرمن'' کو شر کا رب مانا۔

ہندؤں کو آپ سمجھتے ہیں جو پتھر کو رب مانتے ہیں، یہاں تک کہ وہ سامری والی ایجاد کی ہوئی گائے کو بھی اپنا رب ماننے لگے۔

آتش پرستوں نے ہر آگ کو اپنا معبود سمجھا۔

ایک اور فرقہ ہے جو بوہڑ کے درخت کی عبادت کرتے ہیں، تو پھر ہر بڑے درخت کے سامنے اس طرح جھک جاتے ہیں۔

دل میں درخت کی عظمت ہے مسجد کی عظمت نہیں:

اسلام آباد والو! آپ تو سمجھتے ہو، پھر سی ڈی اے اپنے آپ کو بڑا خیال کرتے ہیں اور مسجدیں گرا دیتے ہیں، پرانے درخت سے تو روڈ کو ٹیڑھا کر کے گزارتے ہیں اور جب درخت سے جڑیں نکلیں، تو بدھ مذہب والے اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ ان کو اللہ کا در چھوڑنے کی کی دنیا میں مار پڑ رہی ہے۔ وہ درخت تو اپنا پتہ خود نہیں ہلا سکتا، پتہ گر جائے ،تو اس کو اٹھا نہیں سکتا، وہ اپنے آپ کو ہرا رکھنا چاہے، تو ہرا نہیں رکھ سکتا، کوئی شاخ اگر توڑ دے، تو اس کو روک نہیں سکتا، اس سے تو بہتر ہے کہ کسی زندہ پیر کو ہی وہ رب مانتے، کم از کم ڈنڈا تو مار لیتا، کچھ خیر و شر اس کے قبضہ میں ہوتا، اگرچہ وہ بھی شرک ہے، لیکن یہ عجیب شرک ہے کہ درخت کو اپنا معبود سمجھا، جو درخت اس وقت بھی یہ بتا رہا ہے کہ جب اس کی عبادت کر رہے ہوتے ہیں، تو یہ بتا رہا ہوتا ہے کہ میں کچھ نہیں کر سکتا، پتہ جو گر رہا ہے، اس کو اٹھا نہیں سکتا

،مقصد یہ ہے کہ جب اللہ وحدہ لاشریک ذات کے در سے انسان ہٹ گیا،تو پھر بہت دروازے کھل گئے ہیں۔اور ہر کسی نے کھولے ہیں،کیونکہ یہ ایسا کاروبار ہے کہ اس میں کبھی خسارہ نہیں ہے،یہ کامیاب اور نفع مند کاروبار ہے،وہ لوگ سمجھتے ہوئے بھی اپنے مریدوں کو یہ نہیں بتاتے،کہ جھکا نہ کرو،سجدے نہ کیا کرو اور نذرانے نہ چڑھایا کرو،سمجھتے ہوئے بھی منع نہیں کرتے،کہ نذرانہ بند ہو جائے گا،اللہ کی ذات میں کوئی شریک نہیں ہے۔

یہود ونصاریٰ کے نظریئے کی تردید:

اللہ رب العزت نے یہود ونصاریٰ کے اس نظریہ بد اور غلط نظریئے کو بیان کیا ہے اور فرمایا :

﴿ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ﴾ (سورة التوبة، آیت : ۳۰)

یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہہ دیا اور اللہ کے ساتھ شرک کیا اور عیسائیوں کے کئی فرقے ہیں،ایک فرقہ ایسا ہے،جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا سمجھتے ہیں:

﴿ وَ قَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ﴾ (سورة التوبة : ۳۰)

اور ایک گروہ عیسائیوں کا یہ کہتا ہے کہ

﴿ اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ﴾ (سورة المائدة ، آیت : ۷۳)

اللہ،عیسیٰ اور مریم یہ تینوں ملکر اللہ بنتا ہے،اللہ خود ثلث ہیں اور عیسیٰ خود ثلث ہیں اور مریم خود ثلث ہیں،یہ کیوں ہوا؟ جو کوئی توحید کی پٹری سے اتر جاتا ہے،صراط مستقیم سے ہٹ جاتا،تو پھر کسی نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے اور کسی نے کہا کہ عیسیٰ خود اللہ ہے اور قرآن مجید نے اس کی تردید کی ہے کہ ایسا نہیں ہے۔

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴾ (سورة الاخلاص : ۱ . ۲)

اللہ ایک ہے،اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے،قرآن مجید نے اس بات کی صراحت کی ہے،اس میں کسی مجتہد کا اجتہاد بھی گوارہ نہیں کیا کہ ممکن ہے کہ کوئی مجتہد بھی درمیان میں کوئی جزء نکال دے کہ یوں بھی توحید ہوتی ہے،اللہ کی ذات میں اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے

بس اللہ ایک ہی ہے:

فرمایا :

﴿ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ﴾ (سورة الأنبياء : ٢٢)

اگر زمین اور آسمان میں کئی خدا ہوتے، ایک اللہ کے علاوہ، تو پھر آپس میں جھگڑا کرتے، کبھی وہ اس کی اسمبلیاں توڑتا اور کبھی وہ اس کے خلاف رٹ دائر کرتا، اختیارات تقسیم نہیں ہیں، اسی طرح اس کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں ہے۔

عزت وذلت کا مالک:

وہی عزت وذلت دیتا ہے، وہ اعلانیہ طور پر قرآن مجید کے تیسرے پارے میں یہ کہہ رہا ہے:

﴿ اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

(سورة آل عمران ، آيت: ٢٦)

اے نبی! فرمادیجئے کہ سب بادشاہوں کی ملکیت اس کے قبضہ قدرت میں ہے، وہ مالک الملک ہے، جسے چاہے عزتوں سے نواز دے اور جس سے چاہے عزتیں چھین لے، جسے چاہے جس طرح رکھے، اس کی ذات میں، اس کے کارناموں میں کوئی شریک نہیں۔ دیکھا نہیں ہے تم نے

﴿ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ (سورة آل عمران ، آيت : ٢٧)

اور جس کو چاہتا ہے، اتنا رزق دے دیتا ہے کہ وہ شخص اس کا حساب بھی نہیں رکھ سکتا، کہ کہاں سے آیا ہے؟ اور کتنا آیا ہے؟ اپنے ملک کے بنکوں پر اعتماد نہیں کرتا ہے اور کافروں کے بنکوں کے حوالے کر دیتا ہے۔

توحید فی الصفات کا مطلب:

دوسری بات توحید فی الصفات، اللہ کی جو صفتیں ہیں کہ اللہ خالق ہے، اللہ رازق ہے، یہ تغیر وتبدل ہے، یہ سب کچھ اسی کے قبضے میں ہے، اگر ہمارے قبضہ میں ہوتا، تو کم از کم ہم موسم کو صحیح کر دیتے، یہاں پر بہت سارے پیر ہیں، اولیاء اللہ ہیں، گدی نشین ہیں، آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کا کوئی شہر ایسا نہیں ہے، جس میں کوئی زیارت یا مزار نہ ہو، ہم ان سب پیروں کو جمع کرتے اور ایک پروگرام کرتے، موسموں کا تغیر وتبدل اور لیل ونہار کا تغیر وتبدل ہم سب پیروں سے مل کر پاکستان کا موسم تبدیل کرتے، کیونکہ کہ ہمارے پاس نہ گیس ہے، نہ بجلی ہے، موسم کو ایسا بہار بنا دیتے کہ پاکستان میں نہ پنکھا چلتا، نہ بجلی کی ضرورت ہوتی اور نہ بل آتے، نہ گیس جلانے کی ضرورت ہوتی، نہ ہیٹر چلانے کی ضرورت محسوس ہوتی، سردی زیادہ نہ کرتے، معتدل کرتے، اگر ہمارے اختیار میں ہوتا، لیکن یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے، یہ اس کی حکمت کے فیصلے ہیں ہماری مرضی ہوتی تو نہ بجلی کی ضرورت ہوتی، نہ پنکھے چلتے، نہ ائر کنڈیشنر کی ضرورت ہوتی، نہ ہیٹر چلانے کی ضرورت محسوس ہوتی، یہ سب اسی کے قبضہ میں ہے، اگر کوئی پیر فقیر کر سکتا ہے، تو ایسا ویسا کارنامہ کر دکھائے، یہ لوگوں کے لئے آسانیاں تو نہیں کرتے، اپنے لئے تو آسانیاں کرتے ہیں، بڑی بڑی کوٹھیوں میں ہوتے ہیں، پیجارو گاڑیاں ان کے پاس ہیں، اقبال نے کہا ہے:

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

اللہ کی ذات میں تو کوئی شریک نہیں ہے۔

اللہ کے کاموں میں بھی کوئی شریک نہیں:

اللہ کی صفات میں اور کارناموں میں بھی کوئی شریک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ لقمان میں اعلان فرمایا ہے

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ (سورة لقمان : ۳۴)

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ

اللہ کے علم میں ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ علامات قیامت کا زبان نبوت سے اعلان کروادیا، لیکن عین وقوع کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ...... بارش کب آئے گی؟ کتنی آئے گی؟ کہاں آئے گی؟ یہ صرف اللہ ہی کے علم میں ہے۔

وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ...... اور شکم مادر میں کیسا وہ بچہ ہے؟ متقی ہے یا گنہگار؟ سعید ہے یا بدبخت؟ مالدار بنے گا یا فقیر بنے گا؟ میرا وفادار بنے گا یا باغی بنے گا؟۔ شکم مادر میں جو پیدا ہونے والا بچہ ہے، اس کی سعادت مندی یا بدبختی، اس کی مالداری یا غربت، اس کی صحت یا بیماری، اللہ ہی جانتا ہے۔

وَّ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ...... اور وہ جانتا ہے کہ کس کی موت کب آئے گی؟ کہاں آئے گی؟ اور کیسے آئے گی؟ اسی کے پاس ہے یہ علم اور کسی کے پاس نہیں ہے۔

توحید فی العبادات:

اللہ رب العزت نے توحید کی بات قرآن مجید میں کئی مقامات پر تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی ہے اور آپ میں سے اکثر حضرات کو آیت الکرسی تو یاد ہوگی۔ حدیث میں آتا ہے کہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ عظمت والی آیت، یہ آیت الکرسی ہے۔ اس کو یاد کرنے، پڑھنے اور اس کے مفہوم۔ کے مطابق عمل کرنے سے تین فائدے ہوتے ہیں:

۱)......ایمان کی حفاظت کرتی ہے۔

۲)......جان کی حفاظت کرتی ہے۔

۳)......اور مال کی حفاظت کرتی ہے۔

رات کو اپنے گھروں میں سونے سے پہلے آیت الکرسی پڑھ کر پھونک ماردو، تو اللہ رب العزت فرشتوں کی ڈیوٹی لگا دیتے ہیں، وہ گھر محفوظ رہتا ہے، صبح اور شام پڑھنے کا معمول ہونا چاہیے۔

حدیث میں آتا ہے جو صبح کی نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے، تو دن محفوظ اور جو شام کو پڑھ لے، تو اس کی رات محفوظ۔

اب دوستو! یہی چیزیں ہیں اور یہی ایک ہتھیار ہمارے پاس رہ گیا ہے، باقی تو ہم فقیر ہو چکے ہیں، کچھ خود اور کچھ باغبان ہیں، ایسے جو برق وشرر سے ملے ہوئے ہیں۔

اقبالؒ نے فرمایا:

بے وجہ نہیں ہیں چمن کی یہ تباہیاں
کچھ باغباں ہیں جو برق وشرر سے ملے ہوئے

اب ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے، صرف یہی ہتھیار رہ گیا ہے۔ توبہ استغفار کا، انابت الی اللہ کا، ذکر اذکار کا اور یہی قیمتی ہتھیار اور مومن کا اصل ہتھیار ہے۔

اللہ کے در کو چھوڑنے والو!

اور اگر یہ مومن دوسروں کی طرف جاتا ہے، تو پھر یہ نسبت (دعوت الی اللہ والی) بھی اللہ رب العزت واپس لے لیتے ہیں۔ میری طرف نہیں آرہا ہے، میرے دشمنوں سے مدد مانگ رہا ہے، دیکھو یہ ایک انسان چھوٹی سی چیز ہے اور کمزور ہے، قرآن نے کہا ہے:

﴿ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴾(سورۃ النساء، آیت :۲۸)

تخلیق میں انسان ضعیف ہے، اپنے پروٹوکول چیک کر لے اور خود سمجھ جائے گا کہ میں کتنا کمزور ہوں، یہ کمزور انسان کہ اس کا کوئی صحیح دوست اس کے دشمن کے پاس چلا جائے اور ہے اس کا گہرا دوست، لیکن اس بندے کے دشمن کے پاس چلا گیا، اور اس کے پاس گپ شپ لگاتا ہے اور چائے پیتا ہے، تو وہ کبھی بھی گوارہ نہیں کرے گا کہ میرا کیسا مخلص دوست ہے، جو میرے دشمن کے پاس جاتا ہے، کچھ لینے کی توقع رکھتا ہے یا نہیں؟ لیکن اس کے پاس بیٹھ کر گپ شپ لگاتا ہے۔ چھوٹا سا انسان یہ چیز برداشت نہیں کرسکتا ہے، کہ میرا دوست دشمن کے

پاس جائے۔قرآن میں اللہ رب العزت نے اعلان فرمادیا کہ یہود و نصاریٰ میرے دشمن ہیں، جو صحیح طور پر اللہ کو نہیں مانتے ہیں ،فرقہ ضالہ ہیں۔اور پھر مسلمان جب اللہ کے دشمنوں کے پاس جائے اور ان سے فلاح کی امید رکھے اور ان سے کچھ توقع اور مدد مانگے ،تو اللہ رب العزت یقینی طور پر ناراض ہوجائیں گے۔یہ اللہ کی غیرت ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے بات پوچھی تھی ، وہ غیرت کی بات تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سب سے زیادہ غیرتِ مند ہوں اور یادرکھو! مجھ سے بڑھ کر غیرت مند اللہ رب العزت ہیں اور اللہ کی غیرت کن امور میں ہے کہ اللہ کی غیرت توحید میں ہے۔

دوستو! اللہ اپنی ذات میں، اپنی صفات میں، اپنی عبادات میں شرک برداشت نہیں کرتا اور یہی تمام انبیاء علیہم السلام درس دیتے رہے اور سمجھاتے رہے، اپنی اپنی قوم کو کہ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ مانو، بس اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔

آیت الکرسی کی بات کر رہا تھا، یہ یاد ہو، اس کا مفہوم بھی سمجھا ہو اور اس کے مطابق عقیدہ ہو، تو یہ آیت الکرسی ایمان، جان اور مال کی حفاظت کرتی ہے۔اور اس پر احادیث مبارکہ شاہد ہیں، فرمایا:

﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ﴾(سورۃ البقرۃ : ۲۵۵)

اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ، وہی زندہ ہے، کام سنبھالنے والا ، کام کو بنانے والا ، انتظام کرنے والا ''القیوم'' وہی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور جو ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا ہے، وہ معبود نہیں ہوسکتا، اس پر مشکل آگئی اور کوئی نہیں ہے، تو موت کی مشکل تو ہے۔مدبر کائنات ہے، سب کچھ اسی کے قبضہ میں ہے، وہی نظام کو چلا رہا ہے۔

آپ نے دیکھا نہیں؟ حکومتیں بڑے بڑے اسٹور بناتی ہیں، گندم کو محفوظ کرنے کے لئے ، اس میں خرچے بھی بڑے ہیں اور دوائیاں بھی ڈالنی پڑتی ہیں، آکسیجن بھی دینی پڑتی ہے، چوکیدار بھی رکھنے پڑتے ہیں ،ایک پیغمبر نے بھی اسٹور کیا تھا گندم کو، حضرت یوسف علیہ السلام نے گندم کو خوشہ کے اندر رکھا تھا، اللہ رب العزت نے گندم کے دانے کو جو اسٹور دیا ہے اور جو جھولی سی ہے، اگر یہ گندم کا دانہ اسی کے خوشے میں رکھا جائے اور اس میں پڑا رہے، تو وہ خراب

نہیں ہوگا، دیمک بھی نہیں لگے گی، اگر زندگی بھر بھی پڑا رہے، تو خراب نہیں ہوگا، کہتا ہے کہ

کس نے بھر دی موتیوں سے خوشہ گندم کی جیب
اور کس نے سکھلایا موسموں کو خوئے انقلاب

کبھی سردی آئی اور کبھی گرمی آئی اور کبھی بہار آئی۔ یہ اللہ کے قبضے میں ہے۔

مشکل کشا کون؟

وہ زندہ ہے، جو زندہ نہیں رہ سکتا، وہ مشکل کشا نہیں ہوسکتا، یہ ایک اصولی بات ہے، جو موت کو اپنے آپ سے نہیں ہٹا سکا، دیکھو یہ اختیارات ہیں، یہ کسی کی توہین اور بے ادبی نہیں، بلکہ یہ اللہ کے اختیارات ہیں کہ جب محبانِ علیؓ نے حضرت علیؓ کو خدا کہا تھا، اپنے لحاظ سے تو انہوں نے عقیدت کا اظہار کیا تھا، لیکن حضرت علیؓ نے سزا دی تھی کہ خدا وہی اللہ ہے، عقیدت میں، محبت میں مخلوق خدا کیسے ہوسکتی ہے؟۔

جو زندہ ہے، جو دشمن کی وار کو اپنے سے دور نہیں کرسکتا اور شہادت دینے والے کافروں کو اپنے سے ہٹا نہیں سکتا، تو پھر وہ مشکل کشا کیسے ہوسکتا ہے؟

یہ سوچنے کی بات ہے کہ جو سب سے پہلے اپنے اوپر سے مشکل کو دور نہیں کرسکتا، وہ اپنے مریدوں کی مشکل کو کیسے دور کرسکتا ہے؟ یہ غلط عقیدہ ہے، اللہ سمجھ نصیب فرمائے۔ فرمایا

﴿لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ﴾(سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۵۵)

اللہ رب العزت جسے اونگھ تک نہیں آتی اور اونگھ کا آنا یا نیند کا آنا یہ ضعف کی دلیل ہے، جو کمزور نہیں ہے، وہ ہمیشہ سے زندہ ہے، وہ معبود ہے۔

جس پر موت آئے وہ معبود نہیں ہوسکتا:

حضرت عمرؓ نے جب یہ بات کہی تھی شدت غم میں، نبی پاک ﷺ کی رحلت کے وقت کہ کوئی نہیں کہہ سکتا آپ ﷺ کے متعلق کہ وہ فوت ہوگئے ہیں، میں اس کو ماروں گا، حضرت عمر فاروقؓ نے اس طرح کے جذبات کے جملے بولے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس سارے غم،

حزن والے قافلے کو صراط مستقیم پر رکھا اور فرمایا:

" مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ "

جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا، وہ محمد فوت ہو چکا ہے، یعنی اس کا معبود فوت ہو گیا ہے

" مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ " (صحیح البخاری ، کتاب المناقب ، باب قول النبی لو کنت متخذا ، الحدیث: ۳۶۶۸)

جو اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں، اللہ کو اپنا معبود سمجھتے ہیں، وہ ہمیشہ سے زندہ ہے، وہ کبھی نہیں مرے گا۔

حضرت عمر فاروقؓ کو بات سمجھ میں آ گئی اور اس کی تشریح جناب نبی پاک ﷺ کی ایک حدیث میں پہلے گزر چکی تھی، کہ انبیاءؑ دنیا سے چلے جاتے ہیں، لیکن مٹی کفن کو بھی کچھ نہیں کہتی ہے، چہ جائیکہ نبی کے جسد اطہر کو کچھ نقصان پہنچائے۔

فرمایا کہ میرے روضہ پر اگر کوئی سلام کہے تو میں خود سنتا ہوں اور اس کا جواب بھی دیتا ہوں، جناب کا خود فرمان موجود ہے اب یہ عالم برزخ کی جو حیات ہے یہ بہت اونچی حیات اللہ نے عطا کی اور خصوصاً یہ مقام نبی پاک ﷺ کو عطا کیا کہ میرے روضہ کے پاس جو درود و سلام پیش کرتے ہیں میں خود سنتا ہوں اور اس کا جواب بھی دیتا ہوں۔ اور جب دور سے درود شریف پڑھے تو فرشتے میرے پاس پہنچاتے ہیں، کہ فلانے ملک میں فلانے علاقے میں ایک آدمی آپ ﷺ کے لئے سلام عقیدت پیش کرتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ دوستو! جس پر موت کے فیصلے ہو جائیں وہ معبود نہیں ہو سکتا۔

جس کو کبھی اونگھ آتی ہو وہ معبود نہیں ہو سکتا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی سوال کیا تھا کہ نظام چلانا کیسا ہوتا ہے کہ اللہ کبھی نہیں سوتا، کتابوں میں لکھا ہے (واللہ اعلم بالصواب) تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ ایک پیالہ پانی کا بھر کے کھڑے ہو جاؤ، رات کو جب کھڑے ہو گئے تو اونگھ آ گئی، وہ پیالہ گر گیا، پھر فوراً اٹھایا اور

فرمایا، اے موسیٰ اب بات ختم ہوگئی دوبارہ نہ اٹھانا، بات یہ ہے

﴿لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ﴾(سورۃ البقرۃ ، آیت :۲۵۵)

کہ معبود وہ ہوسکتا ہے، جس کو کبھی اونگھ تک نہ آتی ہو، ہمیشہ ہر وقت جو بیدار ہے، وہ معبود ہے۔ وہ معبود کیسا کہ جسے نیند آجائے ، اونگھ آجائے۔ تو کائنات کا نظام کیسے چل سکے گا، بلکہ نظام درہم برہم ہوجائے گا۔

اور توبہ کرنے والے توبہ نہ کریں، تو کیونکہ معبود آرام کررہا ہے، کیا خبر کون کس وقت اللہ کے در پر روتا ہے، آنسو بہاتا ہے، کس کا دل کس وقت متوجہ ہوتا ہے، بندہ باتیں تو ہر وقت سنتا رہتا ہے، تلاوت بھی کرتا رہتا ہے، بعض دفعہ کوئی دن ایسا ہوتا ہے، وہ جملہ تلاوت کرتا ہے، جو ہر روز کرتا ہے، یا سن رہا ہوتا ہے، پہلے اس نے اثر نہیں کیا، لیکن آج اس نے اثر کردیا اور یہ اس وقت سربسجود ہوجائے ، کیونکہ اللہ رب العزت ہر وقت بیدار ہے۔

نیند سے معبود پاک مگر عابد کیلئے ضروری:

نیند ضعف کی دلیل ہے، نیند کا آنا کمزوری ہے، عیب ہے، انسان کے لئے مفید ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ لوگ یہ معاہدہ کرنا شروع کردو کہ ضعف ہوتا ہے تو ہوجائے ، ہم نہیں سوتے ، پھر نہ سونے سے بقیہ انتظامات خراب ہوجائیں گے، نیند نعمت ہے۔ قرآن مجید میں انسان کے لئے نیند کو نعمت کہا گیا ہے:

﴿وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا﴾(سورۃ النباء ، آیت :۹)

کہ ہم نے تم کو نیند جیسی نعمت دی، تمہیں اپنے آغوش میں لے لیتی ہے اور جس کو نہیں لیتی ، اس سے پوچھو کہ کتنا مشکل ہے، اور کس کو نہیں لیتی ، جس کو مرض لگ جائے ، حب مال اور حب جاہ کی، پھر دوائی نیند کی ایک حد تک اثر کرتی ہے اور پھر وہ بھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ اب آپ کا معاملہ ہے، جب انسان ضروریات کی حد تک اسباب کو رکھے اور اللہ سے مانگتا رہے، پھر صحت بھی ٹھیک اور نیند بھی ٹھیک ہے، عبادت میں بھی حد سے تجاوز کو منع کیا ہے، جناب نبی پاک ﷺ کا فرمان

" اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ "(صحيح مسلم ، كتاب صلاة المسافرين ، باب فضيلة العمل الدائم :٢٠٨)

اللہ رب العزت کو وہ عبادت زیادہ پسند ہے، جو ہر روز کی جائے اور بے شک تھوڑی کی جائے اور اعتدال ہو۔

زمین وآسمان کا مالک:

﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ (سورة البقرة ، آيت :٢٥٥)

اسی کی ملکیت میں ہیں زمین اور آسمان

﴿وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾(سورة آل عمران،آيت: ١٨٠)

اسی کی ملکیت میں ہے زمین اور آسمان کی میراث

سب کچھ چھوڑتے جارہے ہیں، نہ چاہتے ہوئے بھی چھوڑتے جارہے ہیں اور سب کچھ رہ جائے گا......اللہ کی میراث ہے اللہ کے قبضے میں ہے اور کچھ اختیارات اللہ نے انسان کو دیئے ہیں نظام چلانے کے لئے۔اس کو بطور امتحان کے کچھ عہدہ دیا ہے:

﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾(سورة الملك ، آيت : ٢)

یہ انتظامات دے کر دیکھنا چاہتا ہے کہ تم میں کس کا عمل اچھا ہے؟ پھر اس کے مطابق اس کو نوازا جائے گا۔

اسی کی ملکیت میں ہیں زمین اور آسمان کی سب چیزیں، یہ بارش، یہ موسم اور یہ فلاں کا اختیار، یہ اپنے پاس رکھا ہے اور انسان کو کہا ہے کہ اگر تم بارش چاہتے ہو، تو پھر دعا کرو، ذکر اذکار کرو، نوافل پڑھو، صدقہ کرو، روزے رکھو، پھر بارش آجائے گی۔

﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (سورة البقرة ، آيت :٢٥٥)

کون جرأت کرتا ہے اس کے سامنے سفارش کی میدان حشر میں ؟ مگر جس کو اللہ رب العزت اجازت دے گا، وہی سفارش کر سکے گا، اور باذنہ سے جناب نبی اکرم ﷺ مراد ہیں کہ شفاعت کبریٰ کا اذن سب سے پہلے میدان حشر میں نبی اکرم ﷺ کو ہوگا، جب آپ مقام محمود پہ ہوں گے اور امت کی فکر میں رو رہے ہوں گے، سجدہ ریز ہوں گے، اس وقت اللہ رب العزت فرمائے گا:

"اِرْفَعْ رَأْسَکَ .... اِشْفَعْ تُشَفَّعْ"(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، الحدیث:٦٥٦٥)

کہ آپ سر اٹھاو، کیا مانگنا چاہتے ہو مانگو

کوئی نہیں بول سکے گا، اس کے پاس، لوگ انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے، لیکن تمام انبیاء معذرت کریں گے اور پھر آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کی راہنمائی کریں گے، نبی آخر الزمان خاتم الانبیاء نبی اکرم ﷺ کے پاس جاؤ، وہ آج سفارش کر سکیں گے۔

﴿ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ﴾(سورۃ البقرۃ ، آیت :٢٥٥)

اللہ کے علم کا کوئی بھی احاطہ نہیں کر سکتا، مگر اللہ جس کو جتنا علم دے، انبیاء علیہم السلام بھی اس کے علم کے محتاج،۔

انبیاء علیہم السلام کا علم وحی کا محتاج:

جب یہودیوں کے پروگرام کے مطابق مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ روح کیا چیز ہے؟ ذوالقرنین کون تھا؟ اصحاب کہف کون تھے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کل بتاوں گا اور اس میں اتفاق سے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تھے، وہ کل کی کیا بات، کئی ہفتے گزر گئے، جبرائیل علیہ السلام نہیں آئے، آپ ﷺ پریشان ہو گئے کہ جبرائیل نہیں آرہے اور وہ سوالوں کے جواب بھی دینے ہیں، جو انہوں نے سوال کئے ہیں، تو معلوم یہ ہوا کہ نبی بھی علم میں محتاج ہے، اللہ رب العزت کے علوم کا انتظار ہو رہا ہے، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے، اس میں تنبیہ بھی ہوئی

﴿ وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَيْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ﴾

(سورۃ الکھف ،آیت: ۲۳ . ۲۴)

اے نبی! کبھی بھی آپ ایسی بات نہ فرمانا کہ کل ہو جائے گا، مگر اس کے ساتھ ان شاءاللہ ضرور کہا کریں، آپ نے ان شاءاللہ نہیں کہا تھا، اس لیئے ہم نے کئی دن وحی روک لی، پھر جبرائیل علیہ السلام سے سوال ہوا اور پھر سورۃ کہف نازل ہوئی

﴿ يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ﴾

(سورۃ الاسراء ، آیت :۸۵)

میں روح کا جواب آیا۔

﴿ وَ يَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَيْنِ ﴾(سورۃ الکھف :۸۳)

میں سکندر ذوالقرنین کا جواب بھی آیا۔

تو بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علوم کا کوئی بھی احاطہ نہیں کر سکتا ہے، تمام انبیاء ملکر بھی احاطہ نہیں کر سکتے، امام الانبیاء بھی احاطہ نہیں کر سکتے، امام الانبیاء علیہ السلام اللہ کے علوم کے محتاج ہیں اور وحی کے ذریعے سے اور جبرائیل کے ذریعے سے یا بعض دفعہ الہام یا خواب کے ذریعے سے انبیاء علیہم السلام کو علم القاء کیا جاتا ہے۔ الا بما شاء کی یہی قید ہے اگر کوئی کہے نبی عالم الغیب ہے، تو یہ غلط بات ہے، یہ نبی کی شان میں توہین ہے، نبی تو علوم کا محتاج ہے، انتظار کر رہے ہیں، وحی کا کہ وحی نہیں آ رہی ہے، دعائیں کر رہے ہیں، استغفار کر رہے ہیں، اور سوچ رہے ہیں کہ کیوں ناراضگی ہوئی ہے، اگر عالم الغیب نبی ہو تو پھر نبی کو وحی کے انتظار کی کیا ضرورت ہے؟ تو الآن کما کان تمام چیزوں کو، ہر وقت، ہر حال میں بغیر کسی واسطے کے، بغیر کسی سبب کے جاننے کا نام علم الغیب ہے۔ غیب کے علم کی قرآن مجید میں تشریح ہوئی ہے۔ ایک ہے علم غیب، اور ایک ہے انباء الغیب (غیب کی خبریں) اے نبی علم غیب میری شان ہے اور غیب کی خبریں ہم نے آپ کو بتا دیں، جیسے امم سابقہ کے واقعات، قوم ثمود، قوم عاد کے واقعات یہ آپ کو نہیں علم تھا، ہم نے آپ کو خبر دی۔

خصوصاً اس پر آپ لوگ وہ قصہ ذہن میں رکھ لیں، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس

سائل کے جواب میں وہ بات کہی تھی کہ تقریر کر رہے تھے، تقریر مجمع کو پسند آئی، اس بندے کو زیادہ پسند آئی اور وہ کھڑا ہو کہنے لگا اے اللہ کے کلیم! آپ سے بڑا کوئی عالم ہے؟ پس انہوں نے کہہ دیا اس وقت مجھ سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے، اللہ کو یہ جملہ پسند نہیں آیا، اللہ رب العزت نے وحی بھیجی، موسیٰ! فلاں دریا کے پاس ایک ہمارا بندہ ہوگا اس کو ڈھونڈو، پھر وہ لمبا واقعہ ہے ۔ یہ جملہ اللہ کو پسند نہیں آیا، اور وہ تکوینی علوم کے نبی تھے اور یہ تشریعی علوم کے نبی تھے، بلکہ واللہ اعلم کہنا چاہیئے ۔ اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے سمندر میں، دریا میں جب سفر کر رہے تھے، ایک چڑیا آئی، پانی کا ایک قطرہ چونچ میں لیا اور چلی گئی تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ دیکھا چڑیا کو جواب اپنی چونچ میں دریا سے پانی کا قطرہ لے کر چلی گئی، اللہ کے علوم کے مقابلے میں ہمارا علم اتنا بھی نہیں ہے

عرش و کرسی:

﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۵۵)

اس کی کرسی وسیع ہے، اس کا عرش وسیع ہے، بعض نے کہا ہے کہ عرش کے اوپر یہ کرسی الگ ہے اور وہ پوری کائنات کے اوپر حاوی ہے۔

﴿لیس کمثلہ شئی﴾ (سورۃ الشوریٰ، آیت: ۱۱)

اس جیسا کوئی نہیں، اس کی شان جیسا کوئی نہیں، اس کے انتظام جیسا کوئی نہیں، اس کی کرسی جیسا بھی کوئی نہیں ہے۔ یہ اللہ ہی جانتا ہے۔

اس کی بادشاہت زمین و آسمان سے زیادہ وسیع ہے، اس کی کرسی بڑی وسیع ہے، لیکن یہ یاد رکھنا کہ وہ اپنی کرسی، اپنی بادشاہت زمین و آسمان کو بترتیب سنبھالنا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ ادھر کرسی ٹوٹ جاتی ہے، چھن جاتی ہے، وہ کرسی نہ ٹوٹتی ہے، نہ چھن سکتی ہے وہ ازل سے ہے، اللہ رب العزت کی تعریف

"هُوَ الْوَاجِبُ الْوُجُوْدُ الْمُسْتَجْمِعُ لِجَمِيْعِ صِفَاتِ كَمَالِه"

جس کا وجود واجب ہے، وہ ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا اور تمام صفات ذاتیہ کمالیہ اللہ

رب العزت میں جمع ہیں :

﴿ وَ لَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾(سورة البقرة ،
آیت :۲۵۵)

وہ بلند وبالا عظمتوں والا ہے۔

یہ آیت الکرسی ہے جس کا آپ کے سامنے مفہوم بیان کیا ہے، اس کو یاد کرنا ہے، اس میں توحید کا درس ہے، عقیدہ کا درس ہے، اس کو سمجھنا ہے، اور پھر ہر روز صبح شام کو پڑھنا ہے تو آیت الکرسی سے ایمان کی بھی حفاظت، جان کی بھی حفاظت، اور مال کی بھی حفاظت ہے، یہ کلمات پڑھ کر اپنی حفاظت کو خود انتظام کرو، مسجد کے گیٹ پر کھڑے محافظ پر بھروسہ مت کر بیٹھنا، یہ ہماری فوج اور ہماری پولیس خود اپنی حفاظت نہیں کرسکتی، وہ ہماری حفاظت کیا کرے گی!

دوستو! یہ وقت آچکا ہے انابت الیٰ اللہ کا، جو ایمان والا ہتھیار ہے، ایمان والوں کے پاس، اللہ کی طرف متوجہ ہونے والا ہتھیار، اس کو اخلاص کے ساتھ عمل میں لاؤ، اسی میں ہماری کامیابی ہے۔

اللہ رب العزت صحیح سمجھ اور عمل نصیب فرمائے۔

"......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ......"

(۴) حکومت صرف اللہ ہی کی ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الاَنْبِيَآءِ وَعَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ اَوفَوا عَهْدَه الَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَآءِ وَخَيْرِ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الاَنْبِيَآءِ .اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

(سورة الأنعام ،آیت: ۱۹۴)

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا .

(مسند احمد ، الحدیث: ۱۷۷۸)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الاُمِّيُّ الْكَرِيْم ، وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن.

آیت قرآنی کا مفہوم:

سورۃ انعام کی ایک آیات کریمہ اور رسول پاک ﷺ کا ایک ارشاد پاک تلاوت کیا ہے، جس میں اسلام کی حقانیت ،صراط مستقیم اور مسلمانوں کو اپنے دین مبین کی کی اتباع و پیروی کی ہدایت وتاکید کی گئی ہے۔فرمایا کہ

یہ میرا راستہ ہے سیدھا،تم اس کی اتباع کرو اور مختلف دوسرے راستوں کی تلاش نہ کرو،

اصل راستہ گم کر دو گے۔ سیدھے راستے کی اللہ رب العزت تمہیں وصیت کر رہا ہے، تا کہ تم پرہیز گار، متقی، اللہ والے بن جاؤ۔

حدیث کا مفہوم:

رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ایمان کی حلاوت، ایمان کا ذائقہ محسوس کرے گا، جس نے اللہ رب العزت کو اپنا رب مانا اور اس آخری دین اسلام کو، اس آخری شریعت کو اپنا مذہب اور اپنا دین مانا اور نبی پاک ﷺ کو اللہ کا رسول مانا۔ یہ تین باتیں جس میں جمع ہیں، تو وہ ایمان کا ذائقہ اور مٹھاس اپنے اندر محسوس کرے گا

رسول پاک ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور انہیں حکم ہو رہا ہے کہ لوگوں کو بتاؤ کہ میں جس راستے پر چل رہا ہوں، جس راستے کی دعوت دے رہا ہوں، جس راستے کی اشاعت کیلئے سب دکھ سہ رہا ہوں، یہی سیدھا راستہ ہے۔ اسی کی کامل اتباع کرو اور یہی کامیابی ہے، اگر تم اپنی دنیاوی زندگی کو درست کرنے کے لیے متفرق راستوں کی تلاش شروع کر دو گے، وہ تو اللہ کے بتائے ہوئے راستے نہیں ہیں، پیغمبر کے اوپر وہ راستے تو نازل نہیں ہوئے، آپ ﷺ نے تو وہ راستے نہیں بتائے، بہت سارے راستوں کے پیچھے چلو گے، تو تم اصل راستے کو گم کر دو گے، متفرق ہو جاؤ گے، بکھر جاؤ گے، میرے راستہ کو اپناؤ، یہی سیدھا راستہ ہے۔

لکیروں سے راستوں کی وضاحت:

ایک حدیث میں ہے کہ رسول پاک ﷺ ایک جنازے کے لیے تشریف لے گئے، قبر میں کچھ تاخیر تھی، تو تشریف فرما ہوئے اور سوچنے لگ گئے، جیسے کہ انسان بیٹھ کر سوچنے لگ جاتا ہے، ایسے سوچنے لگ گئے اور پھر ایک خشک لکڑی چھوٹی سی لی اور اسے لے کر ایک لکیر کھینچی اور اس کے ساتھ چھوٹی چھوٹی لکیریں سائیڈوں میں کھنچیں، پھر صحابہ کرام کو اپنی طرف متوجہ کیا کہ دیکھا تم نے جو میں نے سیدھی لکیر کھینچی ہے۔

﴿ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا ﴾ (سورۃ الانعام، آیت: ۱۵۳)

یہ سیدھا راستہ ہے اور ادھر ادھر سائیڈوں میں جو چھوٹی لکیریں ہیں لیکن ہیں بہت، یہ

راستے فرقۂ ضالہ کے ہیں، گمراہی کے ہیں، سیدھے نہیں ہیں، اگران راستوں پہ چل پڑو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾

(سورة الأنعام، آیت: ۱۹۴)

ان اطراف والے راستوں سے اگر بچ جاؤ گے، تو صراطِ مستقیم میں داخل ہو جاؤ گے، یہ سیدھا راستہ ہے، اس پر پابندی سے عمل کرو اور یہ راستہ لمبا بھی ہے، سیدھا بھی ہے۔

معلوم ہوا کہ اس کی کوئی ابتدا بھی ہے، اس کی کوئی انتہا بھی ہے اور منزل مقصود بھی ہے، یہ سیدھا راستہ منزل مقصود تک لے جائے گا اور یہ چھوٹے چھوٹے راستے یہ سب فرقہ ضالہ کے ہیں، سیدھے نہیں ہیں، ٹیڑھے ہیں اور چھوٹے چھوٹے ہیں، ان کی منزل مقصود بھی نہیں ہے اور چھوٹے بھی ہیں، تو ان راستوں پر چلو گے، تو سیدھا راستہ بھی بھول جاؤ گے اور ان راستوں پر چلنے سے کامیابی کی کوئی منزل بھی نہیں ملے گی، یہ تو جہالت کے راستے ہیں، ضلالت کے راستے ہیں، جو جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں۔

فرق ضالہ کی مختلف صورتیں:

ہر دور میں، ہر صدی میں، ہر کسی گمراہ نے کوئی نیا راستہ نکالا ہے اور اس راستے کی طرف وہ گمراہ لیڈر بلاتا رہا، کسی نے تو بت بنائے، بت بیچے، کسی نے یہ راستہ اختیار کیا، ان سے کیسے لوگوں کو متوجہ کروں؟ اور پھر کسی نے لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے جادوگری کا نظام رائج کیا اور جادو کی ترتیب سے لوگوں کو اپنے قریب کرنے لگے اور کسی نے ناپ تول میں کمی کر کے اپنے آپ کو سرمایہ دار اور مال دار بنانے کی کوشش کی اور کسی گروہ نے اپنے دل کو سکون دینے لے لیے بتوں کو سجایا، اپنے ظاہر کو آرام دینے کے لیے ڈاکو بنے اور ڈاکہ کا راستہ اختیار کیا، یہ سب راستے ہر دور میں بدلتے رہے، یہ سب گمراہی کے راستے ہیں، کسی نے سود ایجاد کیا، کسی نے موسیقی ایجاد کی وغیرہ۔

کوئی آیا کہ اس نے انسانوں کو بدعت سے اپنی طرف متوجہ کیا اور کوئی گمراہ لیڈر آیا، اس نے

انسان کو مجبور محض کہہ کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور اپنی لیڈری چمکائی اور کوئی آیا کہ دنیاوی زندگی کے لیے کبھی پریشان ہو تو عبادت خانے میں جاو لیکن بعث بعد الموت کا کوئی پتہ نہیں ہے، ہر دور میں یہ لیڈر بدلتے رہے، فرقہ ضالہ اپنے باطل نظریے کی طرف دعوت دیتے رہے۔

صراط مستقیم حضرت آدم علیہ السلام کی صورت میں:

لیکن میں جو راستہ لے کر آیا ہوں، وہ ایک راستہ ہے، کبھی اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کی شکل میں دنیا کو سیدھا راستہ دیکھایا۔ ربنا ظلمنا کی صورت میں وجود میں آیا کہ کس کو پکارنا ہے؟ راہ حق کیا ہے؟ تو یہی راہ حق صراط مستقیم کی دعوت دینے والے آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام آئے اور دعوت دیتے رہے۔ فرمایا

﴿ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ﴾

(سورۃ نوح ،آیت:۵.٦)

اے رب العالمین! میں بار باران کو صراط مستقیم کی طرف بلاتا ہوں، میری رات اسی کام میں مصروف ہوگئی، میرا دن بھی اسی کام میں مصروف ہوا، صدیاں میرے اس کام میں صرف ہوگئیں، لیکن میری نو سو سال کی محنت اور تھکن ان کو میرے قریب کرنے کے بجائے دور بھگاتی رہی۔

صراط مستقیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت میں:

مختلف فرقہ ضالہ ہر دور میں آتے رہے، لیکن اللہ کا راستہ ایک ہی ہے، کبھی یہ صراط مستقیم نمرود کی آگ کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت میں آیا حتی کہ والد کو بھی

﴿ یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ﴾(سورۃ مریم ،آیت: ۴۴)

کہہ دیا۔ کبھی یہ صراط مستقیم فرعون کے مقابلہ میں حضرت موسیٰؑ کی صورت میں آیا اور اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ اس فرعون کو ہم نے حکومت دی، کرسی کے بلبوتے پر ہماری قدرت کو للکارتا ہے اور کہتا ہے کہ۔

﴿ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴾(سورۃ النازعات، آیت:۲۴)

اب تمہارا بڑا رب میں ہوں دنیا کا حکمران تھا سرکش ہو گیا اور کہنے لگا۔

﴿ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴾ (سورۃ النازعات، آیت:۲۴)

کدھر جاتے ہو؟ کہاں بھٹکتے ہو؟ کہاں منتشر ہوتے ہو؟ میں اعلیٰ رب ہوں اور اللہ نے اس کی بہادری کو، اس کی لیڈری کو، اس کے دعویٰ ربوبیت کو پانی کے ذریعہ ختم کر دیا۔

﴿ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴾ (سورۃ طٰہٰ، آیت:۷۸)

سمندر کی موج نے اس کو ڈبویا۔ اس کو ہم نے ڈبو دیا۔

صراط مستقیم حضور اکرم ﷺ کی صورت میں:

ہر دور میں یہ راستے متفرق ہوتے رہے، لیکن وہ شخص کامیاب رہا کہ جس نے پیغمبروں کے راستے کو تلاش کیا، انبیا کے راستے کو لیا، یہ سب انبیا اپنے اپنے دور میں دعوت دیتے رہے، لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف بلاتے رہے، فرقہ ضالہ بھی ہر دور میں اپنی اپنی کوشش کرتے رہے، رسول اکرم ﷺ کا دور آیا، یہ روشنی کی کرن پھر مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین حرم پاک کے متصل ایک پہاڑی سے شروع ہوئی اور لوگوں کو نجات کا راستہ بتایا۔ فرمایا کہ

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ﴾ (سورۃ الأنعام: ۱۹۴)

میں یہ سیدھا راستہ لے کر آیا ہوں اور جس پر چل رہا ہوں اور میرے ماننے والے بھی اسی راستے پر چلتے ہیں۔

﴿ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۳۷)

کہ جنہوں نے میرے راستے کو اختیار کیا، یعنی صحابہؓ نے مجھ پر ایمان لایا، جیسے میرے ایمان لانے والوں نے لایا اور صحیح معنوں میں اقتدا کی، وہ کامیاب ہوئے تم بھی ایسا ایمان ان جیسا لاؤ تو ہدایت یافتہ بنو گے، تو رسول اکرم ﷺ کا دور آیا۔ اور فرمایا

﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ﴾ (سورۃ الأنعام: ۱۹۴)

میں دعوت دے رہا ہوں، اللہ کی طرف لوگوں کو بلا رہا ہوں، یہ میرا راستہ ہے۔

یہود ونصاریٰ کو دوست بنانے کی ممانعت:

اور احد کے بعد بنو قریظہ کے ساتھ جنگ ہو رہی ہے، کون ہیں؟ یہود ہیں، یہ میرا راستہ ہے اور ادھر یہود ونصاریٰ ہیں، خیبر میں میری جنگ ہوگئی، یہ یہود جو مدینے سے جلاوطن ہوکر آئے تھے، یہ میرا راستہ ہے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا بِطَانَةً مِّنۡ دُوۡنِكُمۡ ﴾

(سورۃ آل عمران ،آیت:۱۱۸)

اے ایمان والو! اپنا جگری دوست مومن کے علاوہ کسی کو نہ بنانا، یہ مطلب کے دوست ہیں، مطلب نکال کر جاتے ہیں۔ اے ایمان والو! مکار لوگوں کے ساتھ تمہارے نبی کی جنگ ہوتی ہے اور تم ان کو اپنا گہرا دوست بناتے ہو، اے ایمان والو! جن آتش پرستوں کے ساتھ ،جن سورج پرستوں کے ساتھ تمہارے سرکار دو عالم ﷺ کی جنگ ہوتی ہے، جہاد ہوتا ہے، تم ان کو اپنا ہرگز گہرا دوست مت بناؤ، لیڈری چمکاتے ہو، اسلام کا علم لے کر آؤ، لیڈری چمکے گی، جمہوریت کے دعویدار مت بنو، جمہوریت میرا پیغمبر لے کر نہیں آیا اور اقبالؒ فرماتے ہیں

جمہوریت وہ طرز حکومت ہے جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

جمہوریت کا کلمہ پڑھنے والو! مسلمانوں کے ملک کے بادشاہو، اگر تم مسلم ہو، لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کا نام لو، اگر تمہارا ایمان ہے، تو پھر جمہوریت کا کلمہ مت پڑھو، اپنے پیغمبر کا کلمہ پڑھو ،اپنے قرآن کا کلمہ پڑھو، اپنے نبی کی روشن سنت کا کلمہ پڑھو۔

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىۡ مُسۡتَقِيۡمًا فَاتَّبِعُوۡهُ ﴾

(سورۃ الأنعام ،آیت: ۱۹۴)

یہ میرا سیدھا راستہ ہے، دیکھو نہ میری زندگی کا پرچار کرو، میرے اسوہ حسنہ پر غور کرو، میرا دوست تو ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، علیؓ، طلحہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے آیا، تو غم وحزن کی وجہ سے رات کی تنہائیوں میں مجھے نیند نہیں آتی، نبی امت کا اعلان ہوا

کہ ہے کوئی جورات کو پہرہ دینے والا ہو! اور میں آرام کی نیند سو جاؤں، سعد بن ابی وقاص ؓ اٹھتے ہیں، اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں، پھر تھوڑی دیر کے بعد اعلان ہوا کہ اللہ کا پیغمبر مکہ سے چل کر مدینہ میں آیا ہے، لیکن رات کا غم حزن نیند میں حائل ہے، کوئی میرا مخلص دوست، جورات کو میری پہرہ داری کرے، اسلحہ لیکر ایک نوجوان مسجد نبوی میں آیا، رات کی تاریکی میں فرمایا، کون ہے؟ کس کے اسلحہ کی آواز آئی ہے؟ اے اللہ کے رسول! میں دوست ہوں آپ کا، سعد ابن ابی وقاص کہتے ہیں، آپ کے اس اعلان پر لبیک کہتا ہوا آیا ہوں، کہ آپ کا پہرہ دوں گا، میرا رسول ﷺ آرام کی نیند سوئے گا۔ (گلدستہ تفاسیر ج ۲، ص ۳۱۰)

دوست رسول اکرم ﷺ نے کس کو بنایا؟ ابوبکر ہے دوست ؓ، یہ صحابہ کی جماعت ہیں، یہود و نصاریٰ میرے نبی کے دوست نہیں، قرآن صاف اعلان کرتا ہے کہ یہود و نصاریٰ تمہارے دوست نہیں ہیں، اور یہی تجربہ ہے دوستو! کہ کبھی بھی مشکل وقت میں کفار نے ہمارا ساتھ نہیں دیا اور پاکستان کے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے، جو بات قرآن کے خلاف ثابت ہو جائے، اسے نہ مانا جائے، کافر کبھی بھی مسلمان کا دوست نہیں ہو سکتا، قران نے واضح فرمایا

﴿ لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ﴾

(سورۃ المائدۃ، آیت: ۵۱)

یہود نصاری کو اپنا دوست مت بناؤ، ہوش کے ناخن لو، تمہاری اس کمزور پالیسی سے تمہارے نبی کو یہ مذاق کی شکل میں پیش کرتے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا اسلام کی سر بلندی کا علم وہ جہاد میں ہے اور غور کرلو، تاریخ پڑھ لو، کیا دس سالہ دور تھا مدینہ طیبہ کا! لگتا ہے وہ دس سدیوں کا دور تھا، اتنے غزوات، اتنی فتوحات، کہ جب مسلمانوں کی طرف میلی نگاہ سے دیکھنا مشکل ہو گیا، تو اسلام کا پھیلانا آسان ہوا، کہ جب مسلم کو اپنے گھروں میں بھی سکون کے ساتھ رہنے نہ دیا، تو وہ بیچارہ اپنے گھر سے نہیں نکل سکے گا، پریشانیوں کی وجہ سے وہ دوسرے علاقوں میں جا کر کیا اسلام کی دعوت دے گا اور اپنے گھروں میں جب اسلام کی بات مشکل ہو گی، اپنے در و دیوار میں بھی اپنے دارالاسلام میں بھی اسلام کی بات مشکل ہو گئی، تو دوسری جگہ میں اسلام کی بات کیسے پھیلانی ہو گی؟ رسول اکرم ﷺ نے

فرمایا کہ اسلام کی بات مانو، قران کی بات مانو۔

ایک مفسر نے اپنی تفسیر کے اندر برطانیہ کے ایک انگریز کی بات لکھی کہ

"اس نے اپنی دعوت وتقریر میں یہ بات کہی کہ محمد (ﷺ) اور اس کا قران مٹا دو، تب تم کامیاب ہو سکتے ہو، محمد (ﷺ) اور اس کا قرآن دنیا سے مٹا دو، تو تب تم دنیا کی حکمرانی کر سکتے ہو، اگر محمد (ﷺ)، یا اس کی امت، یا شریعت کی صورت میں اس کی حیات موجود ہے اور قرآن اور اس کے پڑھنے والے موجود ہیں، تو پھر تم ان کو نہیں مٹا سکتے ہو"۔

جو کافر کے ہمنوا ہوتے ہیں، ان کے دل ودماغ میں وہ خیال اسی طرح گونجتا ہے اور وہ غلط سوچ تھی کہ محمد ﷺ اور قرآن کو مٹا دو، وہ مٹنے کیلئے نہیں آیا، یہ کفر کو مٹانے کے لیے آیا ہے، حق پھیلانے کے لیے آیا ہے، باطل کو مٹانے کیلئے آیا ہے۔

اے مسلم! کاش آج دنیا کے ہر کونے سے محمد ﷺ کے فدایوں کی لبیک کی آوازیں سنائی دیتیں ہیں۔ کاش کہ آج کوئی لیڈر بھی ایسا ہوتا، جو علم بلند کر کے نکلتا اور ہم سپاہی بن کر اس کے ساتھ نکلتے۔

یہ باتیں دوستو! اس لیے کہی ہیں کہ ہم بے حس ہو گئے، قرآن اور اسلام کو ماننے والے نہیں بنے، اگر قرآن اور اسلام کو ماننے والے بن جائیں، تو کفر کبھی بھی ہمارے بارے میں غلط نہیں سوچے گا۔

روم نے، فارس نے تبوک کے مقام پر سوچا کہ ہم مدینہ کے دعوتی سلسلہ کو مٹا دیں گے؟ غور کرو دوستو! رسول ﷺ کی حیات میں مقام تبوک پر اس وقت کی سپر طاقتیں، جس کو تاریخ نے قیصر وکسریٰ لکھا، باہم مشورہ کر کے یہ اعلان کیا تھا کہ ہم مدینہ میں رہنے والی ایک چھوٹی سی جماعت کو ختم کر دیں گے، نبی اکرم ﷺ نے مسجد نبوی میں اعلان کیا، کہ اے نبی کی جماعت! بتاؤ یہ ارادہ ہے دشمن کا، سب صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہوئے، تبوک پر پڑاؤ ڈالا، اس وقت کی دو سپر طاقتیں مقابلہ کئے بغیر ڈر کر واپس چلی گئیں۔

دوستو! آئے دن کفر اور اس کے ہمنواؤں سے یہ جملے سنتے ہو، کہ یہ دو فیصد، یہ چھوٹے سے ہیں، یہ چھوٹے سے نہیں، کوئی داڑھی رکھ کر مجاہد ہے، کوئی داڑھی کے بغیر مجاہد ہے۔

دوستو! اپنا مقصد اپنے دین کو سمجھو..... اپنا رہبر ایک صحیح متبع سنت عالم دین کو سمجھو..... کوئی

انگریز کا پروردہ اسلام کو اچھی صورت میں نہیں پیش کر سکتا، یہ کلمہ حق منبر رسول کا خاصہ ہیں، منبر رسول کے بغیر کلمہ حق بڑا مشکل ہے، جب کفر اسلام کے بارے مطلع ہو جائے، کہ مسلمان مجاہد اور غیرت مند ہے، تو کفر اپنی بری تدبیروں کو جلدی عملی جامہ پہنانے کے لیے نہیں آئے گا۔

اقبال کہتا ہے۔

جائز نہیں اندیشہ جان عشق میں اے دل
کہ اس راہ میں سب کچھ تسلیم رضا ہے

تو اسلام میں آیا ہے، اور اسلام تیرے گھر میں آیا ہے، تو کلمہ پڑھنے والا گواہی دینے والا بنا ،تو اب مال کی فکر نہ کرنا، تیرے نبی نے تو سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دیا تھا، اسلام میں آیا ہے، نبی کا خلیفہ اول یہاں پر اپنے گھر کی سوئی بھی نہیں چھوڑتا، سب لٹا دیتا ہے، اسلام میں آیا ہے ،تو پھر جان کی فکر نہ کرنا، نبی نے اپنے دانت شہید کرائے احد میں اور اپنے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کرایا احد میں اور اپنے جرنیلوں کو شہید کرایا موتہ میں۔

جائز نہیں اندیشہ جان عشق میں اے دل
کہ اس راہ میں سب کچھ تسلیم رضا ہے

جب تو مسلم بنا ہے، عادل بنا ہے، طالب علم بنا ہے، تو دیکھ اپنے نبی کے کردار کو، اپنے نبی کی جماعت کی چاہتوں کو کہ کن سے ان کی جنگ ہوئی؟ کس چیز کو وہ خطرے میں پیش کرتے ہیں؟ عربی شاعر نے کیا بات کہی

تَرْجُوْا النَّجَاةَ وَلَمْ تَسْلُكْ طَرِيْقَتَهَا
اِنَّ السَّفِيْنَةَ لَا تَجْرِيْ عَلَى الْيَبِسِ (دیوان
عبدالله ابن المبارک ، بحر بسيط تام)

نجات چاہتا ہے، تو کامیابی چاہتا ہے، تو حکمرانی چاہتا ہے، تو سیدھے راستے میں نجات ملے گی، اس لیے کہ کشتی خشک صحرا میں نہیں چلتی، وہ پانی میں چلتی ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں صحیح سمجھ اور علم کی توفیق نصیب فرمائیں

"......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ......"

(۵) اللہ ہی عزت وذلت کا مالک ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ . اَلحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفیٰ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلامُ عَلیٰ سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الاَنْبِيَآ ءِ وَعَلیٰ آلِه وَ اَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ اَوفَوْا عَهْدَه اَلَّذِيْنَ هُمْ خُلاصَةُ العَرَبِ العَرْبَآءِ وَخَيْرُ الخَلائِقِ بَعْدَ الاَنْبِيَآءِ .اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيْمِ﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

سورة آل عمران ،آیت :۲۶ ، ۲۷

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ " اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا وَّ مَهْدِيًّا "(صحیح مسلم، كتاب فضائل الصحابه ، جریر بن عبدالله ،الحدیث:۱۳۷ ، ۲۴۷۶)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الاُمِّيُّ الكَرِيْمِ ، وَنَحْنُ عَلیٰ ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِين .

تمہید:

تیسرے پارے کی سورۂ آل عمران کی دو آیاتِ کریمہ اور جناب نبی پاک ﷺ کا ایک دعائیہ جملہ تلاوت کیا ہے،جس میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ بادشاہت ،صفتِ ملکیت کا ذکر ہے،اللہ

رب العزت تمام صفاتِ حسنہ کے ساتھ متصف ہیں اور جس جس خوبی کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجا ہے، وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ کی تجلی کا عکس اور نتیجہ ہوتا ہے، اللہ رب العزت نے پھر جس کو چاہا، عزت سے نوازا اور جس کو چاہا، اس سے عزت چھین لی، یہ اسی کے قبضے میں ہے۔

تلاوت کی گئی آیت کا پس منظر و مفہوم:

جب روم کے راہبوں کو یہ پتا چلا کہ خاتم النبیین ﷺ کے ماننے والوں میں اضافہ ہو رہا ہے، ان کی عزت میں اضافہ ہو رہا ہے، آپ ﷺ کے معجزات اور آپ ﷺ کے کارنامے مخالفین کو خاموش کر دیتے ہیں، تو متعصبانہ طور پر رومی راہبوں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مناظرہ اور مباہلہ کرنے کی کوشش کی اور پیغام بھی بھیجا، جس پر ابو حارثہ بن علقمہ اور اس کے رشتہ دار پہل پہل تھے، مباہلہ اور مناظرہ تو نہ کر سکے، کہ انہیں راہبوں میں سے ایک راہب نے منع کر دیا تھا کہ یہ برحق نبی ہے، اگر آپ لوگ مناظرہ، یا مباہلہ کرو گے، تو جل جاؤ گے، اسی پر قرآن مجید کی یہ آیت دلالت کر رہی ہے، جو نبی پاک ﷺ پر نازل ہوئی۔

﴿ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَ اَبْنَاءَ كُمْ وَ نِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ كُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ﴾

سورہ آل عمران: ٦١

آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ بھی اپنے ساتھ چند افراد کو لے لیں، جن میں اہل بیتؓ اور صحابہ کرامؓ ہوں اور وہ بھی لیکر آئیں، دونوں دعا، یا بددعا کرتے ہیں، جو حق پر ہے، وہ باقی رہے گا اور جو باطل پر ہوگا، وہ ختم ہو جائے گا۔

مدینہ کے قریب پہنچ کر مناظرہ اور مباہلہ کے لئے پھر تیار نہ ہوئے اور ہار مان لی، لیکن اتنی بات کہنے لگے کہ اب تک تو انبیاء علیہم السلام شام کے علاقوں سے مبعوث ہوئے، فلسطین کے علاقوں سے مبعوث ہوئے، حجاز سے تو کوئی نبی نہیں آیا، ہماری پرانی وراثت چلی آرہی تھی نبوت کی، جس پر قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ کی بات کرتے ہوئے کہا، جس پر وہ کہتے تھے۔

﴿ نَحْنُ اَبْنٰٓءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ﴾ (سورة المائدة ،آیت :۱۸)

کہ ہم اللہ کی اولاد میں سے ہیں اور اللہ کے محبوب بندے ہیں، اللہ نے نبوت بنی اسرائیل ہی میں رکھی ہے، گویا آپ ﷺ کی نبوت پر حسد کرتے ہوئے، یہ کہنے لگے، آج تک نبوت کا سلسلہ شام، فلسطین، یا عراق سے رہا ہے، حجاز سے تو کوئی نہیں آیا، اگر حضرت ابراہیم علیہم السلام کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی بات ہے، تو وہ بھی شام سے ہجرت کر کے آباد ہوئے تھے، تو حسد کرنے لگے آپ ﷺ پر، جس پر یہ آیت نازل ہوئی، اے نبی آپ فرمادیجئے

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾(سورة آل عمران :۲٦)

اے اللہ! تو جسے چاہتا ہے، عزت سے نوازتا ہے اور جسے چاہتا ہے، ذلیل کر دیتا ہے، آپ کے قبضے میں ہے خیر اور بلاشبہ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

حالانکہ شر بھی اللہ کے قبضہ میں ہے، لیکن شر کی نسبت الیٰ اللہ بے ادبی ہے۔ اللہ خالق خیر بھی، اللہ خالق شر بھی ہے۔ لیکن یہاں پر ﴿بِيَدِكَ الْخَيْرُ﴾ فرمایا، اے اللہ! آپ کے قبضے میں ہے خیر اور بھلائیاں، نیکیاں اور خوبیاں، شر نہیں فرمایا، کیونکہ بے ادبی ہے، حالانکہ خالق شر کا بھی اللہ ہی ہے، اور ہر پہلو میں خیر غالب ہوتی ہے، اس لئے صرف خیر کا ذکر کیا۔

آگے فرمایا:

﴿ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ (سورة آل عمران ،آیت :۲۷)

اے اللہ! آپ ہیں جو رات کو داخل کرتے ہیں دن میں اور آپ ہیں جو دن کو داخل کرتے رات میں اور آپ ہیں جو مردے سے زندہ پیدا کرتے ہیں اور زندہ سے مردہ پیدا کرتے ہیں اور آپ ہیں جسے چاہتے ہیں رزق بغیر حساب کے دیتے ہیں

یہ آیت نازل ہوئی، رسول اکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ ان کو بتادو کہ اللہ کے قبضے میں ہے،

جسے چاہے پیغمبر بنا دے، جسے چاہے نہ بنائے، جسے چاہے بادشاہ بنا دے اور جسے چاہے نہ بنائے، اللہ کے قبضے میں سب کچھ ہے۔

آپ ﷺ کے دعائیہ جملہ کا پس منظر و مفہوم:

اور جو رسول اکرم ﷺ کا دعا یہ جملہ تلاوت کیا ہے، اس میں آپ ﷺ نے ایک صحابی حضرت جریر بجلی رضی اللہ عنہ کو دعا دی ہے، جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں قیام پذیر ہوئے اور مختلف علاقوں کی طرف اسلام کا پیغام بھیجا اور خوش قسمت لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے، لیکن کہیں کہیں مشرکین کے بڑے بڑے بت تھے، ان بتوں میں سے ایک بت کا نام خلصہ تھا، آپ ﷺ نے حضرت جریر بجلیؓ کو بلایا اور فرمایا اے جریر! خلصہ بت کو ختم کر دو، حضرت جریرؓ عرض کرنے لگے کہ اللہ کے رسول حکم کی اتباع کیلئے حاضر ہوں، لیکن میرے اندر ایک نقص ہے، کمی ہے کہ گھوڑے کی زین پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا ہوں، گھوڑے کو بھی قابو کرنا ہوتا ہے اور اپنے آپ کو بھی بچانا ہوتا ہے، پھر دشمن پر حملہ بھی کرنا ہوتا ہے، تلوار بھی چلانی ہے، تو میرے اندر ایک فطرتی کمزوری ہے، کہ گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا، آپ ﷺ نے ان کو قریب بلایا اور دعا دی۔

" اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْہُ وَجْعَلْہُ ھَادِیًا وَّ مَھْدِیًا " (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، جریر بن عبداللہ، الحدیث: ۲۴۷۶.۱۳۷)

اے اللہ! جریر کو گھوڑے پر پکا بٹھا دے اور اس کو ہادی یعنی رہبر بنا دے اور اس کی اتباع کی جائے اس کو مہدی بنا دے۔

فرمایا جریر! اب جاؤ اور سو آدمیوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ، خلصہ بت کو ختم کر دو، وہ علاقہ مسلمانوں کا ہو گیا۔

عہد نبوی میں بت شکنی:

اسلامی شریعت کا حکم ہے کہ سابقہ امتوں کے عبادت خانوں کو نہ گرایا جائے، مثلا

یہودیوں کا عبادت خانہ ہے، کسی مسلمانوں کے ملک میں عیسائیوں کا عبادت خانہ ہے، اسے نہ گرایا جائے، تبلیغ کی جائے، ترغیب دی جائے، سمجھایا جائے کہ اب آخری شریعت کا دور آ گیا ہے، کہ نبی اکرم ﷺ پر ایمان لے آئیں، لیکن بت پرستی تو کوئی شریعت نہیں ہے، آتش پرستی تو کوئی شریعت نہیں ہے، کہ ان کو بھی باقی رکھا جائے، آپ ﷺ کے دور میں، یا آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین کے دور میں عیسائیوں اور یہودیوں کے عبادت خانوں کو نہیں گرایا گیا، لیکن بت خانوں کو نیست و نابود کیا گیا ہے، آپ ﷺ نے بھی فتح مکہ کے دن مکہ کو بتوں سے پاک کیا ہے، بت توڑے ہیں، جو مکہ مکرمہ کی سائیڈ میں بت تھے بڑے بڑے، ان کیلئے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا ہے، ان کو ختم کر دیا جائے اور ایک بڑے بت کے باہر مکہ میں شیطان عورت کی شکل میں مجاور بن کر بیٹھا تھا، تو خالد نے واپسی پر آ کر بتایا کہ حضرت وہ تو ہو گیا، لیکن ایک باہر مجاور بیٹھا ہوا ہے، فرمایا عورت کی شکل میں ہے، عرض کیا جی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو بھی ختم کر کے آنا ہے، قتل کر کے آنا ہے، اور بت خانے کو بھی ختم کرنا ہے، ان کو چلانے والے جب ختم نہیں ہوں گے، تو وہ دوبارہ تعمیر کریں گے، ان کے لئے نئے سرے سے بت بنانا کیا مشکل ہے، تو آپ نے حضرت جریر بجلیؓ کو بھیجا کہ خلصہ بت کو ختم کر دے۔

طالبان کی بت شکنی پر شور شرابہ کیوں؟

سابقہ شریعت کے عبادت خانوں کو گرانے کی اجازت نہیں ہے، سابقہ شریعت تو ہو، بت خانوں کی شریعت کون سی آسمان سے آئی ہے، یہ تو شرک ہے، طالبان نے جب بت کو گرایا تھا، توڑا تھا، تباہ کیا تھا، پوری دنیا میں شور و غوغا مچ گیا تھا، طالبان نے کہا شور ہوتا ہے تو ہوتا رہے، تو آپ ﷺ کی سنت یہی ہے کہ بتوں کو گرایا جائے، توڑا جائے، تب ہی یہ شرک کے اڈے ختم ہوں گے اور شرک ختم ہوگا۔

تبرکات مقصود بالذات نہیں:

تو یہ دعا آپ ﷺ نے فرمائی

" اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَجْعَلْهُ هَادِيًا وَّ مَهْدِيًا " (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ ، جریر بن عبداللہ ،الحدیث: ۱۳۷ . ۲۴۷۶)

اے اللہ جریر کو گھوڑے پر پکا بٹھا دے اور اس کو رہبر بنا دے اور اس درجے کا رہبر بنا کہ لوگ اس کی پیروی کریں ، پھر یہ سو بندوں کو لیکر گیے اور بت کو توڑ کر پھر جلایا اور اس کے ذرات کو بھی ختم کر دیا، کہ کہیں وہ لوگ ان ذرات کی پوجا پاٹ نہ شروع کر دیں ، جیسے بعض لوگ لکڑیاں جلا کر اس کی خاک کو اپنے اوپر ملتے ہیں، تبرک حاصل کرنے کے لئے ۔

دوستو! نیکی نام ہے ، جو قرآن ، حدیث اور جو کام صحابہؓ کے عمل سے ثابت ہو، اگر ان تبرکات سے کچھ ملتا ہوتا، تو جس درخت پر انہوں (حضرات صحابہؓ) نے ہاتھ لگایا، جہاں ان کی نشت ہوئی، ان جگہوں کو ہمیشہ بعد والے چومتے چاٹتے رہتے ، اس قسم کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

صلح حدیبیہ کے درخت کو حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور میں ختم کروایا تھا، جب لوگ اس کے نیچے بطور تبرک کے جا کر بیٹھتے تھے، کہ اس جگہ یہ صلح حدیبیہ وجود میں آئی، علاقہ شمیسہ میں مکہ مکرمہ کے قریب، تا کہ بعد میں آنے والے اس کو سلام نہ کرنا شروع کر دیں۔

حجاز میں نبوت کیوں؟ سوال کا جواب:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾ (سورة آل عمران ،آیت :۲۶)

اے نبی! آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اللہ جسے چاہتا ہے، بادشاہت دیتا ہے، جسے چاہتا ہے، ذلیل کر دیتا ہے اور تم جو یہ اعتراض کرتے ہو کہ ہمیشہ رسالت و نبوت شام کے علاقے میں ہی رہی ہے ، بنی اسرائیل میں رہی ہے، اور فلسطین میں رہی ہے، حجاز سے تو کبھی کوئی نبی نہیں آیا اور یہ تو اللہ کے فیصلے ہیں۔ جسے اللہ چاہے نبی بنا دے۔

سورۃ انعام میں اللہ نے فرمایا:

﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ﴾ (سورة

الأنعام، آیت: ۱۲۴)

اللہ جانتا ہے کون مستحق ہے رسالت کا، نبوت کا، تاکہ میں اس کو نبی بناؤں، یہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں، ہمارے نبی کی نبوت پر، اعلان تبلیغ پر، توحید پر، یہ ذلیل ہو جائیں گے اور ان کے مکر مٹ جائیں گے، نبی کی شریعت کا، اور نبی کا اور نبی کے ماننے والوں کا بول بالا ہوگا۔

کفر ہر دور میں مسلمانوں کو مٹانے کیلئے اکٹھا ہوا:

غزوۂ احزاب میں جب رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے چھ میل خندق کھودی، جس کی گہرائی دس فٹ ہے، اور چوڑائی دس فٹ، چھ میل کی خندق ہے، چھ دن میں بڑی جلدی خندق کھودی گئی، آج کی جدید مشینری بھی اتنا جلدی نہیں کر سکتی، جتنا جلدی نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے ماننے والوں نے کام کیا ہے اور یہ ایمانی ایٹم بم تھا۔

آپ نے دیکھا ہے کہ ساری دنیا کہتی ہے، دہشت گرد ہیں اور دہشت گردوں کا مل کر مقابلہ کرنا ہے، یہ کیا مقابلہ کریں گے؟ ان سے پوچھو کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ یہ کس کو دہشت گرد کہتے ہیں؟ یہ مسلمانوں کو کہتے ہیں، کبھی ہم کو دقیانوس کہتے تھے، کبھی ملا ازم کہتے تھے، یہ اسی میں ترقی کرتے گئے اور اب ان کے پاس کوئی گندا لفظ نہیں تھا پھر دہشت گرد کہہ دیا۔ ایمان والوں کو مسلمانوں کو دہشت گرد کہتے ہیں یہ مل کر ختم کرتے ہیں کیوں مل کر ختم کرتے ہیں؟ ڈرتے ہیں اور سارے مل کر حملہ کرنے کے لئے آتے ہیں، اکیلے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ ڈرتے ہیں اس لئے کہ ایمان ہی ایٹم بم ہے۔ جو قوت والا ہے، اس لئے کفر والے اکیلے مقابلہ نہیں کر سکتے، تو اپنے مکر و فریب سے اتحادی بنا لیتے ہیں۔

اس غزوے کو غزوہ احزاب کہتے ہیں، اس میں سارے دشمن مل کر آئے تھے، یہودی بھی، عیسائی بھی، مشرکین بھی، فلاں بھی، فلاں بھی، مل کر ختم کرنے گئے ایمانی ایٹم بم کو، یہ الگ بات ہے کہ ان کے حافظے کمزور ہوتے ہیں، پھر مقابلہ کے لئے آ جاتے ہیں، کیونکہ شیطان ان کو تھپکی دیتا ہے، آپ کو پتہ چلا کہ یہ مل کر ختم کرنے آ رہے ہیں، مشورہ ہوا خندق کھودی گئی، آپ ﷺ نے دعا فرمائی

" اَللّٰھُمَّ مَجْرَی السَّحَابِ وَمُنْزِلَ الْکِتَابِ وَ ھَادِمَ الْاَحْزَابِ اَللّٰھُمَّ ھَادِمُھُمْ ھَادِمُھُمْ وَ انْصُرْنَا عَلَیْھِمْ"

اے بادلوں کے چلانے والے رب! کتاب نازل کرنے والے رب! کفر کے لشکروں کو شکست دینے والے رب! میری دعا اور درخواست یہ ہے کہ ان ساری جماعتوں کو شکست دیدے، اور ہمیں فتح اور نصرت عطا کر۔

دعا کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

﴿ قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ ﴾ (سورۃ آل عمران : ۲۶)

اے اللہ! تو ہی بادشاہت عطا کرنے والا ہے، تو ہی عزتیں عطا کرنے والا ہے، تو ہی نبوت بھی عطا کرنے والا ہے اور تو ہی نصرت و فتح عطا کرنے والا ہے، آپ نے ہی مجھے خاتم النبیین بنایا ہے، میری شریعت کو آپ نے پوری دنیا میں پھیلانا ہے، آج ان احزاب اور ان جماعت والوں کو شکست دیدے اور مجھے عزت سے نواز دے، اس مقام پر آپ ﷺ نے کئی جملے ارشاد فرمائے۔

میں کئی دفعہ بتا چکا ہوں کہ جب صحابہ کرامؓ نے جناب نبی پاک ﷺ کو یہ آکر بتایا کہ حضرت وہاں ایک چٹان ہے، جو ٹوٹتی نہیں ہے، کیا کیا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا چلو چلتے ہیں، مجھے دکھاؤ، تین مرتبہ آپ ﷺ نے بادان (بڑا ہتھوڑا) مارا اور تینوں مرتبہ آگ کے شعلے نکلے، پہلی مرتبہ جب آگ کا شعلہ نکلا، تو آپ ﷺ نے فرمایا رومیوں کے محلات دکھائے گئے ہیں، عنقریب ہمارے قبضہ میں آجائیں گے، دوسری مرتبہ بادان مارا، آگ کا شعلہ نکلا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسریٰ کے محلات دکھائے گئے ہیں، عنقریب ہمارے قبضہ میں آجائیں گے اور تیسری مرتبہ جب آشعلہ نکلا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ صنعاء یمن کے محلات دکھائے گئے ہیں، عنقریب ہمارے قبضے میں آجائیں گے۔

یہ بات ظاہر ہوئی اور ہوا کی طرح پھیلی، تو دشمنوں نے باتیں کیں، کہ مسلمان بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں اور یہ یمن صنعا، قیصر و کسریٰ کے خواب دیکھ رہے ہیں

،آپ ﷺ کو ان کی مذاق کا پتہ چلا، تو آپ ﷺ نے فرمایا

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾(سورۃ آل عمران : ۲۶)

اللہ کے قبضہ میں ہے، اللہ جسے چاہے، جب چاہے دیدے، اگر ان کے قبضہ میں ہو، تو کسی کو بھی نہ دیں، قرآن مجید کی آیت نازل ہوگئی۔ فرمایا

﴿ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾(سورۃ الزخرف ،آیت : ۳۲)

کیا ان کے قبضہ میں ہے رحمت کو تقسیم کرنا یا ہم تقسیم کرنے والے ہیں؟ کیا ان کے قبضے میں ہے کہ کس کو نبی بنانا ہے؟ کس کو عزت دینی ہے؟ کس کو بادشاہ بنانا ہے؟ کس کو مال و دولت سے نوازنا ہے؟ یہ سب میرے قبضے میں ہے، یہ آپس میں مذاق بناتے ہیں، مسخرہ کرتے ہیں، جس کو چاہیں ہم نوازتے ہیں

﴿ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَّرَحْمَةُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾

(سورۃ الزخرف ،آیت : ۳۲)

یہ جو ادھر ادھر کی باتیں جمع کر رہے ہیں، وہ کم ہیں اس کے مقابلے میں جو ہم دے رہے ہیں اپنے ماننے والوں کو، وہ نعمتیں سب عمدہ، اعلی اور زیادہ ہیں۔

ہم جسے چاہیں اونچا کرتے ہیں اور جسے چاہیں نیچا کرتے ہیں، یہ بادشاہت، یہ عزت، یہ عمریں، یہ زندگی یہ سارے ہمارے قبضے میں ہیں، ہماری ہی حکومت ہے۔

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتاں آزری

اصل بادشاہ وہی ہے، عزت والا وہی ہے اور وہ جسے چاہے بادشاہت دیدے، عزت دیدے، نبی کریم ﷺ نے اس وقت ان کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

فاقہ کشی کی حکمت:

اور غزوہ خندق میں پتھر باندھنا اور بھوک میں رکھنا ہوسکتا ہے اس میں بھی کوئی حکمت ہو کہ بھوک کے ساتھ ایمانی قوت زیادہ ہوتی ہے، ایمان والے کو قوت حاصل کرنی ہے ایمان سے اور قوت حاصل کرنی ہے کچھ غذا سے، تو گویا جہاد کا کام کیا جارہا ہے کہ قوت ایمانی بھی ہے اور قوت غذائی بھی ہے، یہاں بھوکا رکھا، قوت غذائی نہیں، لیکن خندق کھودی جارہی ہے، تو یہ تھی قوت ایمانی اور اس میں زیادہ طاقت ہے، تو یہ نسبت الیٰ الغیر بالکل ختم ہوگئی، صرف نسبت الیٰ اللہ رہ گئی اور نسبت الیٰ اللہ جب ہوگی تو اس کام میں خیر و برکت ہوتی ہے کہ جب چاہے اللہ رب العزت نبی اکرم ﷺ کو کوئی معجزہ دیدیں۔

اسی مجمع میں تھوڑی دیر کے بعد حضرت جابرؓ کے گھر دعوت ہوئی اور تھوڑا سا کھانا آپ ﷺ کی برکت اور معجزہ سے ہزاروں لوگوں نے خوب کھایا اور اللہ کی مشیت یہی ہے، اس میں تھوڑی دیر پہلے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں، یہاں پر ایک سبق حاصل کرنا ہے دنیاوی مال و دولت کروفر، خوب سیر ہوکر کھانا، خوب ڈٹ کر مخملوں پر سونا، عمدہ عمدہ گاڑیوں میں پھرنا یہ نعمت تو ہے، اگر شکر گزار بنے گا، تو ممکن ہے فائدہ پائے، نعمت تو ہے لیکن اللہ کی رضا اور چیز ہے اور مال و دولت کی فراوانی اور چیز ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ جس کو اللہ نے غریب رکھا ہے، روکھا سوکھا دیا ہے اور بوریا اس کو لباس دیا ہے اور کبھی کھانا ملتا ہے، کبھی نہیں ملتا، اس طرح اللہ نے اس کو رکھا ہے، تو اس پر اس کو گلہ شکوہ نہیں کرنا چاہیئے، کہ یہ نسبت بڑی اونچی ہے، دیکھو کسی کو مخملوں پر سلایا ہو، کبھی بے چین نہ بنایا ہو، اور فراوانی رزق بھی ہو، کبھی پیٹ خالی نہ ہوا ہو، بھوک اس نے نہ دیکھی ہو، تو یہ نسبت کہیں اور جاتی ہے، یہ بھوک کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف جارہی ہے، تو گویا وہ وراثت ہے، جو کسی کو مل رہی ہے، تو اس پر صبر کرے اور گلہ شکوہ نہ کرے کہ آپ نے ہمیں تو بھوکا رکھا ہے، ہمیشہ پریشانیوں میں مصیبت میں رکھا ہے، یہ ایمان کی کمزوری ہے، ابھی تک ایمان نہیں بنایا ہے، نیک لوگوں کی مجلس میں نہیں آیا ہے، شریعت نہیں پڑھی ہے، یہ آتا اللہ والوں کے پاس،

اس کی بصیرت سے بصارت سے غفلت کی چادر ہٹائی جاتی، اس کے ایمان میں جلاء پیدا ہوتا، اس کی طبیعت نورانی بنتی، نیک مجلس میں آنے سے غفلت کی چادریں ٹوٹتی ہیں، پھٹتی ہیں، تو پھر اس کو بھوک میں بھی اللہ کی معرفت نظر آتی، کھانا الگ اللہ کی نعمت ہے اور قرآن مجید نے اس کو بتایا ہے، اگر اللہ سمجھ میں نہ آئے، تو کھانے کی طرف دیکھ لیا کرو، کہاں سے آیا ہے؟ کیسے آیا ہے؟ تو پھر بھی اللہ سمجھ میں آجاتا ہے، آخری پارہ میں قرآن مجید میں فرمایا:

﴿فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ﴾

(سورۃ العبس، آیت: ۲۴۔۳۲)

اگر اللہ سمجھ میں نہیں آتا، اگر منعم حقیقی سمجھ میں نہیں آتا، لائبریریاں اگر دور ہیں، ادھر نہیں جا سکتے کہ اسلامی کتب کا مطالعہ کر کے اپنے معبود کو سمجھ سکو، مدارس میں نہیں جاتے ہو کہ امریکہ دہشت گرد کہے گا، اگر طلبہ بن کر مدرسوں میں علم حاصل نہیں کر سکتے وعلماء کے پاس آنے سے ڈرتے ہو کہ امریکہ ناراض نہ ہو جائے، لیکن ایک کام یہ کرو کہ اپنی خوراک میں غور کرو، یہ کس نے دی ہے؟ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ کتنا لذیذ ہے؟ کس نے بھیجا ہے؟

اقبال مرحوم نے کتنی عجیب بات کہہ دی ہے:

چشمہ کوہ کو دی شورش قلزم کس نے
اور پرندوں کو کیا محو ترنم کس نے
سر کے سبزے پر کھڑے ہو کر کہا قم کس نے
اور غنچہ گل کو دیا ذوق تبسم کس نے

دور نہیں جا سکتے ہو، تو پہاڑوں پہ جا کر تسبیح سنا کرو، رات کے سناٹے میں اللہ رب العزت کی تسبیح، سمندر کی موج بھی اور دریا کے تلاطم بھی اس کی تسبیح میں مصروف ہیں، رات کے سناٹے میں پہاڑوں میں جا کر دیکھو، اس کو کس نے مجبور کیا ہوا ہے، آوازیں کیوں لگا رہا ہے پتھر اور پہاڑ بھی تمہیں اللہ کا رستہ بتا دیں گے، اپنے منعم حقیقی کا راستہ پہاڑ بتا دیں گے، مدرسوں

میں جانے سے ڈرتے ہو، کہ امریکہ دہشت گرد کہے گا، قرآن وحدیث کا سبق لیا، تو طالبان کا لقب ملے گا، پھر ایجنسیاں پکڑیں گی، پہلے پاکستانی جیل خانے کا، پھر امریکہ کے جیل خانے کا مہمان بنا پڑے گا، اگر ڈرتے ہو امریکہ سے، اللہ کے دشمنوں سے، تو یہ کائنات کی ہر چیز تمہیں اللہ کا راستہ بتا رہی ہے، اسی سے سبق لے لو۔

چشمہ کوہ کو دی شورش قلزم کس نے
اور پرندوں کو کیا محو ترنم کس نے

صبح سویرے اٹھ کر یہ چیخیں لگا رہے ہیں، رات کو کیوں اپنے گھونسلوں میں واپس آ رہے ہیں اور اپنے گھونسلوں میں کیوں چہچہا رہے ہیں فرمایا

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ﴾ (سورۃ النور، آیت: ۴۱)

ہر چیز اس کی حمد وثنا میں مصروف ہے، یہ چڑیاں بھی، درخت بھی، ندی نالے بھی، پہاڑ بھی، یہ سورج چاند ستارے بھی، یہ پرند چرند، یہ اشجار یہ نماز کا وقت بھی جانتے ہیں اور یاد کرنا بھی خوب جانتے ہیں۔ انسانوں کے علاوہ تمام مخلوقات بھی اپنے نماز کے اوقات جانتی ہیں، اس کو یاد کرنا بھی جانتی ہیں، اس کا ذکر اذکار کرنا بھی خوب جانتی ہے۔

چشمہ کوہ کو دی شورش قلزم کس نے
اور پرندوں کو کیا محو ترنم کس نے
سر کے سبزے پر کھڑے ہو کر کہا قم کس نے
اور غنچہ گل کو دیا ذوق تبسم کس نے

اور سبزے میں پھول کون لہلہاتا ہے؟ جوانیاں کون دیتا ہے؟

باغوں پر پھل کون لگاتا ہے؟

کون آرڈر کر رہا ہے کہ کھڑے ہو جاؤ، یہ پھر کھڑے ہو جاتے ہیں، تسبیح کرتے ہوئے پھر اناج اور پھلوں سے لدے ہوئے درخت، میوہ جات مہیا کرتے ہیں۔

ان پھولوں کو مسکرانا کس نے دیا ہے؟ یہی تو کھاد ہے، یہی تو مٹی ہے، جو جھاڑیوں کو اگا رہی ہے، لیکن جب اس کا امر متوجہ ہوتا ہے، وہی پھول بن کر سامنے آ جاتا ہے اور مہکنے لگتا ہے۔

اپنے محسن حقیقی کو سمجھنے کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں ہے، اپنے کھانے کو دیکھ کتنی مشینری اس میں مصروف ہے، تب جا کر یہ گندم کی روٹی آپ کے سامنے دستر خوان پر رکھی گئی، اس کے بونے کے مراحل، اس کو جمع کرنے کے مراحل، شہروں میں لانے کے مراحل، صاف کرنے کے مراحل، پینے کے مراحل، کہاں سے چکیاں آئیں اور کہاں سے مشینیں آئیں اور کس نے پیسا؟ کس نے کھایا؟ یہ سب قدرت کی مشینری آپ کی خدمت میں لگی ہوئی ہے۔

﴿فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ﴾(سورة عبس، آیت: ۲۴۔۳۲)

دیکھو ہم نے آسمانوں سے کیسے پانی برسایا، پھر ہم نے زمین کو کیسے چیرا، ہم جانتے تھے کیسے چیرنا ہے، پھر اس سے دانے نکالے، انگور نکالے، ترکاریاں وسبزیاں نکالی، اس نے جنتی میوے زیتون بھی دنیا میں اگائے اور کھجور کو بھی اگایا اور بڑے گھنے ٹھنڈی چھاؤں والے باغات اگائے، تمہارے چوپائیوں کے لئے چارے بھی اگائے، یہ نعمت ہے ساز وسامان ہے، تمہارے لئے اور تمہارے چوپایوں کے لئے۔

اللہ رب العزت نے یہاں کھانے کی طرف دعوت فکر دی کہ انسان اپنے محسن کو نہ بھولے اور جاہل ہو کر بھی وہ اللہ کو پہچان سکتا ہے، کسی علاقے میں پرانے زمانے میں جب گندم کی کاشت کی جاتی تھی، میں نے ایک کسان کو دیکھا، اپنی جھولی بھر کر بیج وہ یوں سامنے پھینکتا نہیں تھا، بلکہ پیچھے کی طرف پھینکتا تھا، جہاں بھی پھینکو، اس میں اللہ رب العزت کی مرضی سے ہی اگنا ہے، اسی وجہ سے بعض دیہاتی کسانوں کا ایمان زیادہ مضبوط ہوتا ہے، وہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ یہ سب اسی کے قبضے میں ہے۔

لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حسد کرتے ہیں، مثلا یہود ونصاریٰ، یا دیگر لوگ، ان کو نبوت

کیوں مل گئی؟ کسی کی نعمت پر جلنے سے نقصان جلنے والے کا ہے، خود ختم ہو جائے گا اسے تو اللہ نواز رہا ہے، ایک تو اس کو نعمت مل رہی ہے، اس وجہ سے وہ نوازا ہوا ہے اور دوسرا ادھر حسد کرنے والے، غیبت کرنے والوں کا ثواب اس کو مل رہا ہے، اس کو دہرا فائدہ ہو رہا ہے، اللہ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازنا ہے، آپ خاتم النبیین ہیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں اور غلام تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے پیار تھا اور یہ وہی اسامہ جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الوفات میں امیر لشکر جہاد مقرر کیا تھا، جب کہ اس وقت حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر کئی اور صحابہ کرامؓ موجود تھے، لیکن آپ نے ایک امیر مقرر کر دیا، سب خاموش ہیں، خوش ہیں، راضی ہیں، یہی تو اتباع ہے اور اسی کو شریعت کہتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی غزوہ موتہ میں ٹوپی گم ہو گئی تھی، پھٹی پرانی تھی، ڈھونڈ رہے تھے اور پھر مل بھی گئی، تو کسی نے پوچھا کہ اس ٹوپی کو ڈھونڈنے میں اتنا وقت خرچ کر دیا، جو اپنی مدت عمر پوری کر چکی ہے، انہوں نے کہا کہ تمہیں کیا خبر اس ٹوپی میں بڑی قیمتی چیز ہے، جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی زلفوں کے چند بال ہیں، اسی کی برکت سے خالد کے ساتھ اللہ نے فتح کے فیصلے کئے ہیں، میں جدھر بھی جاتا ہوں، نبی کے بالوں کا واسطہ دیتا ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں، لوگوں میں یہ نظریہ قائم ہو گیا تھا کہ خالد ہو گا تو فتح ملے گی اور اگر خالد نہیں ہے، تو فتح نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کو جب یہ بات پتہ چلی، تو آپؓ نے فرمایا کہ لوگوں کے اس عقیدے کو ٹھیک کرتے ہیں، خالد کو امارت سے معزول کر دیا، سپاہی بنا دیا، عام فوجی بنا دیا، امیر لشکر کسی اور کو مقرر کر دیا، بعض لوگوں نے خالدؓ سے بات کی، یہ بڑے دکھ کی بات ہے، آپ کو امارت سے معزول کر دیا، حضرت عمر فاروقؓ سے خالد بن ولیدؓ نے عرض کیا، ہم تو بڑے عرصہ پہلے

﴿ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ ﴾ (سورۃ آل عمران، آیت ۲۶:)

کا وظیفہ پڑھ چکے ہیں، ہم نے دین کی اشاعت کے لئے کام کرنا ہے، امیر بن کر کریں،

خواہ سپاہی بن کر کریں اور اللہ کے قبضہ میں ہے، امیر بنانا، یا معزول کرنا، ان کی حاضری کی برکت سے مجاہدین کو پھر بھی فتح نصیب ہوتی رہی۔

تو جب حضرت اسامہ کو آپ نے امیر مقرر کیا، کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، کہا ٹھیک ہے، دوستو! جب تک ورکروں میں اتباع نہیں ہوگی، اس وقت تک قوت اور کامیابی دونوں نہیں آسکتیں۔

دوستو! حضرت اسامہ بن زیدؓ کی بات نقل کر کے ختم کرتا ہوں کہا ہم حج کے سفر پر تھے، آخری حج ہے، جس کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے، ایک جگہ پڑاو ڈالا، دن کو آپ ﷺ کو ضرورت پیش آئی، آپ ﷺ نے نظر ڈالی، تو کوئی ایسی جگہ مستور یا پردہ والی نظر نہیں آئی، آپ ﷺ نے فرمایا، اسامہ ادھر آؤ، آپ پیار سے اسامہ کو اسیم کہتے تھے، فرمایا

" یَا اُسَیم اِئتِ النَّخلاتِ وَالاَحجَارَ وَالاَشجَارَ فَقُل لَهُنَّ یَامُرُکُنَّ رَسُولُ اللّٰهِ اَن تَجمَعَ لِحَاجَةِ الرَّسُولِ "

ادھر آؤ، ان درختوں اور پتھروں کے پاس جا کر میرا پیغام دے دو، کہ تمہیں اللہ کا رسول حکم دے رہا ہے کہ جمع ہو جاؤ، حضرت اسامہ بن زیدؓ درختوں کے پاس متفرق پتھروں کے پاس رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے پتھرو، درختو اللہ کا رسول تمہیں آرڈر کر رہا ہے کہ میری ضرورت کے لئے بیت الخلاء بن جاؤ، درخت زمین چیرتے ہوئے، پتھر لڑکھڑاتے ہوئے بیت الخلاء کی شکل اختیار کر گئے، رسول اللہ ﷺ جب قضائے حاجت سے فارغ ہو کر اپنے قافلے کی طرف تشریف لائے، فرمایا جاؤ اسامہ ان کو میرا آرڈر سنا دو کہ

" اَن تَرجِعَ اِلٰی مَکَانِهَا "

جاؤ ان درختوں اور پتھروں کے پاس اور انہیں حکم دو کہ اللہ کے رسول ﷺ کا کہ اپنی اپنی جگہوں پر واپس چلے جاؤ، چنانچہ حضرت اسامہ بن زید نے جب ان درختوں کو ان پتھروں کو رسول اللہ ﷺ کا واپسی کا پیغام سنایا تو اپنی اپنی جگہ واپس ہو گئے۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل النبی، المعجزات ودلائل النبوۃ:)

صحابہ کرامؓ حیران اور ششدر رہ گئے، جناب نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھنے لگے تو

آپ نے فرمایا

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (سورة آل عمران : ٢٦)

میرے رب نے چاہا مجھ کو نوازنا، رب نے چاہا مجھ یتیم کو پیغمبر امام الانبیاء، سرکار دو جہاں بنانا، اس نے مجھے ان عزتوں سے نوازا ہے اور اسی کا میں شکر گزار پیغمبر ہوں۔

اللہ رب العزت ہمیں سچی عقیدت نبی پاک ﷺ کے ساتھ نصیب فرمائے۔

"......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ......"

(۶)

اللہ ہی معبود ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِيَآء وَعَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ اَوفَوْا عَهْدَه الَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَآءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِيَآءِ .اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿ وَمَا اَرسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾(سورة الأنبياء ، آيت : ٢٥)

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ صَامِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ .(صحيح مسلم ،كتاب الايمان الحديث:٤٧ . ٢٩)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ الْكَرِيْمِ ، وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِين .

آیت کا مفہوم:

سورۃ الانبیاء کی ایک آیت کریمہ اور نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد مبارک تلاوت کیا، جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ ہی معبود ہے۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول

نہیں مبعوث کیا، مگر یہ کہ ہم نے اس کی طرف وحی کی، کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، پس میری ہی تم سب عبادت کرو۔

حدیث کا مفہوم:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ جو شخص گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، تو اس پر اللہ نے جہنم حرام کر دی ہے، یعنی یہ شخص جنتی ہے۔

انسان کا فطری خاصہ:

محققین نے یہ بات فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں یہ رکھا ہے کہ اس کا دل چاہتا ہے کہ کسی کو بڑا سمجھے اور اس کی سامنے عاجزی کرے اور اس کو اپنا بڑا سمجھے، لیکن غلط رہبری کی وجہ سے گمراہ ہو جاتا ہے، اصلی معبود کا تعارف کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام مبعوث فرمائے، تاکہ صرف اللہ ہی کو اپنا معبود بنائیں، اور مانیں اور سمجھیں اور معبودان باطلہ سے اپنے آپ کو بچائیں، ایک اللہ وحدہ لاشریک ذات کو اپنا معبود مانیں اور اسی کی ہی عبادت کریں۔

انبیاء علیہم السلام کا اصل منشور:

تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا یہی منشور رہا ہے، یہی اصل پیغام اللہ نے دیا ہے کہ لوگوں کو شرک سے بچائیں اور توحید سمجھائیں، خطبہ میں پڑھی جانے والی آیت میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ تمام رسولوں کو اللہ نے یہی وحی کی تھی کہ لوگوں کو بتائیں کہ میں ہی تمہارا معبود ہوں، حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام تک تقریباً تمام لوگ توحید پر قائم تھے، اگرچہ اس دورانیے میں کچھ کچھ کہیں کہیں شرک رواج پا گیا تھا، اکثر لوگ توحید پر ہی تھے، لیکن بت پرستی اور شرک حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام

کے زمانہ میں زیادہ ہوا ہے، اور تبلیغ بھی ۹۵۰ سال ہوئی، لیکن لوگ بہت تھوڑے تقریباً ۸۴ افراد ایمان لائے، اللہ نے ان کو بچا کر باقیوں کو طوفان کے ذریعہ ہلاک کیا۔

شرک، بدعت کرنے کی اصل وجہ:

یہی سلسلہ بعد میں بھی رہا، اللہ تعالیٰ اقوام کی ہدایت کے لئے اپنے رسول مبعوث فرماتے رہے، شرک جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے، اور بدعت بھی جہالت اور دین کی دوری کی وجہ سے ہوتی ہے، جب لوگ علم حاصل کریں اور نیک لوگوں کے پاس آئیں اور درس لیں، تو جہالت دور ہوتی ہے۔

آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد:

جب آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا، تو اس وقت بھی شرک، بت پرستی کی وجہ سے اقوام کی بہت بری حالت تھی، ظلم کی حکومت تھی، تو آپ ﷺ نے بھی لوگوں کو توحید کا درس دیا، اور سمجھایا کہ میرا اور تمہارا معبود صرف اللہ ہی ہے۔

قرآن پاک میں فرمایا:

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (سورۃ البقرۃ ، آیت : ۲۱)

فرمایا اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تم کو اور تم سے پہلے والوں کو پیدا کیا ہے۔ لہٰذا معبود وہ ہونا چاہئے، جس نے پیدا کیا ہو، جو رزق دیتا ہو، جو عزت ذلت کا مالک ہو، جو سب نعمتیں دینے والا ہے۔

اللہ ہی معبود ہے:

قرآن پاک میں دوسرے بہت مقامات پر بھی اللہ کے معبود ہونے کا تعارف کرایا ہے فرمایا سورۂ انعام میں

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ فَاعْبُدُوْهُ﴾

سورۃ الأنعام ، آیت : ۱۰۲

اور فرمایا:

﴿قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ﴾ سورۃ ھود: ۵۰

اور سورۂ ذاریات میں فرمایا:

﴿وَلَا تَجۡعَلُوۡا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اِنِّىۡ لَكُمۡ مِّنۡهُ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ﴾

سورۃ الذٰریات ، آیت : ۵۱

اسی طرح اور بہت مقامات میں قرآن پاک نے انسانوں اور جنوں کو بار بار سمجھایا کہ شرک نہ کرو، اور تمہارا معبود اللہ ہی ہے، اسی کی عبادت کرو، جس نے تمہیں پیدا کیا، اور ہر طرح کی نعمتیں عطا کیں، اور خوراک وغیرہ سب کچھ اللہ ہی دینے والا ہے، اور سب کو دیتا ہے ،تو ایسی ذات کو اپنا معبود مانو، جس نے پیدا بھی کیا ہے اور پالتا بھی ہے، اور زندگی بھی دی ہے، اور سب کچھ وہی عطا کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ انسان کے لئے اور جنات کے لئے دنیا میں اتنی نعمتیں پیدا کی ہیں کہ انسان اگر شمار کرنا چاہے اور ان تمام انعامات پر شکر کرنا چاہے تو ادا نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات یعنی نعمتیں اللہ کی صفات اور قدرت اور اللہ کے کارنامے کوئی اگر لکھنا چاہے ،تو تمام دنیا کے درختوں کی قلمیں بنادی جائیں اور تمام سمندر سیاہی بنادیئے جائیں اور تمام لوگ لکھنے لگ جائیں، تمام کائنات تختی بنادی جائے اور ان کو سات گنا بڑھا بھی دیا جائے ،تو بھی سب کچھ ختم ہو جائے گا، لیکن اللہ کی نعمتیں، خوبیاں، صفات ،قدرتیں، کمالات ،کارنامے اور مہربانیاں اور رحم وکرم اللہ کے جو مکلف مخلوق پر ہیں، وہ نہیں شمار کئے جاسکتے ،سب سیاہی ،سب قلم ،سب لکھنے والے، تختیاں ختم ہوجائیں گی، لیکن اللہ کی نعمتیں نہیں شمار کی جاسکتی، لہٰذا ایسی ذات کو اپنا معبود بنانا ہے، جو اتنا بڑا محسن ہے، اسی وجہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی کائنات میں غور کرنے کی دعوت دی ہے، اور اس میں غور وفکر کرنے کا حکم دیا ہے کہ میری اس کائنات کی مخلوق میں غور وفکر کرو، یہ میں نے پیدا کی ہیں اور تمہارے نفع کے لئے ،تمہارے خدمت کے لئے پیدا کئے ہیں، تو پھر

غور کرو، کون ہے پیدا کرنے والا؟ اور کس کی عبادت کرنی چاہئے؟

اللہ کا نظام اور اس کے متعلقات:

اللہ کے نظام کا تعلق علویات اور سفلیات کے ساتھ ہے، سفل کا معنی ہوتا ہے نیچے، تو نظام سفلیات یا عالم سفلیات اس کو کہا جاتا ہے، جس کا تعلق زمین کے ساتھ ہے، مثلاً زمین پر ندی نالے ہیں، پہاڑ ہیں، درخت ہیں، جنگلات ہیں، نباتات پھل ہیں، میوہ جات ہیں، جتنی نعمتیں زمین کے اوپر موجود ہیں، ان کو کہتے ہیں عالم سفلیات، وہ مخلوق بھی سفلیات کہلاتی ہیں، ان میں غور کرو، اس میں غور کرنا آسان ہے، ہر کسی کے سامنے ہے اور حواس خمسہ کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ انسان کو شعور کامل حاصل ہے اور اللہ کی نعمتوں میں غور کریں، ظاہراً اگر کسی کی نظر نہیں بھی وہ نابینا ہے، تو اس کی بصیرت ایسی ہوتی ہے کہ ان تمام چیزوں کو وہ سمجھ سکتا ہے، یہ سب کچھ اللہ نے پیدا کیا ہے، اس کو عالم سفلی کہتے ہیں۔

اور علویات علو سے ہے، علو کا معنی بلندی ہے، وہ مقام جس کا تعلق آسمان کے ساتھ ہے، عرش کے ساتھ ہے، اوپر کا نظام ہے، جس میں سورج ہے، چاند ستارے وغیرہ یہ آسمان نظر آرہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا نظام ہے، بہت سارے نظام، عالم علویات ایسا ہے کہ جس پر ہمارا ایمان بالغیب ہے، وہ ہمیں اپنے محسوسات میں نہیں محسوس ہورہی ہے، جیسے فرشتے ہیں، یا ساتوں آسمان ہیں، اور ہر آسمان اللہ کے نظام کے تابع ہے اور پھر ان کے اوپر اللہ کا عرش ہے، یہ نظام علویات وہ ہے، جو ہماری نظر سے اوجھل ہے، اور ہمارا ایمان بالغیب ہے، ان کے اوپر اور بہت سارے نظام علویات جو روزمرہ ہمارے مشاہدے میں آرہا ہے، سورج، چاند، ستارے اور ان کا ذکر قرآن مجید میں بہت مقام پر کیا گیا ہے، دیکھو کہ یہ کیسے چلتے ہیں؟ کون چلاتا ہے؟ کیا صورت حال ہے؟، نظام علویات میں غور کرو؟ تب ہی اس کے بنانے والا سمجھ میں آئے گا، اس کا پیدا کرنے والا سمجھ میں آئے گا۔ نظام سفلیات پر غور فکر کرو، زمین کے اوپر جو تمام چیزیں ہیں، ان پر غور فکر کرنے سے ان چیزوں کا خالق سمجھ میں آئے گا، یہ ویسے نہیں وجود میں آتے ہیں۔

تخلیق انسانی میں غور کیجیے:

پھر انسان کی تخلیق کی طرف اشارہ کیا:

﴿ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ﴾

سورۃ الأنعام، آیت: ۹۸

کہ انسان اپنی تخلیق میں غور فکر کرے کہ کس طریقے سے اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے کہ سبب قریب کی طرف غور کرے، تب بھی اللہ کی قدرت سمجھ میں آئے گی، سبب قریب ازدواجی زندگی کا جوڑ، ایک نطفہ ناپاک سے اتنا پیارا انسان بنا دینا، یہ سبب قریب ہے اس میں غور کرو کہ اللہ نے کیسا نظام بنایا ہے۔

اٹھارویں پارے میں میں بڑی تفصیل سے بات کی کہ دیکھو شکم مادر کے اندر کس قدر خوبصورت انسان بنایا، اس کی ناک بنائی، آنکھ بنائی، اس کا دل بنایا، جسم کی ایک ایک چیز کے اوپر مستقل ایک سائنس بن گئی، اور اس کے مستقل اسپیشلسٹ ڈاکٹر ہیں، دل کا الگ ہے، گردے کا الگ ہے، معدے کا الگ ہے، فلاں فلاں یہ کان کا ہے، یہ ناک کا ہے، یہ گلے کا، یہ تحقیق کرتے ہیں یہ کیسے ہوا؟ کیسے بنا ہے؟، اس میں خرابی کیسے آتی ہے؟ شفا کیسے ملے گی؟ دوائی کیا ہونی چاہیے؟ لیکن یہ اس سے ہٹ کر ان چیزوں میں ایک اور طرز پر غور فکر کرنی ہے، اتنی عجیب وغریب قسم کا انسان اور منظم اور اعلیٰ سسٹم بنانے والا کون ہے؟

اللہ نے اپنی قدرت کو سمجھانے کے لئے اپنا خالق اور معبود ہونا بتانے کے لئے انسان کو بتایا کہ اپنے وجود میں غور فکر کرو، ایک چیز کو دیکھ کر اس انسان میں ایک عضو نہ ہو، یا ایک انگلی نہ ہو، تو یہ سمجھ لو کہ سارا نظام متاثر ہے، کسی چیز میں اضافہ ہوتا ہے، تو نظام متاثر ہے، نگاہ کا، کان کا، ہر ہر چیز کا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے، عالم علویات میں غور کرو، تب بھی اس عالم کو بنانے والا سمجھ میں آئے گا، اور اپنی تخلیق میں غور فکر کرو، یہ سبب قریب ہے کہ ازدواجی زندگی کو جوڑنے والا ہے۔

تخلیق انسانی کے سبب بعید میں غور کیجئے!

اور سبب بعید ہے کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ نے پیدا کیا تو دونوں صورتوں میں انسان کا تخلیق میں غور فکر کرنے سے اس کا بنانے والا سمجھ میں آئے گا، اب یہ تمام چیزوں کا بنانے والا وہ غور فکر کے بعد جب نتیجہ نکالنے پر آئے گا تو پھر اسے سمجھ آ جائے گی کہ یہ صرف اللہ ہی لاشریک ذات ہے اور اس کے علاوہ نہ کوئی نظام علویات چلانے والا نہ سفلیات چلانے والا نہ تخلیق کے اندر کسی کا کوئی درمیان میں خدمت کا تعلق نہ کوئی مدد کی شرکت کی ضرورت ہے، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ چلا رہے ہیں، تو یہ تمام چیزوں کو بیان کرنے بعد پھر نظام سفلیات کا دوبارہ ذکر کیا یعنی پہلے نظام سفلیات کا ذکر پھر نظام علوی کا ذکر پھر انسان کی تخلیق کا ذکر پھر دوبارہ نظام سفلیات کا ذکر کیا کہ اس میں غور فکر کرنا آسان ہے کہ انسان کوئی چیز کھا رہا ہے یا پی رہا ہے اس سے پہلے سوچے کہ یہ کیسے بنی ہے؟ آئی کیسے ہے،؟ پہلے سوچے کہ یہ کیسی بنی؟ کہاں سے آئی؟ کیسے ہوئی؟ تو ضرور بضرور اللہ رب العزت سمجھ میں آئے گا، پھر بارش کے نظام کو بیان کیا بارش کے نظام کے ساتھ تعلق دونوں عالم کا ہے، بارش عالم علویات کے ساتھ بھی متعلق ہے کہ آسمانوں سے نازل ہوتی ہے اور نظام سفلیات کے ساتھ بھی تعلق ہے کہ حوض بن گئے تالاب بن گئے، ٹینکیاں بن گئی، نہریں بن گئی، اس سے نباتات آ گئے، تو دونوں اعتبار سے اس میں غور وفکر کی دعوت دی، یہ تمام دعوت دینے کے بعد فرمایا غور وفکر کرو کہ یہ جو بنانے والا ہے وہی تمہارا بھی خالق ہے، ان تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہی تمہارا خالق ہے اور پھر جو اتنی خوبیوں کا حامل ہے، وہی معبود بننے کا بھی اہل ہے، جو اپنے نفع نقصان کا مالک نہ ہو، وہ تمہارے معبود کیسے بن سکتا ہے؟، کہ اتنی بڑی کائنات کو جس نے پیدا کر لیا اور اسی کائنات کے نظام کو جو چلا رہا ہے اور تم ہر روز دیکھ رہے ہو، یہی وہ ذات ہے جو تمہارا معبود بننے کے قابل ہے، وہ مخلوق معبود بننے کا اہل نہیں، وہ تو خود محتاج ہوتی ہے، جن لوگوں نے اللہ کی مخلوق کو اپنا معبود بنا لیا وہ ہلاک ہو گئے۔

اللہ کیلئے اولاد نہ ہونا خوبی ہے:

فرمایا

﴿ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰی يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَّخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴾

(سورة الأنعام ، آيت : ١٠١)

اللہ وہ ہے، جس نے آسمانوں زمین کو بغیر نمونے کے پہلی دفعہ وجود عطا کیا، بدیع کا معنی پیدا کرنے کے ہوتے ہیں، لیکن بدیع میں صفت تخلیق کا ایک اور عمل دخل بھی ہوتا ہے، ایسی چیز کا پیدا کرنا جس کا پہلے کوئی نمونہ ہی نہ ہو، اس کو بدیع کہتے ہیں۔

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ....

بدیع اللہ کی صفت ہے، انی یکون لہ ولد کہا ہے، اس کا لڑکا، اس کو لڑکے کی ضرورت نہیں، جس پر بڑھاپا آتا ہے، جس پر تھکاوٹ آتی ہے، جس پر محتاجی آتی ہے، جس پر موت آئے گی، پھر وہ اپنے مال دولت کی وراثت اس کو دیکر جائے گا، کوئی بھی خدمت کی نوبت آئی گی بڑھاپے میں، بیماری میں، یہ اولاد اس کی خدمت کرے گی، اور مرنے کے بعد دعا کی محتاجی ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ محتاج نہیں ہے، اور نہ اس پر موت ہے، نہ اس میں ضعف ہے، نہ اس میں بڑھاپا ہے، نہ اس میں نیند ہے، نہ اس میں تھکاوٹ ہے، یہ اسی طرح ہے کماھو شانہ، جیسے شروع سے ہمیشہ اس طرح رہے گا، تو ایسی ذات کے لئے بیٹے کی نسبت کرنا، اس میں عیب کی نسبت کرنا ہے، مخلوق انسان جنات ان کے لئے اولاد نہ ہونا عیب ہے، اللہ کے لئے اولاد ہونا عیب ہے، اللہ ان چیزوں سے پاک اور منزہ ہے ﴿ اللہ الصمد لم یلد ﴾ اللہ بے نیاز ہے، بے نیاز کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ جس کو ذرہ برابر بھی کسی طرح کی کوئی محتاجی نہیں اور انسان کو محتاجی ہے اولاد کی۔

حضرت زکریا علیہ الصلوۃ والسلام مانگ رہے ہیں، اے میرے رب! میرے ساتھ جو لوگ ہیں، مجھے ان پر اعتبار نہیں ہے، کہ یہ دعوت تبلیغ کا کام صحیح سنبھالیں گے، اپنے فضل

وکرم سے مجھے بیٹا دیدے، یعنی بیٹا نہ ہونا ایک عیب تھا، تو اللہ سے بیٹا مانگا جارہا ہے۔

یہی بات ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے چراسی سال کے بعد اللہ تعالیٰ سے بیٹا مانگا، اے اللہ! مشن کو سنبھالنے کے لئے ان لوگوں میں کوئی مناسب بندہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے، مجھے اولاد عطا کر، میں اپنی روحانی وراثت اپنی اولاد کو دے کر جاؤں۔

اور یہی بات یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کی ہے، بیٹوں کو بیٹھا کر سمجھایا کہ کیا کرو گے، میرے مرنے کے بعد؟، اللہ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا یہ عیب کی نسبت کرنا ہے، یہ شرکت فی ذاتہ کرنا ہے، اور یہ کفر ہے، اللہ کی ذات میں شریک ٹھہرانا ہے، اللہ کے ساتھ بیٹے کی یا بیوی کی رشتہ داری کی نسبت کرنا یہ شرک ہے اور انسان کے لئے اولاد کا نہ ہونا یہ عیب ہے، اللہ کے لئے اولاد کا نہ ہونا یہ خوبی کی بات ہے کہ ان تمام چیزوں سے اللہ منزہ اور مبرہ ہے۔

امی ہونا رسول اللہ ﷺ کیلئے خوبی ہے:

امی ہونا نبی پاک ﷺ کی صفت میں سے ہے، امی اس کو کہتے ہیں کہ جس نے کسی انسان سے نہ پڑھا ہو، جو براہ راست اللہ سے پڑھنے والا ہو، یہ پیغمبر کی صفت ہے، کہ کل لوگ باتیں نہ کریں کہ یہ پیغمبر تو فلانے محلے فلانے ماسٹر صاحب کا شاگرد ہے، اس پیغمبر نے فلانے معلم سے پڑھا، یہ پیغمبر کے لئے عیب کی بات ہے کہ کسی انسان سے پڑھنا، اس لئے اللہ نے پیغمبر کو امی رکھا، اور براہ راست اپنا شاگرد بنایا، اسی پر تردید ہے، مرزا غلام احمد قادیانی کی، اس جھوٹے نبی کی، اس کے بیسیوں استاذ ہیں، ماسٹر ہیں، بہت سارے استاذ ہیں، اتنا بے وقوف تھا کہتا ہے کہ استاذ مجھے بہت مارتا تھا، اس لئے میرا سر گنجا ہوگیا، تو یہ پیغمبر کیسے بن سکتا ہے؟ جو عام طرح کے لوگوں سے پڑھا ہوا ہو، نبی کی ذات کو تو امی بنایا، کسی انسان کا شاگرد نہیں بننے دیا، اپنا براہ راست شاگرد بنایا، یا بواسطہ جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام بنایا، نبی کے لئے امی ہونا یہ شان کی بات ہے۔

کوئی امتی امی نہیں ہوسکتا:

اگر کوئی امی فخر سے کہے کہ میں امی ہوں، تو یہ بہت بڑا احمق ہے اور جاہل ہے۔ استغفر اللہ استغفر اللہ ایک صاحب سے پوچھا کہ آپ کا کیا تعارف ہے؟ تو وہ کہنے لگا میں امی ہوں، یہ کیسے؟ آپ امی ہیں، کہنے لگا کہ میں اس لئے امی ہوں، کہ ہمارے نبی بھی امی تھے، استغفر اللہ، نعوذ باللہ، بدبخت انسان، تمہارا امی ہونا جاہل ہونا ہے، نبی ﷺ کا امی ہونا شان والا ہونا ہے، اللہ نے کسی انسان سے ان کو شاگرد نہیں بنایا ان کو اپنا شاگرد بنایا ہے، ان کے لئے امی ہونا تو شان کی بات تھی، تمہارے کے لئے امی ہونا تو بدبختی کی بات ہے۔ نبی کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے علم عطا کئے نبی تو سب سے زیادہ عالم انسانوں میں سے اور سب سے بڑا دانش ور ہوتا ہے۔

اللہ کی پہچان:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَ مَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَ مَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ﴾ سورة الأنعام: ۱۰۴

یہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کرسکتی اور وہ سب کو دیکھ رہا ہے، احاطے میں لیا ہوا ہے اور وہ باریک بین ہے، باخبر، تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں آئی ہیں، جس نے سمجھا اس نے اپنا فائدہ کیا، اور جو شخص اندھا رہا اللہ کی نشانیوں کو نہیں دیکھا، تو اس نے اپنا ہی نقصان کیا اور میں تمہارے اوپر نگران نہیں ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کے لئے ہر طرح کی نشانیاں اور نعمتیں ذکر کیں، زمین کی بھی، آسمانوں کی بھی، کھانے پینے کی، بارش بھی، یہ ساری نشانیاں ایسی ہیں کہ انسان کے غور فکر کے دسترس میں ہیں، احاطے میں ہیں، کھانے پینے کے بارے میں غور کریں، اپنی صحت کے بارے میں، تخلیق اور پیدائش کے بارے میں یہ اللہ کا ایک پورا نظام ہے، اس میں غور کریں، تو اس کو اللہ سمجھ میں آئے گا، پھر ساتھ یہ بتایا کہ اتنی خوبیوں کا مالک ہے، تو اسی کو معبود بنانا ہے، وہی خالق ہے، زمین آسمان اسی نے پیدا کئے، سب نعمتیں اسی نے پیدا کی

ہیں، دے رہا ہے، نہ اس کا کوئی بچہ ہے، نہ کوئی بیوی ہے، ہر چیز کو اس نے پیدا کیا، ہر چیز کو وہی جانتا ہے، پھر وہی تمہارا معبود ہونا چاہیئے، اس لئے کہ اس نے سب کچھ دیا، اللہ کے علاوہ مخلوق کیا دے سکتی ہے؟ خود وہ بے بس ہے، خواہ وہ بڑے سے بڑا ولی ہو، کوئی بھی ہو، اللہ کے در کا سوالی ہے محتاج ہے، اللہ ہی سب کچھ دے رہے ہیں، پھر وہی تمہارا معبود ہے جو ہر چیز کا خالق ہے، اسی کی عبادت کرو، وہی کارساز ہے، یہ تمام دلائل جو ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو انسان معبود مانے وہی اہل ہے کہ اسے الہ مانا جائے، اس کے علاوہ کوئی الہ اور معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، یہ سمجھانا چاہ رہے ہیں، اسی کے ساتھ آج کا موضوع متعلق ہے۔

دنیاوی آنکھ سے اللہ کو دیکھنا ممکن نہیں:

فرمایا:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾سورة الأنعام ، آیت : ۱۰۳

یہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ سب کو دیکھ رہا ہے، وہ باریک بین اور باخبر ہے، اس آیت میں ہے کہ انسان اللہ رب العزت کو نہیں دیکھ سکتا، اللہ کو دیکھنے کی نفی کر دی ہے دنیا میں انسان کی نگاہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتی، اس پر سب سے بڑی بات بطور دلیل کے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا واقعہ ہے، کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے درخواست کی کہ میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿اُنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرَانِیْ﴾

سورة الأعراف ، آیت : ۱۴۳

کہ میں پہلے اپنی تجلی اس پہاڑ کے اوپر ڈال رہا ہوں، اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر ثابت رہا، تو پھر مجھے بھی دیکھ سکیں گے، جیسے انہوں نے پہاڑ کو دیکھا تو موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے، تو استغفار کرنے لگے، مجھے یہ گویا کہ درخواست نہیں کرنی چاہیئے

تھی، تو اس دنیاوی زندگی میں دنیا میں خواہ پیغمبر بھی جو ہیں، وہ اللہ کو دیکھنا چاہے، تو نہیں دیکھ سکتے ہیں، نگاہوں میں وہ صلاحیت نہیں ہے۔

سفر معراج کے دیدار پر اعتراض اور اس کا جواب:

رہی بات رسول اللہ ﷺ نے جو معراج کے سفر میں اللہ رب العزت کا جو دیدار کیا ہے، جس میں ایک جماعت مفسرین کی یہ کہتی ہے، سورۂ نجم میں جس کو بیان کیا ہے:

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی﴾

سورة النجم ، آیت :١٧۔١٨

کہ اس میں آنکھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے، اللہ ہی کو دیکھا ہے، ایک جماعت مفسرین کا یہ موقف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی ذات کو دیکھا ہے۔

ایک جماعت مفسرین کی ایسی ہے کہ جو کہتی ہے کہ اللہ پاک کو نہیں دیکھا ہے، بلکہ جبرائیل کو دیکھا ہے، لیکن ہم یہ بات لیتے ہیں ان مفسرین کی، جنہوں نے یہ مطلب اختیار کیا ہے کہ معراج کے سفر میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے، تو یہاں قرآن مجید نے کہا کہ کوئی نگاہ اللہ کو نہیں دیکھ سکتی، تو وہاں رسول اللہ ﷺ نے معراج کے سفر میں جب عرش کے اوپر تشریف لے گئے، تو کیسے اللہ کو دیکھا ہے؟ یہاں تو فرمایا ہے کہ کوئی نگاہ اللہ کو نہیں دیکھ سکتی؟

اس کا جواب علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ کو عرش کی طرف آسمانوں کی طرف لے جایا گیا، تو آپ کے لئے لباس کا بھی انتظام ہوا، سفر کا انتظام ہوا، سیڑھیوں کا انتظام ہوا، آخرت کے نظام آپ کے ساتھ متعلق کر دیا، یہی وجہ ہوئی اتنا لمبا یہ سفر تھا مسجد حرام سے مسجد بیت المقدس کا ساتوں آسمانوں کا پھر بار بار ملاقاتوں کا پانچ پانچ نمازیں کم ہوتی گئیں، پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں، اس میں کافی وقت خرچ ہوا ہے، لیکن اب دوسری طرف دیکھیں کہ جس دروازے کو آپ نے تالا لگایا، جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ گئے، وہ تالا ابھی ہل رہا تھا کہ واپس تشریف لے آئے، اب یہ دونوں باتیں عجیب ہیں، تعجب ہوتا ہے کہ بندہ دروازے کو تالا لگاتا ہے، تو تھوڑی دیر

تالا ہلتا ہے، پھر اپنی جگہ پر آ کر وہ رک جاتا ہے اور ادھر دیکھ کہ ساتوں آسمانوں کی سیر ہوئی، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے ملاقاتیں ہوئیں، جنت دوزخ دکھائی گئی، کئی راستے میں مراحل دکھائے گئے، یوں عذاب ہو رہا ہے، یوں سود خوروں کو یوں نمازیں چھوڑنے والوں وغیرہ۔

اللہ کا دیدار ہوتا رہا اور واپسی ہوتی رہی، پانچ پانچ نمازیں کم ہوتی رہی، تو یہ کیا بات ہے؟ تو جب آخرت کی طرف گئے، آخرت کے جولحات ہیں، وہ بہت زیادہ وسیع وقت اپنے اندر رکھتے ہیں، یہی بات ہے میدان حشر کا ایک دن پچاس ہزار سال کا ہوگا، بعض نے آخرت کا دن کہا اس دن کے لحاظ سے آخرت کا وقت خرچ ہوا ہے، وقت کافی خرچ ہوا ہے، بعضوں نے تو اس حد تک لکھا ہے کہ وہ نظام بند ہو گیا، کائنات کے نظام کو روک دیا گیا، اس لئے وہ تالا اسی حالت پر وہ ہلتا تھا، اتنا لمبا یہ سفر ہو کر واپس آپ تشریف لائے، تو وہ آخرت کا وقت تھا اور آخرت کے وقت میں وسعت ہے، اس میں زیادہ گنجائش ہے، دنیا کا وقت جلدی جلدی خرچ ہو جاتا ہے، تو جس طریقے سے آپ کو آخرت کے اس معراج کے سفر میں اتنا لمبا وقت عطا کیا گیا، کہ جب کہ دنیا کے لحاظ سے روک دیا گیا تھا، کہ وہ تالا ہل رہا تھا، اسی طریقے سے آپ ﷺ کو معراج کے سفر میں جو بینائی تھی، اس کو آخرت والی صلاحیت عطا کر دی گئی، کہ جو نگاہ آخرت میں اللہ کا دیدار کر سکے گی، وہ نگاہ آپ کو آپ کے سفر میں دی گئی، جب آپ نے اللہ کا دیدار کیا ہے، لا تدرکہ الابصار میں جو نفی ہے کہ کوئی نگاہ اللہ کو نہیں دیکھ سکتی، وہ دنیاوی نفی ہے کہ دنیا کی کوئی نگاہ جو انسان کو دنیا میں دی گئی ہے اس سے وہ اللہ تعالیٰ کا بعینہ، بذاتہ دیدار نہیں کر سکتا، ان نگاہوں میں صلاحیت نہیں ہے، آخرت میں مومنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، جیسے رسول اللہ ﷺ کو معراج کے سفر میں آخرت والی نگاہ عطا کی گئی تھی۔

آخرت میں دیدار ہوگا یا نہیں؟

اب رہی یہ بات کہ آخرت میں دیدار ہوگا یا نہیں؟ اس پر جناب نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ آخرت میں جب اللہ تعالیٰ جنتیوں کو جنت عطا کر دیں گے، تو اس کے بعد پوچھیں گے،

اللہ تعالیٰ جنتیوں سے، کہ کیا تمہیں اورکوئی نعمت چاہیئے ؟ تو جنتی کہیں گے، یا اللہ پاک ! سب نعمتیں نصیب ہو گئیں کہ آپ ہم سے راضی ہو گئے ،جہنم سے نجات مل گئی، جنت الفردوس آپ نے ہمیں دے دی، ہمیں اورکوئی نعمت نہیں چاہیئے ،آپ نے ہمیں گویا کہ ہماری نیکی پرہیز گاری سے زیادہ اپنے فضل سے ہمیں نواز دیا ہے، ہمیں اور کچھ نہیں چاہئے ،تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، نہیں ایک خاص نعمت باقی ہے، جو تمہیں یاد نہیں ہے، جس کو قرآن مجید نے بتایا:

﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ﴾ سورۃ یونس ، آیت: ۲۶

کہ نیک لوگوں کو آخرت میں جنت ملے گی، جنت دی جائے گی، اور مزید بھی کوئی چیز دی جائے گی، مفسرین کرام نے وزیادۃ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ زیادہ سے مراد اللہ رب العزت کا دیدار ہے، اللہ تعالیٰ جنتیوں سے پوچھے گے، جنت دے کر اورکوئی نعمت چاہئے ،تو وہ کہیں گے سب کچھ مل چکا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اصل نعمت اور اہم نعمت وہ باقی ہے اور وہ ہے میرا دیدار، کہ تم نے بغیر مجھے دیکھے میرے اوپر ایمان لایا، میری عبادت کرتے رہے، میرے سامنے سجدے کرتے رہے، مجھے دیکھا تو نہیں تھا، آج دیکھ لو، تمہارا معبود کون ہے؟ یہ ''زیادۃ'' کی تعریف ہے۔

حدیث میں ہے کہ جناب نبی پاک ﷺ ایک دن رات چاند کی روشنی میں تشریف فرما تھے ،صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فرمایا کہ دیکھو تم چاند کو دیکھ رہے ہو، نظر آرہا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، حضرت! نظر آرہا ہے، فرمایا اسی طریقے سے آخرت مین اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا، اور اللہ ہی تمہیں نظر آئے گا، جیسے چاند تم سب کو نظر آرہا ہے، بندہ یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہوں گے ؟، کیسے جلوہ افروز ہوں گے ؟ شروع سے لے کر آخرت تک لوگ پیدا ہو رہے ہیں، کتنا بڑا رش ہوگا، ازدھام ہوگا، کیسے دیدار نصیب ہوگا؟ تو جیسے چاند کو سارے دیکھ رہے ہیں، اس پر کوئی پردہ حائل نہیں ہے، درمیان میں، چاند تو اس کی مخلوق ہے، وہ تو خالق ہے، اس کا دیدار بھی اسی طرح نصیب ہوگا، کوئی جنتی محروم نہیں ہوگا۔

ایک حدیث میں جناب نبی پاک ﷺ فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار آخرت میں مراتب ایمان کے مطابق ہوگا، یا مراتب جنت کے مطابق ہوگا، بتایا اس کی تفسیر میں آپ ﷺ نے

جس بندے کا مقام ایمان کا تقویٰ کا پرہیزگاری کا ولایت کا جتنا اونچا ہوگا، اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا دیدار زیادہ نصیب ہوگا، بعض جنتی ایسے ہوں گے کہ انہیں صبح بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا اور شام کو بھی نصیب ہوگا، بعض جنتی ایسے ہوں گے دن میں ایک دفعہ دیدار نصیب ہوگا، بعض جنتی ایسے ہوں گے جنہیں ہفتہ وار نصیب ہوگا، بعض جنتی ایسے ہوں گے جنہیں مہینہ وار دیدار نصیب ہوگا، علی حسب المراتب

بس جان لیا میں نے تیری پہچان یہی ہے:

﴿قَدْ جَاءَ كُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَ مَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ﴾سورة الأنعام ، آیت : ۱۰۴

تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں آئی ہیں، ان نشانیوں میں حواس خمسہ کی ذریعے سے غور فکر کرنا ہے، اللہ کی قدرت میں غور فکر کرنے سے اللہ سمجھ میں آجائے گا، جس نے اللہ کی نشانیوں میں غوفکر کیا، اس نے اپنا فائدہ کیا، تجربہ کر کے دیکھیں، صرف اپنے وجود کی نعمت کو سامنے رکھ لیں، اپنے کھاتے کسی نعمت کو سامنے رکھ لیں اور غور کریں، آپ کو بہت اچھے انداز میں اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت نصیب ہوگی، کہ واقعتاً جس ذات کو ہم خالق سمجھتے ہیں، جس کو ہم اپنا معبود سمجھتے ہیں، وہ اسی قابل ہے کہ اس کو ہم اپنا معبود مانیں، اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، تو اپنے وجود میں اور دوسری چیزوں میں غور فکر کرنے سے اللہ سمجھ میں آتا ہے۔

دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان لیا میں نے تیری پہچان یہی ہے

نگاہوں سے نظر نہیں آسکتا، تو سوچ میں کیسے آسکتا ہے؟ تو فرمایا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور فکر کرو، اللہ سمجھ میں آجائے گا۔

سوچنے کی بات:

سوچنے کی بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے کئی مقامات پر فرمایا:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾

سورة الكهف ، آيت :۱۰۹

اگرتم سارے اللہ کی نعمتوں کو لکھنے لگ جاؤ، سارے سمندر سیاہی بن جائیں، سارے درخت قلم بن جائیں اور پھران کو ڈبل کر دیا جائے قلمیں زیادہ ہو جائیں اور انسان بھی زیادہ بن جائیں اور اللہ کی نعمتیں لکھنے لگ جائیں، سارے سمندر اور اس سے بڑھ کر اور سمندر جو سیاہی بنادیے گئے، اللہ کی نعمتیں لکھنے والے بھی بہت زیادہ بنا دیئے گئے، یہ لکھنے والے بھی ختم، اور سمندر کی سیاہی بھی ختم، اور قلم بھی ختم ہو جائیں گے، لیکن اللہ کی نعمتوں کو نہیں لکھ سکتے، نہیں سوچ سکتے ہو کہ کتنی ہیں؟ انسان اللہ کی صفات کو احاطے میں نہیں لاسکتا، تو اللہ کی ذات کو کیسے احاطے میں لائے گا؟ اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو اللہ کی نعمتوں کو احاطے میں نہیں لاسکتا، جو واجب الوجود ذات ہے، اس کو کیسے اپنے احاطے میں لاسکتا ہے؟، انسان کی یہ نظر و صلاحیت محدود ہے اور جس کو دیکھنا چاہتا ہے، وہ ذات لامحدود ہے، ایک محدود لامحدود کو، ایک متناہی غیر متناہی کو، ایک فانی غیر فانی ذات کو کیسے نگاہوں میں لاسکتا ہے؟ اس کو کیسے احاطے میں لاسکتا ہے؟

اللہ آخرت میں اپنے فضل و کرم سے وہ نگاہ عطا فرمائے گے، جس سے کسی حد تک دیدار اللہ رب العزت کا نصیب ہوگا، جس نے اللہ کی ذات اور صفات، نشانیوں میں نعمتوں میں غور فکر کیا، اس نے اپنا فائدہ کیا کہ اس کو اپنا رب سمجھ میں آئے گا۔

غور نہ کرے والے کیلئے وعید:

ومن عمی فعلیها ......اور جو نابینا بن کر رہا، ان نعمتوں میں غور فکر نہ کیا، اللہ کا کیا نقصان کیا؟ اپنا نقصان کیا ہے، اے نبی! بتا دیجئے کہ میں تمہارے اوپر نگہبان نہیں ہوں۔

نشانیاں بتلانے میں رب کا طریقہ کار:

﴿وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيَاتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ

يَعْلَمُوْنَ اِتَّبِعْ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا وَّمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾

سورة الأنعام ، آیت :۱۰۵.۱۰۶.۱۰۷

اسی طرح ہم مختلف انداز میں اپنی نشانیوں کو بیان کرتے ہیں، تاکہ لوگ سمجھ جائیں، مشرکین مکہ رسول پاک ﷺ کے بیانات وعظ نصیحت کو سن کر کہنے لگے، آپ نے کسی سے سیکھا ہے؟ پھر ہمیں بتا رہے ہو۔

ہم اس طریقے سے واضح کرتے ہیں اپنی نشانیوں کو اور آیات کو ایسی قوم کے لئے جو جاننا چاہیں......اے نبی! آپ بتا دیجئے کہ میں اس چیز کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کے ذریعے آتی ہے.....اللہ کے علاوہ نہیں کوئی معبود، وہی معبود ہے۔ اور اے نبی! آپ مشرکین کی پروانہ کریں،......اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو سب کو زبردستی ایمان کے اندر لے آتے اور کوئی شک نہ کرتا لیکن اللہ نے ایسا نہیں چاہا، بلکہ اپنی مکلف مخلوق کو اختیار دیا ہے۔

وماجعلناک علیهم حفیظا.........اور اے نبی! آپ نہیں لوگوں پر نگران اور نہ ہی ان کے اوپر کارساز ہیں، آپ کا کام ہے تبلیغ کرنا جو وحی آئے اس کو بتا دینا۔

بصیرت کا مفہوم:

کل کے سبق میں بات ہو رہی تھی کہ بصائر کے اندر غور فکر کرنے سے بصیرت نصیب ہوتی ہے، بصائر سے مراد اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جو ظاہر ہیں ان بصائر میں بھی اللہ کی نشانیوں میں غور فکر کرنے سے انسان کو بصیرت نصیب ہوتی ہے۔

بصیرت کا معنی ہوتا ہے صحیح ملکہ، صحیح سمجھ، درست فہم نصیب ہوتی ہے، جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں غور کریں اور اس نتیجے میں پہنچ جائیں کہ سب کچھ دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور وہی اس قابل ہے، اس کی عبادت کی جائے، وہی معبود ہے اور جس شخص نے بصائر میں غور فکر کیا، اللہ کی نشانیوں میں غور فکر کیا، اس نے اپنا فائدہ کیا۔

اس طریقے سے مختلف انداز میں اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، کبھی بارش کی مثال دیتے ہیں، کبھی تخلیق کی مثال دیتے ہیں، دوسرے عنوان سے یہی بات بیان کرتے ہیں، تا کہ لوگوں کو سمجھ میں آ جائے، بات یہ ہے کہ اللہ کو پہچاننا اس مکلف مخلوق کے لئے ضروری ہے، پہچان کے بعد پھر اس کی عبادت کرنی ہے، اس کو معبود ماننا ہے اور اللہ کی قدرت میں غور فکر کے بغیر اللہ کی پہچان نصیب نہیں ہوتی، جب اللہ کی نعمتوں میں اللہ کی نشانیوں میں اس نظام فلکیات میں غور فکر کریں، تو اس کو اللہ کی پہچان اور ایسی معرفت نصیب ہوگی کہ کسی وقت بھی کسی طرح کے شیطان کا داؤ اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا، اس کو جو اللہ کی پہچان نصیب ہوتی ہے، وہ اتنے پختہ دلائل کے ذریعے اللہ کی پہچان نصیب ہوتی ہے، کہ شیطان کا داؤ اللہ کی پہچان والی صلاحیت کو دور نہیں کر سکتا۔

جب اللہ کو پہچان لیا مضبوط دلائل کے ذریعے سے، تو پھر کوئی رسم رواج، کوئی شیطان کا داؤ، کوئی غلط بیان انسان کو غلط راستے کی طرف نہیں لے کر جائے گا، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کی جہاں بھی تعریف کی ہے، وہاں یہی تبصرہ کیا ہے کہ نیک بندے اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرتے ہیں، میری قدرت کی نشانیوں میں غور کرتے ہیں، مجھے یوں یاد کرتے ہیں، پھر نتیجہ نکالتے ہیں، اے اللہ! یہ سب کچھ آپ نے پیدا ہے اور کسی مقصد کے تحت پیدا کیا ہے زمین آسمان کا سارا نظام۔

تو اللہ کی پہچان ضروری ہے، پھر اس کے بعد عبادت میں سرور ہوتا ہے، اس کو علماء نے لکھا ہے کہ نماز روزہ قبول ہوتی ہے، جو خضوع وخشوع کے ساتھ یعنی نماز میں اللہ یاد ہو اللہ کے علاوہ اور کوئی نہ ہو، نماز میں خشوع خضوع کیسے آتی ہے؟ جب ظاہری نماز کے آداب پوری طریقے سے بجالائے جائیں، صحیح طریقے سے کھڑا ہونا صحیح رکوع کرنا، قومہ جلسہ کرنا، قراءت صحیح کرنا، جب ظاہری نماز کے آداب صحیح بجالائے جائیں، تو نماز کے اندر خضوع خشوع آجاتی ہے، تو جب ظاہری کائنات کے نظام میں صحیح معنی میں غور فکر کریں، تو حقیقی درجے میں اللہ کی پہچان اس کے قلب میں پیوست ہو جائے گی، پھر کوئی نہیں نکال سکے گا۔

تو ہم کھول کھول کر بیان کرتے ہیں اور نبی پاک ﷺ پر وحی بھیجتے ہیں، آسمانی علوم بھیجتے ہیں، جب آپ نے لوگوں کے سامنے بیان کیا، تو انصاف تو یہ تھا کہ لوگ یہ کہنے لگ جاتے یہ برحق نبی ہے، ہمارے سامنے اس کی چالیس سالہ زندگی گذری ہے، کسی استاذ کے پاس انہوں نے پڑھا نہیں ہے، نہ کسی گروپ میں یہ بیٹھے ہیں، نہ کسی جماعت کے یہ فرد تھے، اپنے بس کام کے ساتھ رہتے تھے، لوگوں میں اگر انصاف ہوتا، تو جب نبی پاک ﷺ نے جب نبوت کا اعلان کیا، سارے ایمان لے آتے، ایک معجزہ ظاہر ہوا، ایک بالکل ان پڑھ شخص جو آج تک ان پڑھ شخص ہے، وہ ایسی باتیں کرنے لگ گیا کہ ان فصحاء بلغاء ان شاعروں نے جنہوں نے قصائد بیت اللہ کے ساتھ لٹکائے ہوئے تھے، وہ ہٹا دیئے اور یہ لکھ دیا

"مَا هٰذَا كَلَامُ الْبَشَرِ"

ان پر جو آیات نازل ہوتی ہیں، یہ انسانی کلام نہیں ہے، رحمانی کلام ہے، اللہ کا کلام ہے، انسانی کلام ہوتا، تو ہم بھی سمجھ جاتے، ان لوگوں میں انصاف نہیں تھا، کہ اتنا بڑا معجزہ دیکھنے کے بعد چالیس سال ایک شخص کی زندگی، ان کے ماحول اور معاشرے میں گذری اور یہ آپ ﷺ کو صادق اور امین کہتے تھے، اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھواتے تھے اور آپ نے پہلے بیان میں لوگوں سے پوچھا تھا کہ کیسے تم نے مجھے پایا ہے؟ سب نے کہا تھا کہ صادق اور امین، تو انصاف یہ تھا کہ یہ بات مان جاتے، لیکن لوگ انصاف والے نہیں تھے، ہٹ دھرم تھے کہ اتنا بڑا معجزہ سامنے آیا، کہ چالیس سال تک ایک شخص ان پڑھ ہے اور آج کیسی کلام اس کے منہ سے ظاہر ہو رہی ہے، یہ سوچنے کی بات تھی، تو الٹا کہنے لگے، یہ شخص چھپ چھپ کر کہیں سے یہ باتیں سیکھ کر آ جاتے ہیں، ایک شخص تھا بڑا سنجیدہ سا، مکہ کے نچلے حصہ میں رہتا تھا، کبھی کبھی آپ اس کے پاس بیٹھتے تھے، تو اس کی طرف منسوب کرنے لگے کہ یہ بندہ ہے پرانے پرانے واقعات کو جانتا ہے، تو یہ اس کے پاس بیٹھتے ہیں اور ان سے سیکھ کر آ جاتے ہیں، بھائی اگر ان سے آنا تھا، تو چالیس سال انتظار کرنے سے پہلے یہ باتیں کہہ دیتے۔

ہم نے آپ کو نمایاں کر کے دکھایا، آپ کے سینے کو کھول کر دکھایا، آپ پر نازل ہونے والی وحی کو واضح کیا، ایسی قوم کے لئے جو فائدہ حاصل کرنا چاہتی ہے، جو جاننا چاہتی ہے،

جو سمجھ دار تھے، جن کے مقدر میں گویا کہ اسلام تھا، وہ اسلام کی طرف آ گئے، فرمایا اے نبی! آپ پریشان نہ ہوں، آپ کا کام ہے اتبع ما اوحی الیک من ربک جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے وحی کی جا رہی ہے آپ اس کی پیروی کریں اور لوگوں کو وعظ نصیحت کریں ایک مبلغ کا کام ہے اس کے ذمہ ہے جو اس کے پاس علم شریعت ہے اگر اس کا خود معمول بن رہا ہے یہ عمل کرنے کے اس درجے میں آ رہا ہے تو یہ خود بھی اس پر عمل کرے اور لوگوں کو بھی وعظ نصیحت کرے اور اگر مبلغ پر وہ حکم ابھی نہیں لگ رہا تو پھر وعظ نصیحت تو اس حکم کی بھی کرنی ہے مثلاً اب مبلغ ہے اس کے پاس علم آیا زکوۃ کا وہ زکوۃ کے موضوع پر بیان کر رہا ہے ہوسکتا ہے خود صاحب نصاب نہ ہو حج کے فرائض بیان کر رہا ہے کہ لوگو یہ صاحب نصاب ہوتا ہے اتنے پیسے ہوں تو حج فرض ہو جاتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اسکے اوپر حج فرض نہ ہو۔

اتبع ما اوحی الیک من ربک .... آپ پیروی کریں ان پیغاموں کی جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کے اوپر کئے گئے ہیں اور یہ پیروی دو طرح کی ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے اس کو بیان بھی کریں اور جو آپ کے عمل کی صورت میں وہ باتیں آتی ہیں آپ لوگوں کو عمل کر کے دکھائیں سب سے بڑی تبلیغ انسان کا اپنا عمل ہوتا ہے، اپنے آپ کو نمونہ بنانا ہوتا ہے، والدین کے ذمہ ہے کہ اپنے بچوں کی تربیت کرنا تربیت تب آسان ہوگی جب والدین خود اپنے بچوں کے لئے اچھے کردار کا نمونہ بنیں گے، تبلیغ آسان ہو جائے گی، یہاں پر نبی پاک ﷺ کو خطاب ہے سب سے پہلے آپ عمل کریں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے، جو پیغام آپ کے عمل میں آسکتے ہیں پس آپ اس پر عمل کریں لوگوں کے سامنے یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ جب یہ شخص خود بھی اس کے اوپر عمل کر رہے ہیں تو اوروں کو یہی تبلیغ دے رہے ہیں یہ سچے پیغمبر ہیں یہ لوگوں کو سیدھا راستہ دکھا رہے ہیں اور سب سے اہم تبلیغ کیا ہے؟

لا الہ الا ھو .... اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہی معبود ہے، یہی موضوع پیچھے سے چلا آ رہا ہے، دعوی یہ تھا کہ اللہ وحدہ لاشریک ذات معبود ہے وہی اللہ ہمارا وہی ہمارا خالق ہے اور وہی معبود ہے وہی اس اہل ہے ہم اس کی عبادت کریں یہ دعوی تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے دلائل دیئے کہ میں کیوں معبود ہوں یہ سارا نظام میں نے پیدا کیا تمہیں خود پیدا کیا ہے،

ساری نعمتیں میں نے دی ہیں بارش کا نظام ہے دیگر سارا نظام ہے، اتنی بڑی چیزوں کا خالق اور مدبر اور منتظم جو ذات ہو وہی اس قابل ہے اس کو معبود مانا جائے اور اگر دنیا میں اللہ کے علاوہ کوئی اللہ ہے پھر کوئی دکھادیں ہم اس کے بارے میں بھی سوچیں گے وہ معبود بننے کے قابل ہے یا کہ نہیں، جب ......سارا نظام خواہ رزق کا ہو خواہ موت حیات کا ہو خواہ فلکیات کا ہو خواہ کوئی بھی نعمت ہو، جب سارا نظام اللہ رب العزت چلا رہے ہیں تو پھر وہی اس قابل ہیں کہ وہ معبود ہو یہی سبق چل رہا ہے کہ:

لا الہ الا ھو ......اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ ہی واعرض عن المشرکین......آپ مشرکین کی باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ ظاہر ہے کہ جب بھی تبلیغ ہوگی اور دوستو دو طرح کی باتیں ہوتی ہیں ایک ہے عام لحاظ سے کسی کے بارے میں بات کر دینا کہ یہ عمل کے لحاظ سے یوں تھے یہ آسان کام ہے ایک ہے کہ صدیوں سے ایک قوم ایک نظریہ پر چل رہی ہے اس کے نظریہ کے بطلان کے بارے میں بات کرنا بہت مشکل کام ہے اور اس قوم کو اس بت پرستی والے نظریے سے ہٹا کر خدا پرستی میں لے کر آنا یہ بہت بڑا کام ہوتا ہے، کسی شخص کو ہدایت پر لانا اس کے پرانے نظریہ سے اس کو ہٹانا اور نئی بات سمجھا کر اس کو منوا لینا اور اپنے اس موقف کے اوپر اس کو لے آنا یہ بہت بڑا کام ہے، آسان کام نہیں ہے، جلدی سے کوئی نہیں آئے گا، اس لئے فرمایا آپ اپنا کام کرتے جائیں۔

فاصدع بما تومرو اعرض عن المشرکین...... آپ پر جو وحی آرہی ہے آپ بیان کرتے جائیں ان کی باتوں کی پرواہ نہ کریں، جب بھی کوئی صحیح سنت کے مطابق مبلغ ہوگا تو یہ بھی اس پر سنت لاگو ہوگی کہ لوگ اُس کے بارے میں باتیں کریں گے یہ ایسے بیان ہو رہا ہے یہ فلاں ہو رہا ہے یہ تنقید ہو رہی ہے۔ یہ تفرقہ بازی ہو رہی ہے، بات یہ ہے توحید کو تو بیان کرنا ہے شرک کی تردید ہوگی، سنت کو بیان کرنا ہے بدعت کی تردید خود ہوگی، یہ تفریق تو پہلے قرآن نے کی ہے یہ فرقہ پرستی ہے اور یہ اگر تقسیم کرنا ہے یہ تو قرآن حدیث میں موجود ہے کہ یہ مسئلہ حق ہے اس میں عقیدہ لوگوں کو سکھانا ہے اللہ وحدہ لاشریک سب کچھ کرنے والے ہیں یہ جھنڈیاں منڈیاں یہ فلاں یہ کچھ بھی نہیں ہیں، تو لوگ پھر باتیں کریں گے ظاہر ہے جب کسی

کے غلط نظریہ کے اوپر لوگ ہوں آپ ان کو سمجھائیں یہ غلط ہے، یہ عمل کی کوتاہی ہے جب عقیدے کے اعتبار سے بات ہوگی نظریہ کی تبدیلی کی بات ہوگی تو پھر باتیں بھی ہوں گی اے نبی لوگ باتیں کرتے رہیں گے آپ اپنا کام کرتے رہیں۔

﴿واعرض عن المشرکین﴾ آپ ان کی پرواہ نہ کریں ﴿ولوشاء اللہ مااشرکوا﴾ اگر اللہ چاہتے وہ قادر ہیں وہ قوی ہیں زبردست ہیں وہ قہار ہیں مجبور کر کے لوگوں کو ایک بنا دیتے ایک ہی فرقے پر رہتے توحید پر رہتے رسالت پر رہتے کوئی درمیان میں تفریق ہی نہ ہوتی، سارے ایک نظم کے پیروکار ہوتے کوئی آپس میں اختلاف ہی نہ ہوتا کوئی شرک بدعت نہ کرتا، لیکن اللہ نے ایسا نہیں چاہا مجبور کر کے ایک نظریے کے اوپر انسان کو پابند نہیں کیا اللہ نے اختیار دیا ہے کیوں اسلئے کہ اشرف المخلوق ہیں اور اشرف المخلوق کا خاصہ یہ ہے کہ اسے آزاد رکھا جائے پھر یہ اشرف کس چیز کے ہیں اسکو سورج کی طرح پابند کیا گیا وہ آرڈر کا پابند ہے وہ صبح شام نکلے گا جائے گا لیکن انسان کو مقام زیادہ دیا چنانچہ فرمایا: ﴿وھدینٰہ النجدین﴾ دونوں راستے دکھائے اختیار دیا اس کو آزاد بنا دیا، اشرف المخلوق ہے اس لئے اس کو آزاد بنایا دونوں راستے خیر اور شر اس کے سامنے رکھے، ہدایت کے لئے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو بھیجا کہ آپ ان کی طرف دعوت دیں جو خیر کی طرف آئے گا وہ میرا راستہ ہے میں اس پر راضی اور خوش ہوں اس لئے اللہ نے مجبور کر کے سب کو توحید والا نہیں بنایا۔

اے نبی! آپ ان کے اوپر نگران نہیں نہ آپ ان کے اوپر کارساز ہیں آپ کا کام یہ ہے جو وحی آپ کے اوپر آئے آپ خود بھی اس پر عمل کریں لوگوں کو سیدھا راستہ دکھائیں، اور بار بار دکھائیں آج نہیں تو کل سمجھ میں آجائے گی یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے ''فذکر'' کو باب تفعیل سے لایا تکرار کا مادہ ہے کہ وعظ و نصیحت بار بار کریں ہوسکتا ہے آج نہیں تو کل سمجھ میں آجائے۔

کسی صاحب نے کیا خوب کہا ہے

ہے اک ذاتِ واحد عبادت کے لائق
زبان اور دل کی شہادت کے لائق

اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
اسی کے ہیں فرمان اطاعت کے لائق
لگاؤ تو لو اسی سے لگاؤ
جھکاؤ تو سر اسی کے آگے جھکاؤ
اسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم
اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم
اسی کی طلب میں مرو گر مرو تم
مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی
نہیں اس کے آگے کسی کی بڑائی

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سمجھ اور عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

”......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ......“

(۷) اللہ ہی خالق ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ . اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفیٰ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الانْبِیَآء وَعَلیٰ آلِہ وَ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوفَوْاعَھْدَہ اَلَّذِیْنَ ھُمْ خُلاصَۃُ العَرَبِ العَرَبَآءِ وَخَیْرُ الخَلَائِقِ بَعْدَ الانْبِیَآءِ .اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾سورۃ البقرۃ ، آیت : ۲۰

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ:" ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا ".مسنداحمد ، الحدیث:۱۷۷۸

صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیْم وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الاُمِّیُّ الکَرِیْم ، وَنَحْنُ عَلیٰ ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین .

آیت قرآنی کا مفہوم:

پہلے پارے کی دو آیات کریمہ اور نبی پاک ﷺ کا ایک ارشاد پاک تلاوت کیا ہے، جس میں اللہ رب العزت کے ''خالق ہونے'' کا ذکر ہے۔ فرمایا ہے۔

اے لوگو! اللہ ہی کی عبادت کرو، یہ وہ اللہ ہے، جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور ان سب کو پیدا کیا جو تم سے پہلے آئے دنیا میں اور گذر گئے۔ تو یقیناً تم پرہیزگار بن جاؤ گے۔ فرمایا:

﴿اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا﴾

اللہ رب العزت وہ ہے، جس نے تمہیں پیدا کیا، اور اس نے تمہارے لیے زمین کو پیدا

کیا ہے اور اس کو تمہارے لیے فرش بنایا ہے۔

﴿وَالسَّمَآءَ بِنَآءً﴾

اور آسمان کو پیدا کیا اور اس کو تمہارے لیے چھت بنایا۔

﴿وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾

پھر اللہ وہ ہے، جو آسمانوں سے تمہارے لیے پانی نازل کرتا ہے۔

﴿فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ﴾

اور اللہ تعالیٰ پھر پانی کے ذریعے سے مردہ زمینوں کو زندہ کر دیتے ہیں، مختلف طرح کے باغات، اناج، پھل، سبزی، درخت اسی پانی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ پیدا کرتے ہیں، ان کو پھل آور کرتے ہیں

﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا﴾

یہ تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر احسانات کیے کہ تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیئے رہنے کے واسطے زمین پیدا کی اور اس میں رزق کیلئے سامان پیدا کیے، یہ سب کچھ اللہ نے احسانات کیے اور تمہارے ذمہ کیا ہے۔

﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا﴾

تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت خالق ہونے میں کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔

﴿وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

اور تم یہ جانتے ہو کہ اللہ ہی خالق ہے، اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں، میں بتا چکا ہوں ایک مقام پہ ایک جاننا بمعنٰی ''دانستن'' جسکو آسان الفاظ میں کہتے ہیں معلومات۔ علم بمعنٰی'' دانستن'' بمعنی معلومات، لیکن جو علم مفید ہے، وہ علم جس پر عمل ہو، وہ بن جاتا ہے معمولات۔ قرآن میں پہلے پارے میں امم سابقہ کی ایک بات کو نقل کی ہے:

﴿وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۰۲

وہ جانتے تھے جو ہم کر رہے تھے، ولقد عربی زبان میں تاکید کیلئے آتا ہے، حلف کے درجے کی تاکید ہوتی ہے، جب "لقد" کا لفظ آتا ہے، وہ جانتے تھے، جو ہم نے اختیار کیا ہے یعنی دنیاوی چیز میں اللہ اور اللہ کے رسول کو چھوڑا، آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ملے گا وہ جانتے تھے۔

﴿ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ﴾

اور بہت بڑی چیز انہوں نے اختیار کی ہے

﴿ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾

کاش وہ جانتے ہوتے، قرآن میں تضاد آ گیا، تکرار آ گیا اس آیت کے شروع میں قرآن نے کیا بات کہی، کہ وہ جانتے تھے، ہم نے جس کام کو اختیار کیا ہے، آخرت میں اسکا کچھ حصہ نہیں ہے، قرآن کہہ رہا ہے وہ جانتے تھے اور آخر میں قرآن کہہ رہا ہے

﴿ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾

کاش کے وہ جانتے ہوتے، یہ تو بات میں تضاد آ گیا، اس کا مطلب ہے پہلا جاننا بمعنیٰ دانستن ہے، جیسے کہ ہمیں کچھ چیزوں کا علم ہے، علم بمعنیٰ دانستن جسکو کہتے ہیں، معلومات ہے، علم جب برائے عمل ہو اور اس علم پر عمل ہو جائے، یہ علم یعنی معلومات معمولات بن جائیں، تو وہ علم نافع ہوتا ہے، وہی علم مفید ہے دنیا اور آخرت کے لحاظ سے تو انکا علم بمعنیٰ دانستن تھا۔ وہ علم انکا نہیں تھا جس پر عمل ہو: جب علم پر عمل نہیں ہے تو اس علم کا کیا فائدہ؟ اس لئے قرآن نے کہا

﴿ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾

کاش کہ وہ جانتے ہوتے کہ ایسا جانتے ہوتے کہ اس پر عمل کرتے ہوتے۔ عمل والا علم ان کے پاس نہیں تھا۔

قرآن مجید نے یہ بات کہہ دی ہے

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۰

یہ سوچو کہ کس رب کی عبادت کا تمہیں کہا جا رہا ہے؟ جس کی شان یہ ہے

"الذی خلقکم"

اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا

"والذین من قبلکم"

اور ان کو پیدا کیا جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اب ایسا کوئی اور ہے، تو پھر اس کو معبود کہلانے کا حق ہوگا؟ اللہ کے علاوہ کوئی بھی کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتا، اللہ ہی خالق ہے اور اگر کسی انسان نے یہ کپڑا بنایا ہے، اس کا اصل مرکز بھی اللہ رب العزت کی طرف سے ہے، یہ کہاں سے آیا ہے؟ روئی کہاں سے آئی؟ اور یہ زمین کس کی ہے؟ پانی کون دیتا ہے؟ آخر مرکز اللہ رب العزت ہی ہے اور یہ اس کی قدرت اور نشانی کی جھلک ہے کہ اللہ نے اپنے علوم میں سے کچھ علم بواسطہ انبیاء انسانوں کو دیا ہے اور اسی کی برکت سے تحقیق کر رہے ہیں، جستجو کر رہے ہیں اللہ کی کائنات میں، ابھی انکا سفر بہت باقی ہے۔

اقبال کہتا ہے:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاؤں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

ادھر طرف کی سیر کرتا رہا اس کمبخت کو یہ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ ستاروں کو پیدا کرنے والا، یا آسمان پیدا کرنے والا، یا سمندر پیدا کرنے والا کون ہے؟ یہ بھی تو اللہ کی عطاء ہے، تاکہ اللہ کی قدرت پہ غور و فکر کرنے سے اللہ سمجھ آجائے، یہ بہت بڑی اللہ کی عطاء اور مہربانی ہے، آپ نے دیکھا ہے کہ بعض ڈاکٹر بڑے نیک ہو جاتے ہیں، ان کو اپنی ڈاکٹری میں اللہ کی قدرت کی جھلک نظر آتی ہے، کہ وہ اپنے علم اور اپنے تجربوں میں ناکامی سمجھ کر جب مریض کو لا علاج کہتے ہیں، کہ چوبیس گھنٹوں میں مر جائے گا، ڈاکٹر صاحب کو بعد میں پتہ چلا کہ وہ

مریض صحیح ہو گیا ہے، تو اس وجہ سے بعض ڈاکٹر بڑے اللہ والے، بڑے نیک ہو جاتے ہیں۔

معتزلہ اور اہلسنت والجماعت کا جھگڑا تھا، معتزلہ ایک فرقہ ضالہ گزرا ہے، وہ کہتا تھا کہ اللہ خالق خیر ہے، خالق شر نہیں، علماء اہلسنت نے انہیں سمجھایا کہ نہیں، اللہ تمام چیزوں کا خالق ہے اور اس نے سب چیزیں پیدا کی ہیں، پھر اچھی چیزوں کی رہنمائی کی ہے اور بتایا کہ اس کے علاوہ کی طرف جاؤ گے، تو یہ میری ناراضگی کے امور ہیں اور یہ تمہارے لئے امتحان ہیں لیکن اللہ تمام چیزوں کے خالق ہے، خالق خیر بھی اور خالق شر بھی ہیں۔

حدیث کا مفہوم:

جو حدیث رسول پاک ﷺ کی نقل کی ہے اسکا مفہوم یہ ہے:

"ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا ﷺ" مسند احمد ، الحدیث: ۱۷۷۸

جس شخص کو ایمان کا ذائقہ چاہیے، تو وہ تین چیزوں میں پابندی کرے:

۱)......ایک تو رب اللہ کو مانے، خالق اور مالک اور رب اللہ کو مانے جانے۔

۲)......اور دوسرا "وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا" اور اسلام ہی کو اپنا دین سمجھے اور اسے ہی اپنا رہبر سمجھے، قرآن نے پہلے پارے میں بات

﴿مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ﴾ (سورۃ البقرۃ ، آیت : ۱۳۰ ، ۲)

کہ کون ملت ابراہیمی سے دوری اختیار کرتا ہے، اسلام ہی ملت ابراہیمی ہے، تو "مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا" کہ دین اسلام کو اپنا رہبر سمجھے، اس کے علاوہ اور کوئی مذہب نہیں ہے، جو تھے وہ منسوخ ہو گئے، محرف ہو گئے۔ پھر اللہ نے منسوخ کر دئے۔

۳)......وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا ﷺ اور حضرت محمد عربی ﷺ کو اپنا نبی مانے۔

جب یہ تین چیزیں اس میں ہوں گی، تو اس کا ایمان ٹھیک ہے اور ایمان کا ذائقہ آئے گا۔

دوستو بات یہ ہے کہ جب کوئی چیز عمدہ ہو، تو ذائقہ تب آتا ہے، جب کوئی چیز اچھی لگی ہو، تو ذائقہ تب آتا ہے، ایمان کا ذائقہ تب آئیگا، جب ایمان اچھا ہوگا اور ایمان تب صحیح ہوتا ہے

، جب توحید پر ایمان اچھا، رسالت پر، آخرت پر ایمان صحیح ہو، اللہ پر ایمان صحیح ہو، جیسا کہ چیز صحیح ہو، تو تب ذائقہ صحیح ہوتا ہے، لہٰذا اپنے اللہ کو خالق مانے رب مانے اسلام کو اپنا رہبر مانے جب چیز کو الٹی کی ہو تو ذائقہ اچھا ہوتا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ سورۃ آل عمران: ۸۵

جو شخص اپنی رہبری کیلئے اسلام کے علاوہ کوئی راستہ چاہتا ہے، تلاش کرتا ہے اور اس طرف جاتا ہے، کوئی راہ نکال بھی لیتا ہے، ہرگز قبول نہیں ہوگا۔ اپنی رہبری کیلئے دنیا میں بھی اور آخرت میں نجات اور سکون کیلئے اسلام مذہب بھیجا ہے۔

دیکھو دوستو! دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں ہے، کوئی دستور جس کا دعویٰ یہ ہو کہ تمہاری دنیا بھی ٹھیک ہو جائے گی اور آخرت بھی اچھی ہو جائے گی، یہ صرف اسلام مذہب ہی ایسا ہے، کہ جس نے دونوں جہانوں کی گرنٹی دی ہے، کہ جب اس کے مطابق چلو گے، آپ کی دنیا بھی صحیح ہو جائے گی اور آخرت بھی صحیح ہو جائے گی، باقی سب قانون، سب جمہوریت جو کچھ بھی ہے، دین اسلام کے علاوہ جو کوئی بھی راہ ہے، اول تو وہ راہ شیطانی ہے، انسان کے لئے خطرہ ہے، نقصان دہ ہے، لیکن ان میں سے کسی کا دعویٰ نہیں ہے، کہ اس کی وجہ سے آخرت میں بھی سکون ہوگا، انکا دعویٰ یہ ہے کہ دنیا میں سکون ہوگا، اگرچہ دعوی کے مطابق ثابت نہ کر سکے کہ اس نظام میں سکون ہے، روس کا نظام اس لئے وجود میں آیا تھا کہ جمہوریت ظلم تھا اور اس کی جگہ پر پھر روس کا نظام آیا، روس کا نظام تباہ برباد اسلئے ہوا کہ اس میں ظلم تھا اور اسلام کے نظام میں خیر ہی خیر ہے۔ خوبی ہی خوبی ہے، تو فرمایا

﴿وَمَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾

تو آج کا موضوع یہ ہے کہ اللہ رب العزت ہی خالق ہے ہر چیز کا اور یہ دعویٰ ہے اللہ کا کہ میں مالک ہوں ہر چیز کا، انسانوں کا، جنات کا، تمام کائنات کا، آسمانوں کا، زمینوں کا، سمندروں کا، نباتات کا، درختوں کا اور اس میں تمام نعمتوں کا خالق ہوں، ذرہ برابر بھی اس تخلیق میں میرا کوئی شریک نہیں ہے۔ لہٰذا جب اس درجے کا رب ہو، خالق ہو، تو وہی اس لائق ہے کہ اس کو معبود مانا جائے، اس کو خالق، مالک، رازق، داتا اور معبود مانا جائے، عبادت کے لائق

مانا جائے، اسکی عبادت کی جائے اور قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا

﴿ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ﴾

سورة البقرة، آیت : ۲۹

کہ جو کچھ زمین میں تمہیں نظر آرہا ہے، یہ سب اللہ نے پیدا کیا، دو باتیں اس آیت میں بیان کی گئی ہے، ایک بات یہ کہ سب اللہ نے پیدا کیا ہے اور دوسری بات تمہارے نفع کیلئے پیدا کیا ہے اور تمہیں کس کیلئے پیدا کیا اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ﴾سورة الذٰريات : ۵۶

اور ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴾سورة الأنعام : ۱

تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے جس نے آسمانوں کو پیدا کیا زمینوں کو پیدا کیا، روشنی کو، تاریکی کو، دن کو، رات کو ان سب چیزوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ پھر اللہ کے ساتھ انصاف نہیں کرتے، حالانکہ قرآن مجید نے یہ اعلان کیا ہے، کہ اللہ کے علاوہ کوئی ذرہ برابر بھی پیدا کرنے والا نہیں، فرمایا

﴿ يٰاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيْزٌ ﴾سورة الحج : ۷۳۔۷۴

اے انسانوں تمہیں سمجھانے کیلئے تمہارا خالق تمہیں مثال پیش کر رہا ہے، اس مثال کو ذرا غور سے سننا، اللہ کے علاوہ جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک مانتے ہو، جن کو تم اللہ کا شریک بناتے ہو، شریک ٹھراتے ہو، جب سے دنیا بنی ہے، جب تک رہے گی، سارے جن کو اللہ کے ساتھ شریک بنا رہے ہو، سارے جمع ہو جائے، یہ سارے جمع ہو جائیں ایک مکھی بنانے لگ جائیں، وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے ہیں۔

اور اگر ان بتوں پر، ان مزاروں پر، ان قبروں پر، ان درختوں پر، ان پتھروں پر، ان

جھنڈیوں پر، مٹھائی بطور نذرانہ بھی رکھ دو اور وہاں سے کوئی گھر لے کر جا رہا ہو، پیر اور فقیر یہ بت اور درخت یہ پتھر اور وہ معبودانہ باطلہ پر نظرانے چڑھائیں اور مٹھایاں بانٹیں، دیئے جلائیں، اگر بتیاں جلائے یہ جتنی بھی چیزیں ان ڈھیروں پہ رکھتے ہیں اگر اس میں سے کوئی مکھی ذرا سا لے جائے تو یہ معبودان باطلہ اسکو واپس بھی نہیں لے سکتے۔ ان کو پکارنے والا بھی کمزور ہے اور جس کو پکار رہا ہے وہ بھی کمزور ہے، یہ عقیدے کا کمزور ہے اور یہ بدعات سے کمزور ہے، اسکا عقیدہ کمزور ہے، اتنے بڑے داتا کو چھوڑ کر پتھروں کے ڈھیروں کی طرف جا رہا ہے، یہ خود بے جان ہے۔

دوستو! یہ اللہ نے مثال دی ہے، جو معبودان باطلہ ہیں، سارے مل جائیں، دیکھو مٹیریل اپنے پاس لانا پڑے گا، اللہ کی کائنات سے لیکر کسی چیز کو بنانا پھر کیا بنانا ہوا؟ یہ تو اسی کی چیز ہے۔

دوستو! اگر آپ اعتراض کرو کہ یہ مکھی کی بات ہے، اب تو انسان نے بڑی بڑی چیزیں بنا دی، جیسا جہاز فضاء میں اڑا دیا، آب دوزیں بنا دی۔ تو پھر کیا سے کیا ہو گیا کہ میں اس سوال کا جواب پہلے دے چکا ہوں کہ یہ کائنات ساری اللہ کی ہے، یہ مٹیریل پھیلا ہوا اللہ کا ہے، یہ لوہا ہے، یہ مٹی ہے، یہ بجری، یہ سیمنٹ، یہ اللہ کی کائنات سے ساری چیزیں لے رہے ہیں، یہ ان کی بنائی ہوئی نہیں ہے، یہ تو اللہ کی بنائی ہوئی ہے۔

قرآن مجید نے تخلیق کی بات تقریباً ننانوے جگہ پر کی ہے کہ اللہ خالق ہے، ہر چیز کا آسمانوں کا، زمینوں کا، پانی کا، ندی نالوں کا، تخلیق کی بات کہ اللہ سب کچھ پیدا کرنے والا ہو، قرآن مجید نے ننانوے مرتبہ کی ہے۔ ایک مقام پہ فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ سورۃ یونس، آیت: ۳

کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان تمام چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کر دیا۔ اور پھر اسکے بعد ''کما ھو شانہ'' عرش کے اوپر جلوہ افروز ہو گئے۔

اور ایک مقام میں فرمایا کہ دو دن میں پیدا کیا اور اس کے بعد دو دن میں فلاں چیز پیدا کی، اللہ تعالیٰ نے کئی دنوں میں کیوں پیدا کیا، اللہ تعالیٰ تو کن فرماتے، سب کچھ پیدا ہو جاتا

﴿اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَـــهٗ كُنْ فَيَكُوْنَ﴾سورۃ یٰسین: ۸۲

تدریجاً کیوں پیدا کیا؟ یہ ایک سوال ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کو سمجھانا مقصد ہے۔ کام میں عجلت نہیں، بلکہ تدریج بہتر ہوتی ہے، کوئی کام بھی کرنا ہو، ادنیٰ یا اعلیٰ، اس میں تدریج بہتر ہے۔ استخارہ اور استشارہ مشورہ انسانوں سے، پہلے مشورہ اللہ سے اور پھر اس کے بعد کام کو شروع کرنا چاہیے، کام میں عجلت نہ ہو، تاخیر ہو، ٹھہراو ہو، تو اس میں برکت ہوتی ہے، اگر تاخیر کی وجہ سے وہ نہ ہوسکتا ہو، تو پھر اسی میں بہتری ہے۔

ایک اور مقام پہ قرآن مجید نے معبودان باطلہ کی بات کی فرمایا:

﴿ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾سورۃ الرعد: ۱۶

جنہوں نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھرایا کہ بڑے بڑے کام اللہ کرتے ہیں، کچھ چھوٹے چھوٹے کام یہ شریک بھی کرنے والے ہیں، مشرکین نے یہی بات کہی تھی کہ ہم لات کو اور منات کو ناراض نہیں کرسکتے ہیں اور آج کے مشرکین بھی آج کے صراط مستقیم کے پٹری سے ہٹے ہوئے لوگ کہتے ہیں کچھ امور پیروں فقیروں کے اختیار میں ہیں، اس لئے کہ پیر بھی اور فقیر بھی اللہ نے بنائے ہیں۔ اللہ نے سب کچھ بنایا ہے، لیکن معبود ہونے کیلئے نہیں بنایا، اللہ نے معبود ہونے کیلئے صرف اپنے آپ کو رکھا ہے اور خالق بھی وہی، داتا بھی وہی، رازق بھی وہی، مالک بھی، اللہ کی صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں، کوئی میرے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھراتا ہے۔ تو بتاؤ نا انہوں نے کیا کیا ہے؟ یا بھول گئے ہیں، یا تم پیدا کر کے بھول گئے ہو، انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ فرمایا کیا کوئی ملکیت والی چیز پیدا کی ہے۔ اور پھر پیدا کر کے معبودان باطلہ بھول گئے اس نے فلاں پیدا کیا ہرگز نہیں۔

﴿ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾سورۃ الرعد: ۱۶

فرمادیجئے کہ اللہ ہی خالق ہے، تمام چیزوں کا اور وہ ایک ہے، زبردست ہے، اس کو کوئی کمزوری نہیں ہے، کوئی ضعف نہیں ہے، کہ اس کے لئے مدد کی ضرورت ہو کہ میرے ساتھ

میٹریل مہیا کرتا رہے، میری مدد کرتا رہے، وہ ایک ہے اور زبردست ہے؛ جو معبودان باطلہ ہیں، جن کو تم پکارتے ہو، جن کے سامنے تم جھکتے ہو، یہ سب کمزور ہیں اور یہ شرک ہے۔

ایک مرتبہ کچھ صحابہؓ کسی ملک سے واپس آئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت ہم وہاں دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنے سرداروں کے سامنے جھکتے ہیں، تو آپ ﷺ سے بہتر کون سردار ہے؟ آپ اجازت دیں کہ ہم بھی آپ کے سامنے جھکا کریں، آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں، اجازت نہیں، یہ جھکنا یا سجدہ یا عبادت اللہ ہی کیلئے ہے، جب نبی پاک ﷺ نے اپنے سامنے جھکنے کی اجازت نہیں دی ہے، یہ تمام قطب، تمام ابدال، تمام گدی نشین، پیر، آپ ﷺ کے ادنیٰ مقام تک بھی نہیں پہنچ سکتے ہیں، جب امتی کیلئے جھکنا نبی کے سامنے جائز نہیں ہوا، تو پھر نبی کے علاوہ اور کسی کے سامنے کیسے جائز ہوگا؟

اگرچہ بعض پیر معتدل ہوتے ہیں، لیکن مجھے ان سے ایک شکوہ ہے کہ جب مریدان کے سامنے جھک کر ملتے ہیں، تو ان کو منع نہیں کرتے، یہ غلط بات ہے۔

دیکھو! جس عالم کے ساتھ مقتدیوں کا اعتقاد ہو، کہ یہ صحیح بات کرتے ہیں، اگر ان مقتدیوں کے سامنے حق چھپاتا رہا ہے، عالم اپنے لئے جہنم بنا رہا ہے، جو مرید اعتقاد رکھتے ہیں پیر سے کہ جو وہ کہتا ہے، لوگ کر گزرتے ہیں، پیر جب اپنے مریدوں کی اصلاح کرے گا، تو فوراً وہ مان جاتے ہیں، جو لوگ اعتقاد کر کے اس بزرگ کی بات مانتے ہیں اور وہ منع نہیں کر رہا ہے، تو یہ بہت بڑا گناہ گار ہے، قرآن مجید نے بہت تفصیل سے مسئلہ توحید کو بیان کیا ہے کہ اس میں ذرہ برابر بھی معافی نہیں

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ﴾ سورۃ النساء، آیت: ۱۱۶

شرک ذرہ برابر بھی معاف نہیں ہے۔

سورۃ النحل میں فرمایا:

﴿اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ﴾ سورۃ النحل، آیت: ۱

اللہ کے عذاب کو طلب کرنے میں جلدی نہ کرو، بعض لوگ تنگ آکر یوں کہہ دیتے ہیں کہ اللہ کا عذاب بھی نہیں آتا ہے، یہ اتنے برے ہیں کہ ان پر اللہ کا عذاب بھی نہیں آتا، یہ جملہ نہ کہو، کسی کو برا نہ کہو، اپنے دامن میں غور کرو، کہ کہیں میں خود تو برا نہیں ہوں۔

ایک بزرگ کے پاس بغداد میں لوگ جمع ہو گئے کہ حضرت بارش نہیں ہو رہی، حضرت دعا کر دیجئے، اس بزرگ نے کہا کہ اس علاقے میں برا میں ہی ہوں، بغداد سے نکل جاتا ہوں، اللہ بارش دیدے گا، یہ وہ بزرگ ہے، جن کے ایمان پر، اعمال پر، تقویٰ وطہارت پر تمام علماء کا اتفاق ہے، لیکن اپنے آپ کو کمزور سمجھتے رہے اور کمزور سمجھنے میں اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت غالب ہے:

نبی پاک ﷺ کا فرمان نقل کرتا ہوں، فرمایا اللہ نے سب چیزیں کائنات میں پیدا کیں، پھر اپنی صفات بھی پیدا کیں اور صفات میں اپنی رحمت پیدا کی اور رحمت کو اتنا وسیع پیدا کیا اور فرمایا

"رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ عَلٰی غَضَبِیْ"

اللہ تعالیٰ فرما رہے کہ میں نے رحمت اتنی پیدا کی ہے کہ وہ میرے غضب پر غالب ہے، مجھ سے رحمت مانگا کرو، میں رحمت کے مانگنے سے خوش ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عیوب ونقائص سے پاک ہے:

وہ منزہ مبرہ ہے پاک ہے:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ سورة الاخلاص ، آیت : ۱ ۔ ۴

سبحانہ کا لوگ معنی کرتے ہیں پاک ہے اللہ، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ تمام کمزوریاں جو مخلوق کیلئے ہوتی ہیں، اللہ کیلئے ان کمزوریوں کو منسوب کرنا برا ہے اور مخلوق کیلئے مفید ہے، یعنی اللہ کی طرف نسبت نہیں کرنا، اس سے عقیدہ خراب ہو جائے گا، ختم ہو جائے گا ﴿سبحانہ﴾ وہ تمام کمزوریوں سے پاک ہے، عیوب سے پاک ہے اور بلند و بالا ہے، ان باتوں سے جن کی

طرف اللہ کے ساتھ شریک ٹھراتے ہیں۔

کوئی کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ اللہ کا بیٹا ہے، تو یہ بھی خدا ہو کیونکہ وراثت ملتی ہے بیٹے کو، کوئی کہتے ہیں کہ عزیزؑ اللہ کا بیٹا ہے کہ بیٹے کو وراثت ملتی ہے، اس لئے عبادت کر لیتے ہیں، کوئی بعد میں آنے والے یہ کہنے لگے کہ انبیاء کو کچھ اختیارات ہوتے ہیں اور اولیاء کو بھی کچھ اختیارات ہوتے ہیں، انہیں بھی کچھ خوش کرنا ہے، بڑی محنت کی ہے، ہرگز نہیں ہے، اللہ تعالی اس طرح کے تمام شرک کے امور سے پاک اور اس طرح کی نسبتوں سے پاک ہے۔

اللہ ہی سب کا معبود ہے:

فرمایا:

﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾

سورۃ النحل ، آیت : ۲

اللہ نے فرشتوں میں سے جبرائیلؑ کو نازل کیا اپنا امر دیکر، کتاب دے کر اپنے بندوں میں سے جس کے دل کو پاس کیا، اس کے دل میں اس کتاب کو نازل کیا اور پیغام کیا سنایا کہ

﴿اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ﴾ سورۃ النحل ، آیت : ۲

اے نبی! لوگوں کو پیغام سنا دیجئے کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، مجھ ہی سے ڈرا کرو کہ یہ بتایا کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، میری عبادت کرو اور مجھ سے ڈرو، اب دعوی پر دلیل ہونی چاہے، وہ معبود کی شان ہے، اگر کوئی اور معبود ان صفات والا ہے، پھر وہ عبادت کے لائق ہے، کیا دعویٰ کرنے لگے

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

سورۃ النحل ، آیت : ۳

اللہ تعالی محمد عربی ﷺ کا معبود ہے۔

حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک تمام انبیاء کا معبود ہے۔

تمام صحابہ کا معبود ہے۔

تمام اولیاء کا جو معبود ہے۔
تمام محدثین معبود ہے۔
تمام مسلمانوں کا معبود ہے۔
اسکے معبود ہونے پر دلیل یہ ہے:

﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾سورۃ النحل ، آیت :۳

اس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور اس تخلیق میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے:

﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴾

سورۃ النحل ، آیت :۴

یہاں قرآن نے بہت عجیب بات کی، اللہ نے انسان کو پیدا کیا ایک گندے قطرے سے اور پھر اس کا مقابل بن کر اکڑنے لگتا ہے، یہ سوچتا نہیں ہے کہ اتنے گندے قطرے سے مجھے پیدا کیا گیا کہ جہاں لگ جائے، وہ جسم ناپاک، جس کپڑے پر لگ جائے وہ کپڑا ناپاک اور ناپاکی کی حالت میں پاک جگہ میں داخل بھی نہیں ہوسکتا، کھانا بھی مکروہ ہوگیا کہ جب تک کہ غسل فرض ادا نہ کرلے، کھانا بھی مکروہ ہوگیا، اچھی گفتگو بھی مکروہ ہوگئی، تلاوت کرنا حرام ہو گیا، اترانا کس طرح روا ہے؟ اکڑنا کس طرح ہے؟ اپنی تخلیق پر غور کر پھر اکڑنا بعد میں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے پیغامات:

اللہ کی قدرت کے پیغامات ہیں، جو دوسرے مقام پر قرآن نے بیان کئے، فرمایا:

﴿ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴾

سورۃ النحل ، آیت :۵

معبود وہ ہے جس نے جانوروں کو، چوپایوں کو پیدا کیا، اس میں تمہارے لئے دفاع کا انتظام ہے، ان کے چمڑوں میں، ان کے بالوں سے تمہارے لئے سویٹر بنتے ہیں، ان جانوروں میں اور بھی منافع ہیں، ان میں بہت سے جانور تمہارے لئے حلال اور ان کا کھانا

تمہارے طیب اور لذیز ہے، یہ اللہ کی شان ہے۔

اسلام آباد والو! بکری گائے نہیں رکھ سکتے...... حلال چیزیں ہیں تم نہیں رکھ سکتے ہو...... کیا رکھ سکتے ہو؟ کتا رکھ سکتے ہو...... عجیب بات ہے اسلام آباد اس کا نام ہے، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دارالخلافہ ہے، اگر جانوروں کا داخلہ ممنوع قرار دینا تھا، تو کتا وغیرہ بھی منع ہونا چاہیے تھا، بھائی قانون برابر ہونا چاہیے تھا، ہمیں کہتے ہیں کہ جی مساوات نہیں ہے، مساوات نہیں ہے، تم نے اللہ کی مخلوق کے ساتھ بڑی مساوات کی ہے؟ اور فرمایا

﴿ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَالِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ﴾ سورة النحل ، آیت :۷

یہ جانور تمہارے ہیں، تم اتنا زیادہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے تھے، یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں، اگر تم اٹھانا چاہتے، تو تمہیں بہت تکلیف ہوتی

﴿ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَؤُفٌ رَّحِيْمٌ﴾ سورة النحل ، آیت :۷

دیکھو تمہارا رب کتنا بڑا مہربان ہے، یہ سب نعمتیں تمہارے لئے اس نے پیدا کی ہیں، تم ان کو استعمال کر رہے ہو...... بعض اسکے باغی بن رہے ہیں، لیکن پھر بھی وہ اپنی نعمتیں دے رہا ہے فرمایا

﴿ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ﴾ (سورة النحل:۸)

اس نے گھوڑے تمہارے لئے پیدا کئے، تاکہ ان پر سواری بھی کرتے رہو اور پھر خوبصورت بھی لگتے ہیں۔

﴿ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (سورة النحل ، آیت :۸)

وہ پیدا کرتا رہے گا، جو تم ابھی نہیں جانتے ہو، یعنی اس کے علاوہ اور بھی اللہ تعالیٰ تمہارے لیے پیدا کرے گا، جیسے جہاز وغیرہ۔ اللہ ہی کو خالق ماننا ہے، اس کے سوا کوئی خالق نہیں ہے، کوئی مالک نہیں ہے۔

اقبال کہتا ہے:

بتاں رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

تو ایک ہے تو مسلم ہے اور تمام مسلم کا معبود اور خالق بھی ایک ہی ہے اللہ ہمیں دین کی سمجھ اور عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

"......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ......"

(۸) اللہ ہی قادر ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْاَنْبِيَآ ءِ وَعَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ اَوفَوْا عَهْدَه اَلَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَآءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِيَآءِ .اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ ﴾

(سورة الطلاق ، آیت: ۱۲)

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: " قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اعرف" (جامع الاحاديث القدسية ، الحديث: ۱۱۳۰)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ الْكَرِيْمِ ، وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِين .

آیت قرآنی کا مفہوم:

سورۃ طلاق کی دو آیت کریمہ اور نبی پاک ﷺ کا ایک ارشاد تلاوت کیا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت یعنی اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کا ذکر ہے اور آج کی گذارشات کا موضوع بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے۔ فرمایا

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ ﴾ (سورة

الطلاق ، آیت: ۱۲)

اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ جس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا اور اتنی ہی زمینیں پیدا کیں ، پھر ان کے درمیان اپنا امر بھیجتا ہے، زمین آسمان کے نظام کو چلانے کے لئے، اس میں جو مخلوق آباد ہے، اس کے لئے ہدایت اور رہنمائی کے پیغام بھیجنے کے لئے وحی بھیجتے ہیں، اپنے علوم کو نازل کرتے ہیں، تا کہ تم لوگ یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ تعالیٰ ہر کچھ کر سکتا ہے اور ہر چیز پر اللہ تعالیٰ حاوی ہے، اس کا علم وسیع ہے، اس کے علم اور قدرت کے دائرے نے تمام چیزوں کو اپنے احاطے میں لیا ہوا ہے، کوئی چیز بھی اس کی دسترس سے باہر نہیں ہے، اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے، اس کے کنٹرول سے باہر نہیں ہے۔

حدیث کا مفہوم:

جناب نبی پاک ﷺ کا فرمان جو تلاوت کیا ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ "(جامع الاحادیث القدسیۃ ، الحدیث: ۱۱۳۰)

کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، چھپی ہوئی چیز تھا، پھر میں نے یہ چاہا کہ اپنا تعارف کروایا جائے کہ میں اللہ تعالیٰ ہوں، خالق ہوں، مالک ہوں، رازق ہوں، قادر ہوں، جب یہ کائنات اللہ تعالیٰ پیدا نہ کرتے ،تو کون پہچانتا؟ کس کو تعارف تھا؟ میں ایک چھپی ہوئی چیز تھی، میں نے چاہا کہ میں اپنا تعارف کرادوں۔

اللہ تعالیٰ کا تعارف اللہ کی صفات ہیں:

اور تعارف اللہ تعالیٰ کی ذات کا اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف دنیا میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے ذریعہ سے ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں کہ ایسے کارنامے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا، تو ضرور بضرور

راس طرح کے کارناموں پر غور وفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ تعالیٰ کی پہچان ہوگی۔

تخلیق آدم قدرت کاملہ کا انوکھا منظر:

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے پیدا کیا، اس میں تخلیق کی یہ ترتیب نہیں تھی، جو اب دنیا میں ہے پہلے پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اور پھر اس سے دنیا کو پھیلا دیا، پھر ازدواجی زندگی کے ساتھ بڑھتا رہا نظام، بلکہ آدم علیہ السلام کو اپنی ایسی قدرت کے ساتھ پیدا کیا کہ اس کا کوئی نمونہ پیدا نہیں کرسکتا، کہ کوئی انسان خود پیدا کردے، مٹی کو جوڑے اور پھر اس میں روح پھونک دے، پیدا نہیں کرسکتا، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، پھر اس کے بعد کوئی سوچ سکتا تھا، آدم علیہ السلام سے ہی آدم علیہ السلام کی زوجہ حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا، یہ بھی اللہ کی قدرت ہے۔

پیدائش عیسیٰؑ قدرت کاملہ کا انوکھا منظر:

پھر حضرت مریم علیہا السلام سے بغیر شادی کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا، جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا، اللہ کا امر انہوں نے پھونکا، قرآن مجید میں پھونک کا لفظ ہے کہ انہوں نے پھونکا اور وہ حاملہ ہوگئیں، پریشان ہوگئیں، یکدم دردزہ میں مبتلاء ہوگئیں، پھر شرم وحیا کے کی وجہ سے ایک کھجور کے درخت کے قریب بیٹھ گئیں اور افسوس کے جملے کہنے لگیں:

﴿ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴾ (سورۃ مریم ، آیت: ۲۳)

کاش کہ میں پیدا ہی نہ ہوتی کہ میرے ساتھ اب کیا ہوگیا، تو اللہ نے اپنی قدرت دکھائی تخلیق کے عقلی طور پر کل چار طریقے بن سکتے ہیں کہ:

۱)...... کچھ نہ ہو، اس سے آدم کو پیدا کیا۔

۲)...... بیوی نہ ہو، آدم سے حوا کو پیدا کیا۔

۳)...... شوہر نہ ہو، صرف عورت ہو، اس سے عیسیٰ کو پیدا کیا۔

۴)...... باقی ساری کائنات ایک ظاہری سبب سے پیدا ہورہی ہے، اس میں بھی اللہ ہی کی قدرت ہے، بہت سارے لوگ شادیوں کی زندگی میں کئی کئی سال گزار لیتے ہیں، لیکن کوئی

بچہ پیدا نہیں ہوتا، اس میں بھی اللہ ہی کا حکم ہوتا ہے، تو یہ سب اللہ ہی کی قدرت ہے۔

تو وہ شرم وحیا کے ساتھ کھجور کے تنے کے پاس بیٹھ گئی اور پھر اسی سے اللہ کا امر متوجہ ہوا اور بچہ پیدا ہو گیا، علامت بیان کر دی، یوں کہو، لوگوں کو میں بات نہیں کروں گی، خود وہ بچہ اپنا تعارف کرائے گا، پھر بچے نے کہا

﴿قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا﴾

(سورة مریم، آیت: ۳۰، ۳۱)

بچہ بولا، چند دن کا بچہ تھا، یہ بھی اللہ کی قدرت ہے، اتنا بچہ نہیں بولتا۔

کھجور کے درخت کی فضیلت:

رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ یہ جو کھجور کا درخت ہے، یہ تمہاری پھوپھی ہے، اس کا خیال کیا کرو اور ایک مقام پر فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کھجور، انگور اور انار ان تینوں چیزوں سے ہوئی ہے اور مٹی بھی اس میں استعمال ہوئی ہے، لہذا ان میوہ جات کی زیادہ قدر کیا کرو اور پھر اسی حدیث میں فرمایا کہ دیکھا عیسیٰ علیہ السلام کی امی مریم نے پناہ لی ہے کھجور کے درخت کے قریب بیٹھ گئیں، کھجور کی بہت بڑی فضیلت ہے، قرآن مجید نے جو شجرہ طیبہ کا ذکر کیا ہے:

﴿كَمَثَلِ كَلِمَةٍ طَیِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ﴾(سورة ابراهیم، آیت: ۲۴)

مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ کھجور کا درخت ہے اور کلمۃ طیبۃ سے مراد ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہے کہ کھجور کے درخت کی کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی، گٹھلی سے تسبیح بنتی ہے اور گٹھلی سے کئی دوائیاں بنتی ہیں اور جس کو نیند نہ آئے، اب کی نئی تحقیق کے مطابق وہ اس کا سرہانہ بنا کر سو جائے، اس کی شاخوں کے چھپر بنتے تھے اور اس کا تنا مضبوط ہوتا ہے، وہ شہتیر کے کام آتا تھا اور کھجور خود اتنی مفید چیز ہے اور علم طب کے حوالہ سے رسول اللہ ﷺ کی خوراک کہ آپ جو کا کھانا تناول فرماتے تھے، جو کی روٹی اور کھجور، کھجور ککڑی کے ساتھ، تر کے ساتھ، کھیرے

کے ساتھ یہ غذائیں کیا ہیں؟ آپ تحقیق کریں، یہ سب وہ غذائیں ہیں، جو خون کے اندر چربی کو ختم کرتی ہیں، جس کو کیسٹرول کہتے ہیں، رگیں بند ہو جائیں، تو دل کا مریض ہو جاتا ہے، بلیڈ پریشر ہو جاتا ہے، جب یہ غذائیں ہوں، تو کیسے چربی بنے گی؟

بعض احادیث میں آتا ہے کہ اللہ رب العزت نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا، تو حضرت جبرئیلؑ کو اللہ رب العزت نے حکم دیا، جاؤ ہر جگہ سے تھوڑی مٹی لیکر آو، پھر اس سے حضرت آدمؑ کے پتلے کو تیار کیا گیا، ﴿ونفخت فیہ من روحی﴾ پھر اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے اندر روح ڈال دی اور روح ڈالنے کے بعد حکم دیا کہ زندہ ہو جاو، پس آدم پیدا ہو گیا اور ابلیس اس سے پہلے پیدا ہو چکا تھا، ابلیس یعنی جنات کا ابو، ابلیس کا لقب اس کی بداعمالی کی وجہ سے ہوا، ویسے تو وہ ابوالجن ہے، حکم کی نافرمانی کی وجہ سے اس کو یہ لقب دیدیا گیا، یہ جب بگڑ جائے، تو شیطان ہو جاتا ہے، اور تمام جنوں اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں، تعظیم اور تکریم دی آدمؑ کو، یہ اشرف المخلوق ہے۔

آگ سے ابراہیمؑ کو بچانا قدرت کاملہ کا انوکھا منظر:

تو بات میں یہ کہہ رہا تھا اللہ رب العزت اپنی قدرت دکھاتے ہیں اور ایسی چیز میں دکھاتے ہیں، جو کوئی نہ کر سکتا ہو، پھر وہاں پر اللہ کی پہچان ہوتی ہے، تو جب ابراہیمؑ نے دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیا، مناظرہ ہوا، مباحثہ ہوا اور عام بندوں کے علاوہ یہ مناظرہ مباحثہ بڑھتے بڑھتے بادشاہ سے ہونے لگا اور بادشاہ بھی عام نہیں، پوری دنیا پر اس کا حکم چلتا تھا، نمرود، بہر حال وہ مناظرے میں ہارا، وہ بھی اپنے آپ کو رب کہتا تھا، پھر اس نے آگ جلانے کا حکم دیا کہ اس کو ذلت والا عذاب دیں گے، سخت عذاب دیں گے، سخت تکلیف دیں گے اور مشورے میں بھی یہی طے ہوا کہ آگ میں ڈالنا چاہیئے، حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال دیا گیا، اللہ نے اپنی قدرت دکھائی فرمایا

﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ سورۃ الأنبیاء: ٦٩)

اللہ پاک نے فرمایا کہ میں نے حکم دیا آگ کو کہ ٹھنڈی ہو جا، لیکن اتنی ٹھنڈی بھی نہ ہونا کہ

ابراہیمؑ کو ٹھنڈ سے تکلیف ہونے لگے، ایک بہتر انداز میں خوشگوار بن جا، ایسا ہو گیا، یہ اللہ کی قدرت جہاں اللہ دکھا دے، لیکن عام طور پر آگ کے اندر جو صفت رکھی، وہ جلانے کی ہے اور سب جگہوں میں لوگ آگ جلائیں اور کسی کو اس میں پھینکیں، تو وہ آگ جلائے گی، کیونکہ آگ کی تاثیر میں یہی ہے اور اتنی بڑی آگ جو آسمان سے باتیں کر رہی ہے، کوئی پرندہ اس کے اوپر سے جاتا، تو وہ بھی جل جاتا، اس کی تپش سے، ابراہیمؑ کو وہاں اللہ نے ایسا اعزاز و اکرام اور اپنے فضل سے رکھا کہ آپ کے لئے آگ کو گلزار بنا دیا، یہ اللہ کی قدرت ہے، اس سے اللہ کی پہچان ہوتی ہے۔

موسیٰؑ کی پیدائش قدرت کاملہ کا انوکھا منظر:

اسی طریقے سے حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں جو فرعون تھا، بہت بڑا بادشاہ تھا، کئی سو سال تک سر میں درد نہیں ہوا، تو غرور پھر آ ہی جاتا ہے، نوجوان کی نوجوانی آٹھ دس سال ہوتی ہے، اس میں وہ قابو نہیں آتا، تو جس کے سر میں صدیوں درد نہ ہوا ہو، اور پھر وہ بادشاہ بھی ہو، یہ سب سے بڑا دکھ کا المیہ بادشاہ ہونا ہے، یہ بھیک مانگنے والے بادشاہ ہم سے نہیں سمائے جاتے، یہ کتنے اکڑتے ہیں، غرور کرتے ہیں اور بھیک مانگ کر بادشاہ بنتے ہیں، چار سو سال تک بعض مؤرخین نے لکھا ہے اس کی حکومت تھی، ایک کو خواب آئی کہ ادھر ایک بچہ پیدا ہوگا، فرعون کی بادشاہی کی تباہی کا سبب بنے گا، نجومیوں نے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی، اب حکم کیا ہوا؟ بادشاہ کی طرف سے آڈر آ گیا کہ بچوں کو قتل کرتے رہو، بہت زیادہ بچے قتل ہونے لگے، حتی کہ ہزاروں بچے بنی اسرائیل کے نومولود قتل کر دئے گئے، بعض حضرات نے ستر ہزار لکھے ہیں، پھر کسی حکومتی وزیر نے فرعون کو یہ مشورہ دیا کہ ہماری خدمت کون کرے گا؟ چوکیدار بھی بنانے ہیں، پولیس بھی بنانی ہے اور بھی خدمت کروانی ہے، قبطی خاندان تو بادشاہ ہے، فرعون قبطی خاندان کا تھا اور دوسرے خاندانوں سے خدمت لینی ہے اور آپ ان کو مرواتے جا رہے ہیں، تو ہماری خدمت کون کرے گا؟ صرف عورتیں تو خدمت نہیں کر سکتیں، وہ تو صرف بعض امور میں خدمت کر سکتی ہیں، بہت کام ہوتے ہیں، تو مشورے میں یہ طے ہوا کہ ایک سال

بچوں کو قتل کرے گا اور ایک سال بچوں کو چھوڑے گا، اب یہاں سے فرعون کی حماقت شروع ہو گئی، او بے وقوف انسان! جس سال بچوں کو چھوڑو گے، ہوسکتا ہے کہ اسی سال وہ بچہ بھی پیدا ہو جائے اور وہ تمہارے خواب کی تعبیر بن جائے۔ قتل والا فیصلہ ہی غلط تھا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ کون مقابلہ کرسکتا ہے۔

بہر حال! اللہ نے اپنی قدرت دکھائی اور حضرت موسیٰؑ کو اس سال پیدا کیا کہ جس سال بچوں کو قتل کرنے کا حکم تھا کہ بعد میں کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ موسیٰ تو اس سال پیدا ہوا، جس سال بچوں کو چھوڑنے کا حکم تھا اور فرعون کی طرف سے آڈر تھا کہ اس سال بچے قتل نہیں کیے جائیں گے، اللہ نے موسیٰؑ کو اس سال پیدا فرمایا، جس سال فرعون بچوں کو قتل کر رہا تھا اور پھر اسی کی تسلی کے لئے اللہ نے موسیٰ کی امی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ موسیٰ کو صندوق میں ڈال دے اور دریا کے حوالہ کر دے اور ادھر ادھر کسی غاروں میں نہیں چھپایا، موسیٰ کے لئے فرعون کے گھر میں پرورش کا انتظام کیا، اللہ کی قدرت ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ کافروں کی خواب اس کی تعبیر بھی ٹھیک ہوتی ہے، بعض نے لکھا ہے کہ خواب نہیں آیا بلکہ اور بات تھی کہ بنی اسرائیل آپس میں ایک بچے کے آنے کے بارے میں باتیں کرتے تھے وج ان کی قوت کے زوال کا سبب بنے گا وہ باتیں فرعون کو پتہ چل گئیں تھیں اس لئے قتل کراتا تھا، یہ بھی اللہ کی قدرت ہے، اللہ کا نظام ہے، سب اس کے پاس ہے اور اسی کے آڈر سے چلتے ہیں اور پھر زوال کا سبب بن گیا، پھر یہی ہوا۔

پھر آگے چلو، جب نوبت آئی لڑائی جھگڑے کی، موسیٰ کو ختم کرنے کا پروگرام بنایا، تو اللہ نے موسیٰ کو حکم دیا کہ دریا میں لاٹھی کو مارو، اس نے راستہ دے دیا، اب یہاں اللہ کی قدرت موسیٰؑ کے لئے راستہ کی شکل میں ہے اور ادھر اس بے وقوف کو یہ سمجھ میں نہیں آیا، اتنے سو سال تک میری حکومت رہی، نیل جو دریا ہے، اس نے راستہ نہیں دیا، اب کیسے دے رہا ہے؟ اور اندر آیا فرعون اور غرق ہو گیا۔ تو یہ اللہ کی قدرت کی علامتیں ہیں کہ جو کوئی نہیں کرسکتا، وہ کام اللہ کر کے دکھاتا ہے کہ اس سے اللہ کی قدرت کی پہچان ہوتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا نظر نہ آنا قدرت کاملہ کا انوکھا منظر:

آگے چلئے حضرت رسول اکرم ﷺ کی تبلیغ ہوئی، درمیان میں اور واقعات ہیں موسیٰ کا، عیسیٰ کا، زکریا کا، یونس کی مچھلی کا یہ سب اللہ کے کارنامے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے جب تبلیغ شروع کی اور یہ تبلیغ بڑی مشکل لگی مشرکین مکہ کو، کیونکہ کسی کے نظریے کو بدلنا بڑا مشکل کام ہوتا ہے اور بدلنے والا بہت ماہر، صاحب علم، فراست، مدبر، حکیم، متقی، پرہیزگار، اللہ والا شخص ہو، تو پھر ان کے جملوں سے ان کے بیان سے ان کی تقریر سے ان کے اٹھنے بیٹھنے سے لوگوں کے عقائد میں تبدیلی آتی ہے اور یہ نظریہ تو صدیوں سے چلا آرہا تھا، ان کے لئے یہ بات سننا بہت مشکل تھی کہ یہ بت کچھ نہیں کر سکتے، آج تک یہ لوگ نذرانے چڑہا رہے تھے، انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو قتل کرنے کا مشورہ کیا، دارالندوہ میں یہ مشورہ ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کو ہر خاندان سے ایک ایک فرد جمع ہو کر اجتماعی قتل کیا جائے، مقدمہ کسی پر نہ ہوگا اور اللہ نے کیا کیا؟ رسول اکرم ﷺ پر وحی بھیج دی کہ اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو سلا دو اور امانتیں ان کے حوالہ کردو اور باہر نکل کر کے یوں کنکریاں پھینک دو، فرمایا

﴿ وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ﴾

(سورۃ آل عمران، آیت: ۵۴)

کچھ مشرکین نے بھی تدبیریں کیں، ہمارے پیغمبر کو ختم کرنے کے لئے،

﴿ وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ﴾(سورۃ الأنفال، آیت: ۳۰)

یہ اکٹھے ہو کر اے پیغمبر! آپ کے بارے میں مشورے کرتے ہیں، آپ کو جلا وطن کر دیں، یا گرفتار کر لیں، یا قتل کر دیں، یہ خود ختم ہو جائیں گے، قتل طے ہوگیا اور پروگرام یہ بنا کہ صبح کو ہر قبیلے سے ایک ایک نوجوان اکٹھا ہو کر ایک اجتماعی شکل بنا کر اس توحید کے بیان کرنے والے کو قتل کر دو، ان بتوں کی عبادت کرنے والوں نے، پتھروں کے سامنے جھکنے والوں نے، بتوں پر نذرانے چڑہانے والوں نے یہ پروگرام بنایا ہے اور ایک اللہ نے

پروگرام بنایا ہے اور اللہ اپنے پروگراموں میں غالب ہے، وہ دن کو بیٹھے رہے کہ آپ نکلیں گے، دیکھتے رہے کہ اب نکلیں گے، اب نکلیں گے، جب آپ ﷺ نکلے، تو وہ ادھر ہی کھڑے تھے، بات جو بتانے کی اور محل موضوع ہے، یہ نہیں ہے کہ آپ ایسے وقت میں نکلے کہ وہ تھے ہی نہیں، تو پھر تو کوئی فائدہ نہ ہوا، کوئی بات ہی نہ ہوئی، وہ کھڑے تھے، آپ کو حکم ہوا کہ ایک مٹھی بھر کر پھینک دیں، سورۃ یسین کی آیت پڑھ کر، آپ لوگ بھی یاد کرلیں:

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴾(سورۃ یسن، آیت: ۹)

ہم نے ان کے اور اپنے محبوب کے درمیان پردے ڈال دیئے، اب نہیں دیکھ سکتے، دل کی نظر سے پہلے ہی نہیں دیکھا تھا ہمارے پیغمبر کو، اس لئے کہ کافر ہیں، آج جسمانی نظروں سے بھی نہیں دیکھ سکے، یہ اللہ کی قدرت ہے کہ اللہ کا پیغمبر جا رہا ہے، دروازے سے نکل رہا ہے اور سامنے کھڑے ہیں، دیکھ نہیں سکتے، یہ اللہ کی قدرت ہے اور کون اللہ کے علاوہ ایسا کر سکتا ہے؟

نبی پاک ﷺ کا وہ گھر آج تک موجود ہے، جس جگہ سے آپ گزرے، وہ آج شارع ہجرت ہے، یہ مسفلہ کا علاقہ ہے، اس روڈ کا نام شارع ہجرت ہے، یعنی ہجرت والا راستہ، نبی ﷺ اس راستہ سے گئے، تو بات یہ ہے

﴿ اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ ﴾(سورۃ الطلاق، آیت: ۱۲)

اللہ کی تخلیق کے یہ نمونے ہیں زمین آسمان ہیں، پہاڑ ہیں، یہ درخت، یہ اشیاء ہیں، یہ سب چیزیں اللہ ان کو درست رکھنے پر بھی قادر ہے اور رکھ بھی رہا ہے، وہ مدبر ہے، منتظم ہے۔

اللہ کی قدرت کا تعارف:

ایک جگہ قرآن مجید نے اللہ کی قدرت کا تعارف کرانے کے لئے فرمایا

﴿ اَلَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا ﴾ (سورۃ طٰہٰ، آیت: ۵۳)

وہ اللہ جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا اور زمین میں مختلف طرح کے راستے

بنائے، یہ اللہ کی طرف سے راستے ہیں، پہاڑوں میں کیسی نشیب رکھتے ہیں، یہ روڈ جہاں سے بنتے ہیں، مشکل جگہوں سے پہلے رستے بنتے ہیں، من جانب اللہ

﴿وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ (سورة طه ، آیت : ۵۳)

یہ بھی اللہ کی قدرت ہے کہ اس نے نازل کیا تمہارے لئے آسمانوں سے پانی اور نازل کرتا ہے اور اگر روک لے، تو کوئی اور زبردستی بارش نہیں کرسکتا،

﴿ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ اَزْوَاجاً مِنْ نَبَاتٍ شَتّٰى ﴾ (سورة طه : ۵۳)

پھر پانی میں وہ حیات کا پیغام رکھتا ہے کہ زمین میں ہر طرح کے نباتات، پھل، میوہ جات، اگنے شروع کردیئے

﴿كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ﴾ (سورة طه ، آیت : ۵۴)

تم بھی کھاؤ اور اپنے چوپاؤں کو بھی کھلاؤ

﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ﴾ (سورة طه ، آیت : ۵۴)

عقل والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں، سوچیں کہ اللہ کس انداز میں مخلوق کی پرورش کر رہے ہیں، اس زمین کو بچھونا بنایا، اس میں راستے بنائے، اس میں پانی نازل کیا، اس میں خوراک کا انتظام کیا، لیکن ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں۔

لوٹاوہیں جہاں کا خمیر تھا:

﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾ (سورة طه ، آیت : ۵۵)

اسی زمین سے پیدا کیا ہم نے تمہیں اور اسی زمین میں پھر تمہیں دفن کریں گے اور اسی زمین سے میدان حشر کے وقت اٹھائیں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت نقل کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس جگہ انسان کو اللہ نے دفن کرنا ہے، اسی جگہ کی مٹی انسان کی تخلیق میں استعمال ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی کہاں دفن ہوتا ہے؟ کوئی کہاں؟ کہ بعضوں کا ارادہ ہوتا ہے، کہیں دفن ہونے کا، لیکن نہیں ہوسکتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ کسی کو

پیدا کرنا چاہتے ہیں، تو فرشتے کو حکم دیتے ہیں کہ فلاں جگہ سے مٹی لیکر رحم مادر میں ڈال دو، کہ جس جگہ میں کل یہ مرے گا، اسی میں اس کو دفن کرنا ہے۔

مٹی اپنا ایک اثر رکھتی ہے:

اور ایک حدیث میں جناب نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ناف میں اس مٹی کا اثر ہوتا ہے، جب بچہ پیدا ہوتا ہے، جس مٹی کے بارے میں اللہ نے فرشتے کو حکم دیا، اس جگہ سے لیکر آ اور رحم مادر میں ڈال دو، جس سے اس بچے کو پیدا کرنا ہے، اس کا اثر ناف پر ہوتا ہے، غلات بھی اس مٹی سے اور اناج بھی اسی مٹی سے ہیں، بعض حضرات نے یہ بھی تفسیر کی ہے، تمام جسمانی ضروریات بنتی جو پیدا ہوتی ہیں، وہ مٹی سے ہوتی ہیں تو زمین خوراک کا انتظام کرتی ہے، زمین سے انسان کو پیدا کیا۔

نبی وصدیق وفاروق کی مٹی ایک:

ایک حدیث میں جناب اکرم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ سنو میری اور ابو بکرؓ کی اور عمرؓ کی مٹی ایک ہی جگہ سے لی ہے، تو پھر بات ثابت ہوگئی

﴿مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى﴾ (سورة طه ، آیت : ۵۵)

کہ جس مٹی سے مجھے پیدا کیا گیا، اسی مٹی سے حضرت ابو بکرؓ کو اور حضرت عمر فاروقؓ کو پیدا کیا اور ایک مقام پر فرمایا دیکھو جس مٹی سے اللہ نے مجھے پیدا کیا ہے، اس میں سائڈوں سے بچ بھی گئی اور جو بچی ہوئی میری مٹی تھی اس مٹی سے ابو بکر و عمرؓ کو پیدا کیا۔

میدان حشر میں قدرت خداوندی:

میدان حشر میں جب میدان لگے گا، تو اسی طریقے سے سارے لوگ اپنی اپنی جگہ سے اٹھیں گے، یہ بھی اللہ کی قدرت ہے کہاں سے پیدا کیا؟ اور کہاں پر دفن ہونا ہے؟
مشرکین مکہ کہتے تھے:

﴿ ءَ اِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴾(سورۃ المؤمنون ، آیت : ۸۲)

کہ جب ہم قبروں میں جائیں گے، مٹی ہو جائیں گے اور مٹی ہمارے جسموں کو کھا جائے گی اور پھر اس کے بعد کیسے ممکن ہے کہ ہمیں اٹھایا جائے گا؟

حضرت عزیرؑ اور قدرت خداوندی:

اس قدرت پر دلیل اللہ نے حضرت عزیرؑ کی دیدی، کہ جب ایک بستی کے پاس سے گزرے، تیسرے پارے میں اس کا ذکر ہے:

﴿ اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ﴾(سورۃ البقرۃ ، آیت: ۲۵۹)

ایک بستی پر گزرے اور وہ ختم ہوئی پڑی تھی، کہنے لگے اے اللہ! اسکو کیسے پیدا کرے گا؟ بس ویسے ہی خیال آیا، جب ایک جگہ پر آرام کرنے لگے، اپنا کھانا باندھ کر لٹکایا اور اپنی سواری کو باندھا درخت کے ساتھ اور سو گئے، جب اٹھے، تو عجیب منظر دیکھتے ہیں کہ سواری نہیں ہے، وہ ختم ہوگئی، مرگئی اور ریت میں مل گئی، لیکن کھانا اسی طرح سے تازہ تھا جس طرح سے لٹکایا تھا، درخت کی شاخ کے ساتھ، درخت بھی ختم نہیں ہوا تھا اور خود بھی ختم نہیں ہوئے ، یہ اللہ کی قدرت ہے فرمایا

﴿ اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ﴾ (سورۃ البقرۃ ، آیت: ۲۵۹)

یہ گذرے ایک قریہ کے پاس سے اور وہ ویران تھا، کہنے لگے اللہ ان لوگوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ اب ویسے خیال آ گیا، پیغمبر تھے

﴿ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ﴾(سورۃ البقرۃ ، آیت: ۲۵۹)

سو سال کے لئے اللہ نے حضرت عزیرؑ کے لئے موت کا فیصلہ فرما دیا

﴿ ثُمَّ بَعَثَهٗ ﴾(سورۃ البقرۃ ، آیت: ۲۵۹)

پھر سو سال بعد حضرت عزیرؑ کو اٹھایا

﴿ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ﴾(سورۃ البقرۃ ،آیت: ۲۵۹)
وحی بھیجی کہ کتنے دن ٹھہرے ہو
﴿ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ﴾(سورۃ البقرۃ ،آیت: ۲۵۹)
کہا ایک دن یا تھوڑا سا سویا ہوں، قیلولہ کیا ہے، جواب دے رہے ہیں۔

عقیدت ومحبت میں حد سے تجاوز جائز نہیں:

لوگ کہتے ہیں پیغمبر عالم الغیب ہوتے ہیں، پیغمبر کو اپنی نیند کا نہیں پتہ، کہ میں کتنا سویا ہوں ؟سب کچھ جاننے والا اللہ ہے، عقیدت میں اور محبت میں حد بندی ضروری ہے، حد سے تجاوز ٹھیک نہیں ہے، اقبال کہتا ہے

جنہوں نے لوگوں کی رہبری اس طرح کی کہ اللہ کی صفات کو اللہ کے بندوں کیلئے ثابت کرنے لگے، ان پیروں کو درمیان میں حائل نہ کرو، یہ صحیح بات بیان نہیں کر رہے ہیں، یہ صفات صرف اللہ کی ہیں اور انبیاءؑ کی اور صفات ہیں، انبیاءؑ وہ ہوتے ہیں، جنہیں اللہ نبی بنائے، تو وہ نبی ہوتا ہے، پھر نبی کیسے مختار کل ہوا۔ فرمایا:

کیوں خالق ومخلوق میں حائل رہیں پردے
ان پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے بھگا دو

عیسائیوں کا مذہب یہ ہے کہ سارا سال جو مرضی ہے، کرتے جاؤ، لیکن سالانہ نذرانہ پادری کو دینا لازم ہے، وہ گناہوں کا کفارہ بن جائے گا، ممکن ہے کسی پیر کا نظریہ بھی یہی ہو، ایسا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تو ان کی بھی سنتا ہے، جنہوں نے حضرت حمزہؓ کے ستر ٹکڑے کیے، ایسے کافر ،ایسے مشرک، ایسے گنہگاروں کی بھی وہ سنتا ہے، وہ درمیان میں واسطے برداشت نہیں کرتا، جتنا گناہگار کیوں نہ ہو، وہ براہ راست جب اللہ کے در پر سجدہ ریز ہو جائے، تو اللہ کی رحمت کو بھی جوش آتا ہے اور وہ معاف کر دیتا ہے:

﴿ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءً اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾(سورۃ النساء ،آیت : ۱۱۰)

جس سے چھوٹی غلطی ہوگئی، یا بڑی غلطی ہوگئی، گناہ کبیرہ ہوگیا۔

دوستو! اللہ بھی واسطہ بیان کرسکتا تھا، اگر کسی سے غلطی ہوگئی تھی اور وہ اس غلطی اور گناہ پر معافی چاہتا ہے، فلاں در پہ چلا جائے، فلاں مزار پہ چلا جائے، غلطی ہوگئی، درمیان میں اللہ تعالیٰ نے کوئی واسطہ بیان نہیں کیا، فرمایا فوراً مجھ سے گناہ کی معافی مانگ لے، یہ دنیا کے بادشاہوں کے سامنے درخواست نہیں ہے کہ رد ہو جائے گی، بیت المال میں فنڈ نہیں ہے، بلکہ یہ اس بادشاہِ مطلق کے دربار میں درخواست ہے کہ یوں توبہ کر، اس کو مہربان پائے گا وہ معاف کردے گا۔

علامہ اقبال نے مشرکین مکہ کی بات کی، فرمایا

حق را بسجودے صنماں را بطواف
بہتر ہے چراغ حرم و دید بجھا دو

حرم میں رہ کر اللہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں، لیکن بیت اللہ کے اردگرد بت رکھے ہوئے ہیں، ان کا بھی ساتھ ہی سجدہ کرتے ہیں، یہ اللہ کو شرکت برداشت نہیں ہے، اللہ اپنے شریک برداشت نہیں کرتا، کہ میری صفات اس کو بھی دیدی جائے، یہ اللہ برداشت نہیں کرتا، وہی خالق، وہی مالک، وہی رازق، وہی معبود ہے، اس کے علاوہ سجدہ کا حق کسی کو نہیں، اگر اس حرم میں بھی توحید نہیں ملی، تو پھر بہتر ہے کہ چراغ حرم بجھا دیئے جائیں۔

میں ناخوش و بیزار ہوں مرمر کی سلوں سے
میرے لئے مٹی کا حرم اور بنا دو

وہ حرم جس کی تعمیر کرنے والے حضرت ابراہیمؑ ہیں، وہ مستری ہیں اور ان کا بیٹا اللہ کا پیغمبر مزدوری کا کام کررہا ہے اور بیت اللہ مٹی کے پتھر اور مٹی کے گارے سے بنایا گیا ہے اور پھر توحید کی صدائیں اس سے بلند ہونے لگیں، ایسا حرم بنادو

تہذیب نو کی کارگہ شیشہ گراں ہے
آداب جنوں شاعر مشرق کو سکھا دو

یہ کہتا ہے کارخانے بن گئے، دنیا کو رنگ وروغن کرنے والی چیزیں بن گئی، لیکن لوگوں میں

اللہ اور رسول کی محبت کا جو دیا تھا، وہ بجھ گیا ہے، اس دنیا میں اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت زندہ کرنے والا کوئی "ملا" دے، کوئی مولانا دے کوئی مولوی دے۔

واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام کی تکمیل:

میں حضرت عزیرؑ کی بات کر رہا تھا، پوچھا ان سے کتنے سوئے ہو؟ کہنے لگے صبح کا سو رہا ہوں، یا تھوڑی دیر ہوئی ہے، اللہ نے فرمایا نہیں، سو سال سوئے ہو

﴿فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَ شَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّهْ﴾

(سورۃ البقرۃ ،آیت: ۲۵۹)

آپ اپنے پانی اور کھانے کی طرف دیکھو، جو لٹکایا تھا، درخت کے ساتھ، یہ خراب نہیں ہوا ، وہاں کوئی فریج نہیں تھا، اتنا عرصہ میں تو فریج میں بھی خراب ہو جاتا ہے

﴿وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ﴾

(سورۃ البقرۃ ،آیت: ۲۵۹)

اپنی سواری کو، اپنے گدھے کو دیکھو، ختم ہو چکا ہے۔

﴿وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُهَا﴾(سورۃ البقرۃ: ۲۵۹)

سواری کی ہڈیاں مٹی میں ملی ہوئی ہیں، ان ہڈیوں کو آپ دیکھتے ہیں کہ ہم ان سے آپ کی سواری کو کیسے پیدا کریں گے؟ یہ نشانی بنا دیتے ہیں کہ ہم سو سال کے بعد دوبارہ اٹھا دیتے ہیں

﴿ثُمَّ نَکْسُوْهَا لَحْمًا﴾(سورۃ البقرۃ ،آیت: ۲۵۹)

پھر ان ہڈیوں کو جوڑنے کے بعد ان کے اوپر گوشت کو کیسے پیدا کرتے ہیں؟ پھر چمڑا کیسے پیدا کرتے ہیں؟ پھر اس کے اندر زندگی کیسے لاتے ہیں؟ چنانچہ سب سے پہلے ہڈیاں جوڑیں، پھر ان کے اوپر گوشت پیدا ہونا شروع ہو گیا، پھر اس کے اوپر چمڑا پیدا ہونا شروع ہو گیا، اللہ رب العزت نے فرمایا، اے عزیر! یہی آپ کی سواری ہے، دیکھا ہم کیسے مٹی کے اندر ملنے کے بعد، ریزہ ریزہ ہونے کے بعد اس طریقے سے دوبارہ انسان کو زندہ کریں گے اور کوئی مشکل نہیں ہے، ہمارے لئے دوبارہ زندہ کرنا۔

انسان کی پیدائش میں قدرت خداوندی:

اور اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کی نشانی دوسرے مقام پر یوں بیان کی ،سورۃ مومنون ،اٹھارواں پارہ پہلا رکوع ،فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِيْنٍ ﴾

(سورۃ المؤمنون ،آیت :۱۴)

ہم نے انسان کو خمیری مٹی سے پیدا کیا ،حضرت آدمؑ کی طرف اشارہ کیا ہے

﴿ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴾(سورۃ المؤمنون ،آیت :۱۴)

قطرہ ناپاک سے کتنا خوبصورت انسان بنادیا ہے ، یہ سوچے انسان اللہ کی قدرت اور فرمایا

﴿ اَلَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِيْ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴾(سورۃ الانفطار ،آیت:۷)

۔وہ اللہ ہے ،جس نے تجھے پیدا کیا ، پھر کتنا پیارا بنایا ،کوئی ڈاکٹر ،کوئی محقق یہ نہیں کہہ سکتا کہ انسان کے لئے چھ انگلیاں ہوتیں ،تو زیادہ مفید ہوتیں ، یہ پانچ اتنی مفید نہیں ہیں ، کہ ان میں سے ایک کم ہو جائے ،تب بھی نہیں اور جس جگہ ،جس چیز کو اللہ رب العزت نے زیادہ مفید سمجھا ،اس جگہ رکھا ، آنکھیں جس جگہ پیاری لگ سکتی تھیں ،اس جگہ پر اللہ رب العزت نے رکھیں ہیں ، ناک جس جگہ پر پیاری لگ سکتی تھی ،اس جگہ رکھی ۔

سنت رسول ﷺ پر بلیڈ چلانے والو!

نبی پاک ﷺ کی داڑھی مبارک کو آپ ﷺ کے چہرے پر یوں سجایا ، اسی جگہ پیاری لگ سکتی تھی ،او محبانِ رسول ! آپ کو دعوت دے رہا ہوں ،

کب تک رسول ﷺ کی سنت پر صبح سویرے بلیڈ چلا کر گٹر کے حوالے کرتے رہو گے؟

کب تمہارے ایمان تمہیں بیدار کریں گے ؟

تم کب بیدار ہو جاؤ گے اور سمجھو گے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ پیاری سنت ہے ، جب یہ سنت

چہرے پر نظر آئے گی، جب بات بنے گی۔

یہ داڑھی بڑی مبارک چیز ہے، بعض دفعہ انسان کو شیطان یہ بات سمجھاتا ہے کہ صرف داڑھی میں تو اسلام نہیں ہے، ہم تو بہت ساری باتیں اور بہت سے اچھے اچھے کام کرتے ہیں، بے شک کرتے ہیں، یہ تو آپ سمجھتے ہیں کہ چھوٹا سا کام ہے، کر کے تو دیکھو، یہ بہت بڑی چیز ہے، دوستو! گناہوں سے رکاوٹ کا سبب بنتی ہے اور انسان سمجھتا بھی اس طرح ہے، اب آپ مجھے دیکھ رہے ہو، میں گندہ نظر آرہا ہوں؟ کوئی یہ کہے کہ یہ مولوی صاحب داڑھی کی وجہ سے گندہ نظر آرہا ہے، تو مفتی رشید صاحب کا فتوی سنا دوں کہ کافر ہو گیا، نکاح ٹوٹ گیا، کیونکہ ڈاڑھی کی توہین کر دی ہے اور داڑھی کی توہین رسول اللہ ﷺ کی سنت کی توہین ہے۔

سنو یاد رکھنا اور اس کو گناہ سمجھنا، اس کو اپنی کمزوری سمجھنا کہ ہمارے اندر یہ کمزوری ہے۔ اللہ سے توفیق مانگنا شیطان کی اس دلیل کو دل میں جگہ نہ دینا۔

انسان کی حسین تخلیق:

﴿ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِيْ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴾ سورۃ الانفطار، آیت : ۷

جہاں جو چیز زیادہ موزوں تھی، وہاں اللہ نے فٹ کر دی، آج کوئی نئی تحقیق والے آجائیں اور بتائیں کہ انگلی کے اوپر آنکھ زیادہ موضوع تھی، اگر کوئی سوراخ والی چیز دیکھنی ہوتی، تو انگلی کو اندر داخل کر کے دیکھ لیتے، لیکن نہیں۔

اسی طرح اللہ نے انسان کی تخلیق کو سورۂ تین میں قسم کھانے کے بعد ''احسن تقویم'' سے تعبیر فرمایا

﴿ وَالتِّيْنِ ، وَالزَّيْتُوْنِ ، وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ، وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ، لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴾ (سورۃ التین ، آیت: ۱ ۔ ۴)

ہم نے انسان کو بہت ہی پیارے انداز میں بنایا ہے، اس لئے کہ انسانوں میں سب سے پیارے کو بنانا تھا، اس لئے انسان کو پیارا بنایا۔

اٹھارواں پارہ سورہ مومنون پہلا رکوع ہے۔فرمایا

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴾

(سورۃ المؤمنون : ۱۴)

سب پڑھے لکھے ہو، اپنے گھروں میں اردو تفاسیر دیکھ لو، فرمایا

﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴾(سورۃ المؤمنون: ۱۴)

پھر ایک قطرہ ناپاک سے ہم نے کتنا خوبصورت انسان بنا دیا، یہ ہماری قدرت ہے

﴿ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً ﴾(سورۃ المؤمنون ،آیت : ۱۴)

چالیس دنوں کے بعد اس نطفہ کو علقہ بنادیا، یعنی جما ہوا خون

﴿فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً ﴾(سورۃ المؤمنون ،آیت : ۱۴)

پھر چالیس دنوں کے بعد اس کو گوشت کا ٹکڑا بنا دیا

﴿ فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا ﴾سورۃ المؤمنون ،آیت : ۱۴

پھر گوشت کے ٹکڑے کو چالیس دنوں کے بعد ہڈی بنادیا

﴿ فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا﴾سورۃ المؤمنون ،آیت : ۱۴

پھر اس ہڈی پر ہمارے آڈر سے گوشت پیدا ہو جائے گا، یہ ننا سا بچہ رحم مادر میں بن گیا اور ادھر حضرت جبرائیلؑ اور دیگر فرشتوں کو اللہ بھیج دیتے ہیں اس کی سعادت مندی یا اس کی شقاوت لکھ دو، اس کا رزق لکھ دو، اس کی عمر لکھ دو، اس کا متقی و پرہیزگار ہونا لکھ دو، یا بدکردار ہونا لکھ دو۔

﴿ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ﴾سورۃ المؤمنون ،آیت : ۱۴

پھر یہ سب کچھ کر کے پورے خاندان کو انتظار میں لگا دیا، دعائیں ہو رہی ہیں، صدقے ہو رہے ہیں، اللہ خیر و عافیت کے ساتھ مہمان دیدے، پھر کتنا پیارہ بچہ تمہیں دے دیا، کتنا بچہ پیارا ہوتا ہے کہ پاؤں بھی چومتے ہیں والدین، ہاتھ بھی چومتے ہیں، سونگھتے ہیں، لیکن بڑا ہو کر اپنی بداعمالیوں سے پیارا نہیں رہتا، جب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، تو معصوم ہے، کتنا پیارا ہے، ہر ادا اس کی اچھی لگ رہی ہے، ہر طرف والدین اور رشتہ دار جھوم رہے ہیں، اس لئے کہ وہ معصوم ہے، اللہ نے پیدا کیا ہے، جب تم اشرف المخلوق ہو اور اشرف المخلوقات والے

اعمال کرو گے، تو پیارے بن جاؤ گے، لوگ تم سے محبت کرنے لگ جائیں گے، جب بڑے ہو کر اچھے اعمال کرو گے، تو لوگ تم سے محبت کریں گے، لیکن ہم سب گناہ گار ہوتے ہیں، اس لئے لوگ ہم سے نفرت کرتے ہیں۔

دیکھئے! دین کی تبلیغ سے کوئی ناراض ہو، یہ تو پیغمبرانہ سنت ہے، لیکن بد اعمالیوں سے بھی لوگ ناراض ہوتے ہیں، اس لئے فلاں نے زیادتی کی، جب نیک بندے بنو گے، تو لوگ پیار کریں گے۔

﴿ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰهُ خَلۡقًا اٰخَرَ﴾سورۃ المؤمنون، آیت: ۱۴

پھر ہم نے اس کو پیارا پیدا کیا اور باہر لایا

﴿ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ ﴾سورۃ المؤمنون: ۱۴

پھر سوچو، یہ کس نے پیدا کیا ہے؟ اللہ نے اپنی قدرت کی طرف انسان کی توجہ دلائی ہے

﴿ثُمَّ اِنَّكُمۡ بَعۡدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوۡنَ﴾سورۃ المؤمنون، آیت: ۱۵

کہ یہیں نہیں رہنا، پھر اس کے بعد تمہارے اوپر موت کے فیصلے ہوں گے، یعنی پہلے بچپن ہوگا، پھر جوانی ہوگی، پھر بڑھاپا ہوگا، جیسے جس کی عمر جتنی لکھی، اتنی ہی گزارے گا پھر موت آئے گی، پھر عالم برزخ میں ایک مدت تک رہنا ہوگا

﴿ ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ تُبۡعَثُوۡنَ ﴾سورۃ المؤمنون، آیت: ۱۶

پھر موت کے بعد دوبارہ زندہ اٹھایا جائے گا ، پھر حساب کتاب ہوگا، پھر اس کے مطابق فیصلہ ہوگا، نیکو کو جنت ملے گی اور جہنم میں مشرکین، کافروں اور بروں کو ڈالا جائیگا۔

اللہ رب العزت ہمیں صحیح سمجھ اور عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔

"......وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ......"

(۹) اللہ ہی رحمٰن ہے

اَلحَمدُ لِلّٰہ . اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الانبِیَآء وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصحَابِہِ الَّذِینَ اَوفَوا عَھدَہ اَلَّذِینَ ھُم خُلاصَۃُ العَرَبِ العَربَآءِ وَخَیرُ الخَلَائِقِ بَعدَ الاَنبِیَآءِ

.اَمَّا بَعد

فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ
﴿اَلرَّحمٰنُ ، عَلَّمَ القُرآنَ ، خَلَقَ الاِنسَانَ عَلَّمَہُ البَیَانَ ، اَلشَّمسُ وَالقَمَرُ بِحُسبَانٍ ، وَّالنَّجمُ وَ الشَّجَرُ یَسجُدَانِ﴾سورۃ الرحمٰن ، آیت : ۱ . ۶

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ:" اَفضَلُ الکَلِمَۃِ اَربَعَۃٌ سُبحَانَ اللّٰہِ وَالحَمدُ لِلّٰہِ وَلا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکبَرُ".

صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیمُ وَ صَدَقَ رَسُولُہُ النَّبِیُّ الاُمِّیُّ الکَرِیمُ ، وَنَحنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِینَ وَالشَّاکِرِینَ وَالحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین .

تمہید:

سورۃ رحمٰن کی ابتدائی چند آیاتِ کریمہ اور جناب نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد تلاوت کیا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کے ساتھ ساتھ ایک خاص نام لفظ رحمٰن کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔

آیت قرآنی کا مفہوم:

فرمایا: اللہ رب العزت رحمان ہے، جس نے قرآن نازل کیا، قرآن کی تعلیم دی، جس اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے، پھر انسان کو تعلیم قرآن کے بعد بولنے کی صلاحیت عطاء کی ہے، دوسروں کو سمجھانے کا ملکہ عطاء کیا ہے، افہام وتفہیم کی صلاحیت اللہ نے بخشی ہے۔ یہ سورج اور چاند تمہاری خدمت کے ساتھ ساتھ روشنی اور دن رات والی ترتیب کے ساتھ ساتھ حساب کیلئے بھی ہیں، کہ اس سے ایام کا حساب لگایا جاتا ہے، جتنے درخت ہیں، خواہ کھڑے ہیں، یا زمین پر لیٹے ہوئے ہیں، وہ سارے کے سارے اپنی صلاحیت کے ساتھ اللہ کے سامنے سجدے میں ہیں۔

نجم ایک تو ستاروں کو کہتے ہیں دوسرا نجم ان سبزیوں کو کہتے ہیں جنکی بیلیں زمین پر پھیلتی ہیں اور شجر اس سبزی کو کہتے ہیں، یا اس پودے کو کہتے ہیں جس کا تنا اوپر کی طرف جاتا ہے اور اس کی شاخیں ہوتی ہیں، خواہ بڑے ہوں، یا چھوٹے ہوں، یہ دونوں اپنی اپنی حالت میں فرمانبرداری میں ہیں، سجدے میں ہیں، اللہ کے حکم کی اتباع میں ہیں، خواہ وہ سبزیاں زمیں میں پھیلنے والی ہیں، یا تنے والی ہیں۔

چار افضل کلمات:

جناب نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ کلمات میں سے سب سے افضل کلمات چار ہیں، جن سے اللہ کی حمد وثناء کی جاتی ہے، حمد وثناء والے کلمات میں سے سب سے افضل کلمے چار ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ　　وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ　　وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ

امام بخاری نے ایک حدیث نقل کی کہ جناب نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سو سو مرتبہ صبح وشام سبحان اللہ والحمد للہ کا ورد کرتا ہے، تو اس کے سارے صغیرہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں، خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہو، یہ کلمے اللہ کو اتنے پسند ہیں، کوئی شخص ان

کلموں کو اپنے ذکر میں لاتا ہے، تو اس کو یہ مقام اللہ عطاء کرتا ہے، کہ اس کے گناہ معاف کر کے اس کو اپنا محبوب بندہ بنالیتا ہیں۔

لفظ رحمٰن:

لفظ رحمٰن اللہ تعالیٰ کے ان صفاتی ناموں میں سے ہے، جو صفاتی ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام کی طرح ہے، لفظ رحمٰن میں جو صفت رحمت ہے، وہ صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے، اللہ کے علاوہ کوئی رحمٰن نہیں ہے، وہ ایک ہی ہے۔

رحیم کا مادہ'' ر، ح، م'' ہے یعنی رحمت اور رحمٰن کا مادہ بھی '' ر، ح، م'' ہے، لیکن مبالغہ کا جو وزن فعلان کا ہے، جیسے رحمٰن، یہ اللہ کے علاوہ کسی کے بندے کیلئے استعمال کرنا جائز نہیں، اسی طرح کئی اور نام بھی اللہ تعالیٰ کے صفاتی ہیں، مثلاً سبحان ہے، رازق ہے وغیرہ، جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں ہیں۔

نام رکھنے میں احتیاط کیجئے!

کسی بندہ کا اگر نام ہو عبدالرحمٰن اس کا معنی ہے، رحمٰن کا بندہ، لوگ یہ کہتے ہیں رحمٰن صاحب ادھر آجاؤ۔ یہ بات غلط ہے۔ عبدالرحمٰن کہنا چاہیئے، عبدالرزاق کہنا چاہیئے، پورا نام لینا چاہیئے، بعض لوگ اپنے دکانوں اور اپنی فیکٹریوں کے سامنے بورڈ کے اوپر یوں لکھتے ہیں، رحمٰن برادرز۔ رزاق برادرز۔ اس طرح کے نام سراسر غلط ہیں اور یہ شرک ہے اور یہ وہ عیسائیوں والا شرک ہے (یہ میں جمعرات کے درس قرآن میں بتا چکا ہوں) کہ عیسائی مشرک بنے، جہالت کی وجہ سے، یہودی مشرک بنے باوجود پڑھے لکھے ہونے کے، غلط تاویل کرنے سے علم بھی گمراہی کی طرف لے جاتا ہے، شیطان کو لے گیا، اب بھی علمی دنیا عروج پر ہے، اس وقت علوم عصریہ بھی عروج پر ہیں، جن کی وجہ سے لوگوں کے دماغوں میں شیطان غلط تاویل ڈال دیتا ہے، حیلے ڈالتا ہے، زکوۃ سے یوں بچتا ہے اور سود یوں ہمارے لیے حلال ہو جائے گا، یہ حیلے کر کے گمراہ ہوئے یہودی اور غلط کاریوں، شرک، بدعت کی طرف چلے گئے، عیسائی

جہالت کی وجہ سے، یہ نام جو رکھا جاتا ہے۔ رحمٰن برادرز، رزاق برادرز اینڈ کو، اسکا ترجمہ کیا ہے کہ رحمٰن کے بھائیوں کا کاروبار۔ اللہ تو۔

﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ سورۃ الاخلاص: ۳.۴

ہے، جہالت میں شرک ہو رہا ہے اور شرک کسی حال میں بھی گوارہ نہیں ہے، خواہ جان بوجھ کر ہو، خواہ جہالت میں ہو، شرک شرک ہے، اس کا گناہ ہوگا۔

علماء کی عجیب تحقیق:

لفظ رحمٰن جو اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے، علماء تحقیق نے عجیب بات لکھی ہے، اللہ تعالیٰ کی جو صفت رحمت ہے، یہ دنیا میں عام ہے، ہر کسی پر وہ رحم وکرم کرنے والا ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ سورۃ الفاتحۃ : ۲.۱

تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں، جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے، روٹی جو دیتا ہے، رب کہتے ہیں اسکو، جو پرورش کرتا ہے، رزق دیتا ہے، رب میں صرف روٹی نہیں آتی، بلکہ مکمل پرورش کرتا ہے۔ یہ جو پالنے والا ہے، تمام جہانوں کو، یہ الرحمٰن ہے، دنیا میں سب کو دیتا ہے، کوئی اس کا ہے یا نہیں ہے، یہ صفت عام ہے، اور رحیم یہ صفت اللہ رب العزت کی آخرت کے ساتھ خاص ہے، صرف نیک بندوں پر اللہ مہربان ہوگا، آخرت میں، دنیا میں صفت رحمٰن کی وجہ سے سب کیلئے مہربان ہے، خواہ وفادار ہوں، یا غدار ہوں، سب پر مہربان ہے، رزق، کھانا، پینا، عمر، وغیرہ۔ انکو بھی رزق دے رہا ہے، تو لفظ رحمٰن اللہ کا نام ہے، اللہ کے علاوہ کسی کو بولنا جائز نہیں ہے۔

ذکرِ تخلیق کو مؤخر کرنے کی وجہ:

یہاں پر غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ رحمٰن ہے، جس نے قرآن سکھایا، انسان کو پیدا کیا، انسان کو پہلے پیدا کرنا ہے، پھر قرآن سکھاتا ہے، یہاں برعکس بات ہے، کوئی خاص پیغام دینا چاہتے ہیں، خاص پیغام اللہ رب العزت دینا چاہتے ہیں

الرحمن علم القرآن :......رحمٰن وہ ہے، جس نے قرآن سکھایا

خلق الانسان :......اور انسان کو پیدا کیا

قرآن کس کو سکھایا انسان کو، پہلے انسان کی تخلیق کا ذکر نہیں کیا، بلکہ بعد میں کیا، یعنی ترتیب بدل دی، اس میں کوئی خاص بات ہے، وہ یہ بات ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد تعلیم قرآن ہے، لہذا مقصود کو پہلے لایا اور تخلیق کو بعد میں لایا، انسان کی تخلیق کے مقصد کو پہلے بتایا کہ اسکو تعلیم قرآن کیلئے پیدا کیا ہے، قرآن سیکھیں، سکھائیں، اس کے مطابق اپنے آپ کو بنائیں ،دنیاو آخرت میں کامیابی ہے، اللہ نے قرآن میں رکھ دی ہے، تو مقصود کو پہلے بیان کیا، انسان کو پیدا کر کے آزاد نہیں چھوڑا، کیونکہ اس کو با مقصد پیدا کیا ہے، یہ ویسے ہی نہیں پیدا کیا گیا، یہ ڈارون کا فلسفہ نہیں ہے، کہ انسان جانوروں کی طرح ہے اور جانوروں کی طرح پیدا ہوتا ہے، مرتا ہے اور پیدا ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ جاری رہے گا اور پھر اس فلسفہ کو پڑھنے والے اسی طرح کا موقف بنالیتے ہیں اور دہریئے بن جاتے ہیں۔

سائنس کی حقیقت:

اب تو سائنس نے تحقیق کر لی ہے کہ ڈارون والا طریقہ درست نہیں، بلکہ انسان کسی اور طریقے سے آیا ہے، جو دس سال پہلے اور تحقیق تھی، اب اور تحقیق ہے سائنس کی، تو اس سے سائنس کے غلط ہونے پر اس کے علاوہ اور کیا دلیل چاہیئے؟ جو پانچ سال پہلے اور بات کر رہے تھے، اب اور بات کر رہے ہیں، قرآن صدیوں پہلے وہی بات کر رہا تھا اور آج بھی وہی بات کر رہا ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد ہے، وہ تعلیم قرآن ہے، عبادت ہے:

﴿ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾سورة الذاريات:٥٦

انسان اور دوسرے جانداروں میں فرق:

یہ انسان جاندار ہے، جاندار اور چیزیں بھی ہیں، لیکن فرق یہ ہے کہ اس کو قوت گویائی سے نوازا ہے، وہ جانور بولتے نہیں، کھاتے وہ بھی ہیں، آرام وہ بھی کرتے ہیں، پیتے وہ بھی ہیں، چلتے پھرتے ہیں، ان جانوروں میں اور انسان میں فرق یہ ہے اس کو قوت بیان عطاء کی ہے،

بولنے کا ملکہ اور صلاحیت دی ہے، یہ شعور اور سمجھ والا ہے، یہ علوم آسمانی کو سمجھ سکتا ہے، پھر اس کے مطابق اپنے آپ کو بنا سکتا ہے۔

سورۂ رحمٰن کے چند فضائل:

جناب نبی پاک ﷺ نے ایک مقام پر فرمایا

"لِكُلِّ شَيْئٍ عُرُوْسٌ وَعُرُوْسُ الْقُرْآنِ سُوْرَةُ رَحْمٰن

"(کنز العمال ،الحدیث :۲۶۳۸)

ہر چیز کیلئے دلہن ہے، قرآن کی دلہن سورۃ رحمٰن ہے۔

ایک مرتبہ صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے، جناب نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور سب کو فرمایا کہ قریب آجاؤ، سورۃ رحمٰن کی تلاوت شروع کر دی اور پوری سورت جب ختم کی، تو فرمایا تم سے تو آج جنات جیت گئے ہیں، ایسے گیلی گیلی لکڑی کی طرح چپ کر کے بیٹھے ہو میں، جب وقف کرتا تھا اور یہ کہہ رہا تھا

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴾سورۃ الرحمٰن ، آیت :۱۳

اے جن وانس! تم اللہ کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے، ایک کو جھٹلاؤ گے، ادھر دوسری کو کیا کرو گے، اپنی تو کوئی چیز ہے ہی نہیں، انسان خود سوچ لے، اس کی اپنی تو کوئی چیز ہے ہی نہیں، تو کس نعمت کو جھٹلاؤ گے، تو پھر دوسری نعمت اسی ذات کی ہے، تو میں جب یہ پڑھتا تھا تو جن آگے سے یہ کہتے تھے

"لَا بِشَيْئٍ مِّنْ نِعْمَتِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ"

اے رب العالمین! ہم آپ کی کسی نعمت کی تکذیب کرنے والے نہیں ہیں، آپ کی ہر نعمت پر ہم شکر بجالانے والے ہیں۔

صفت رحمت غضب پر غالب:

ایک حدیث میں جناب نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور یہ حدیث قدسی

ہے، جب نبی فرمارہے ہوں کہ اللہ رب العزت نے فرمایا

"رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ عَلٰی غَضَبِیْ"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے، تو یہاں بھی سورۃ رحمٰن کو شروع کیا الرحمٰن سے، اس صفت کو لایا، جو سب صفات پر غالب ہے، پھر آگے انسان کی تخلیق کو بتایا کہ کیوں پیدا کیا انسان کو تعلیم قرآن کیلئے، بیان کیلئے، عبادت کیلئے۔

انسان کی خدمتگار مخلوق:

پھر اس مخلوق کا ذکر کیا جو انسان کی خدمت کیلئے پیدا کی فرمایا

﴿اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ﴾سورۃ الرحمٰن ، آیت :۵

سورج اور چاند کو جیسا ٹائم ٹیبل دیا گیا ہے، اس پر گامزن ہیں اور اگر یہ رتی برابر بھی اپنے اس ٹائم ٹیبل سے منحرف ہو جائیں، تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے اور یہ نظام ایک دن اللہ کے امر سے درہم برہم ہو جائیگا، لیکن ایک دن ایسا ہی ہوگا اور اس دن ان کو حکم یہی ہوگا

﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ ...... جب سورج ٹوٹ پھوٹ جائے گا

﴿وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾...... ستارے بھی گرنے لگیں گے اور بے نور ہو جائیں گے

﴿وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴾...... پہاڑ بھی اڑنے لگ جائیں گے

﴿وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ یہ سمندر آگ بن جائیگا یہ ہوگا ایک دن یہ اس کے حکم سے ہوگا یہ سورج اور چاند اپنے کام میں مصروف ہیں، یہ اپنی ڈیوٹی میں کوتائی نہیں کرتے اور سورۃ یٰس میں فرمایا:

﴿وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ، وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ، لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِیْ لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾(سورۃ التکویر ، آیت : ۴۰)

سورج اپنا کام کر رہا ہے، چاند اپنا کام کر رہا ہے، یہ اس کیلئے رکاوٹ نہیں بنتا، وہ اس کیلئے

رکاوٹ نہیں بنتا، یہ صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات کی جنگ نہیں ہے، ہر کوئی اپنے کام میں لگا ہوا ہے اور آگے کہا

﴿وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾ سورۃ التکویر ، آیت : ۴۰

اس کا ایک ترجمہ یہ ہے کہ ہر کوئی اپنے اپنے راستوں میں تیرتا جا رہا ہے۔ دوسرا ترجمہ یہ ہے ہر کوئی اپنے کام میں لگا ہوا ہے، اس کی حمد وثناء اور تسبیح کرتا جا رہا ہے، یعنی سورج چل رہا ہے، چلنا بھی اس کی تسبیح ہے، چاند بھی چل رہا ہے اور روشنی بھی دے رہا ہے، یہ اس کی تسبیح ہے

﴿ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ سورۃ الاسراء ، آیت : ۴۴

چاند کے چھوٹے بڑے ہونے کی حکمت:

ایک مرتبہ نبی پاک ﷺ سے سوال کیا گیا کہ چاند چھوٹا کیوں ہوتا ہے؟ بڑا کیوں ہوتا ہے؟ ایک ہی طرح کیوں نہیں رہتا؟

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۸۹)

آپ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ پہلے چھوٹا، پھر بدر بنا، پھر چھوٹا ہو جاتا ہے؟ اے نبی! آپ فرما دیجئے کہ اس میں تمہارے لیے اوقات ہیں، کہ ایک مہینہ ہوا، اب دوسرا مہینہ ہو گیا، یہ اس لیے کہ سوال حقیقت پر مبنی تھا، سوال حقیقت کے پوچھنے کے بارے میں تھا، یہ کیسے چھوٹا بڑا ہوتا ہے، جواب میں اللہ رب العزت نے فرمایا اس سے تمہاری کیا غرض کیسے چھوٹا ہوتا ہے اور کیسے بڑا ہوتا ہے، یہ ہوتا کیوں ہے، یہ اس لیے کہ تمہارے عبادت کے اوقات، حج کے اوقات، رمضان کے اوقات دیگر اوقات اس کے چھوٹا بڑا ہونے سے وابستہ ہیں اور مہینے اور سال اس سے متعلق ہیں۔

﴿وَ النَّجْمُ وَ الشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ﴾ سورۃ الرحمٰن ، آیت : ۶

یہ درخت اور یہ کائنات ساری اس کی مطیع ہے، فرمانبردار ہے، اسی کے لئے سجدے میں ہیں اور ہر کسی کا سجدہ اپنا اپنا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے اسکو ہیئت کذائیہ عطاء کی ہے، وہ اس اپنی

حیثیت سے سجدے میں ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ بلا وجہ کسی درخت کی شاخ کو مت توڑو، وہ درخت اللہ کے ذکر میں ہیں اور آپ نے گویا کے اسے میت بنا دیا، وہ کھجوروں کی شاخ جو نبی پاک ﷺ نے ایک قبر کے اوپر رکھی تھی، صحابہ کرامؓ کو بتایا کہ جب تک یہ ہری رہے گی، ذکر کرتی رہے گی، قبر والے کو اس کا فائدہ پہنچتا رہے گا، یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اب کھجور کے درختوں کی ساری شاخیں توڑ توڑ کر قبروں پر رکھنا شروع کر دو، یہ بات اپنی جگہ پر ہے کہ قبرستان میں اگر درخت ہوں اور کسی لحاظ سے رکاوٹ ونقصان کا ان سے اندیشہ نہ ہو، تو ان کو نہیں توڑنا چاہئے اور نہیں کاٹنا چاہئے، وہ ہر چیز حمد وثناء میں ہے، وہ بھی حمد وثناء کر رہے ہیں۔

اصل بات:

بات اصل میں یہ بتانا چاہتا ہوں موضوع کی مناسبت سے کہ یہ درخت، یہ بیلیں، یہ پودے سب اس کیلئے سجدہ کر رہے ہیں، انسان کے خادم، انسان کی خدمت کیلئے یہ درخت، یہ پودے، یہ سبزیاں، یہ ندی، یہ پہاڑ، یہ سورج، یہ چاند سب انسان کے خادم ہیں، انسان غور و فکر کرے کہ یہ غیر مکلّف ہیں، یہ درخت، یہ پودے، یہ پہاڑ، یہ نالے سب غیر مکلّف ہیں اور اپنے خالق کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔

اے انسان! تو مکلّف ہو کر اللہ کے سامنے جھکنے والا نہیں بنا اور یہ غیر مکلّف ہو کر اللہ ہی کو سجدہ کرنے والے ہیں۔

اے انسان! تو مکلّف ہو کر قبروں کے سامنے، درختوں کے سامنے جھکنے والا ہے، یہ کیسے انصاف کی بات ہے؟ جو کائنات انسان تیری خادم ہے، وہ تو اللہ کا شکر یہ ادا کر رہی ہے، اور تجھے اللہ نے مخدوم بنایا، اشرف المخلوقات بنایا، سب نعمتیں تیرے لیے ہیں، تمام نعمتوں کی بارشیں تیرے لیے ہیں اور تو اللہ کا ناشکرا بنا ہوا ہے۔

مزاروں سے بچے مانگنے والو!

دوستو! سوچنے کی بات ہے...... یہ مرغیاں کس مزار کے اوپر جا کر دیا و چراغ جلاتی

ہیں؟، پھران کو چوزے ملتے ہیں...... یہ بکریاں کس مزار کے اوپر جھنڈے لہراتی ہیں؟، پھران کو بچے ملتے ہیں...... یہ اونٹنیاں کس مزار کے عرسوں میں حاضری دیتی ہیں؟، پھران کو بچے ملتے ہیں...... یہ گائے کس چیز کے سامنے نذرانے پیش کرتی ہیں؟، پھران کو بچے ملتے ہیں...... یہ کائنات کے صحراؤں اور جنگلات کے پرندے، چرندے اور درندے کس مزار کے اوپر جاکر جھکتے ہیں، پھران کو بچے ملتے ہیں۔

یہ کسی مزار پہ نہیں جاتے، یہ سب اللہ کی حمد وثناء کرتے ہیں...... اللہ نے پھران کو اولاد کی نعمت سے نوازا ہے...... صحت کی نعمت سے نوازا ہے...... کبھی ہرن کو دیکھا ہے کہ اس کی آنکھوں میں سرمہ کس نے لگایا ہے؟...... وہ تو جنگلوں کی جھاڑیوں میں رہنے والا ہرن کتنا صاف ستھرا ہوتا ہے...... وہ اللہ کی حمد وثناء میں ہے اور کسی مزار کے اوپر انہوں نے دیا نہیں جلایا...... چڑھاوا نہیں دیا...... اللہ ان کو نواز رہا ہے، یہ سب تمہارے خادم ہیں، جو ہمارے خادم ہیں، وہ موحد ہیں، اللہ اللہ کرنے والے ہیں، اللہ کی حمد وثناء کرنے والے ہیں، یہ جو مخدوم انسان ہیں، نمک حرام بنے ہوئے ہیں اور اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے ہیں۔

یمامہ والے رحمٰن کو پکارنے کا واقعہ:

نبی پاک ﷺ ایک دفعہ مکی زندگی میں سجدے میں دعا کر رہے ہیں یا اللہ! یا رحمٰن! رحم کر...... یا اللہ! یا رحمٰن! کامیاب کر...... کسی مشرک نے یہ سنا، تو چرچا کر دیا، یہ ایسا موحد پیغمبر ہمیں توحید کا درس دیتا ہے، اور خود رحمٰن کو پکارتا ہے، یمامہ والے رحمٰن کو پکارتا ہے، رحمٰن نامی یمامہ کا بندہ تھا، چرچہ کر دیا مکہ میں، اللہ نے آیت نازل فرمائی:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ سورۃ الاسراء، آیت: 110

اے نبی! اعلان فرما دیجئے، اللہ ہی رحمٰن ہے اور رحمٰن تو اللہ ہی ہے، یمامہ والا تو بعد میں رحمٰن بنا، تم نے جہالت کے نتیجہ میں اس کا نام رحمٰن رکھا، حالانکہ اللہ ہی رحمٰن ہے، یہ دونوں اس معبود کے نام ہیں، رحمٰن تم بتا رہے ہو یمامہ کا ایک شخص ہے، بتاؤ صدیاں پہلے جو حضرت

سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام نے ملکہ بلقیس کو خط لکھا اور اس میں یہ بات لکھی:

﴿ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾سورۃ النمل : ۳۰

یہ خط اللہ کے پیغمبر سلیمان علیہ السلام کا ہے اور یہ خط شروع ہو رہا ہے، اس اللہ کے نام سے ، جو بڑا مہربان، نہایت ہی رحم کرنے والا ہے، تو اس وقت سلیمان علیہ السلام نے رحمٰن کا لفظ استعمال کیا اور کس کو وہ پکار رہے تھے؟ کون رحمٰن تھا؟ رحمٰن تو اللہ رب العزت ہیں اور تم آج یہ کہہ رہے ہو کہ نبی یمامہ والے کو پکار رہا ہے، اس کو وہ مدد کیلئے بلا رہا ہے اور ہمیں توحید کی طرف دعوت دے رہا ہے۔

حکمرانی ہو تو ایسی ہو:

اسلام آباد بلیو ایریا والو! آگلی بات بھی بتاؤں ،سلیمان علیہ السلام نے خط میں ایک ہی جملہ لکھا، بادشاہ ہو، تو ایسا ہو، میں کہتا ہوں وہ بادشاہ بالکل نہیں ہونا چاہئے ، جو ڈرپوک ہو، بزدل ہو، اس کو بادشاہ ہی نہیں ہونا چاہئے:

" ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِيْنَ خَيْرًا "(العرف الشذی للعلامۃ الکشمیری : ۱/۳۲۲ وقد قیل انہ من قول عمر بن الخطابؓ .)

اچھا گمان رکھتا ہوں اپنے بادشاہوں سے، یہ بہادر ہی ہونگے ، ایک جملہ لکھا ہے بادشاہ نے ، ڈرو نہیں خیال سے سنو، بات سمجھو، سلیمان علیہ السلام نے مشرکہ بادشاہ کو خط لکھا، میں اللہ کا پیغمبر سلیمان ہوں، تعارف کروایا اور اللہ کے نام سے ہمارا سب کچھ ہوتا ہے، پیغمبر کا ہر کام اللہ کے نام سے ہوتا ہے، میں بتاتا ہوں پیغمبر کا کام اللہ کے نام سے شروع ہوتا ہے، خط اللہ کے نام سے شروع ہے، یہ خط کیا ہے

﴿ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴾سورۃ النمل ، آیت : ۳۱

کبھی ہمارے اوپر حملہ کرنے کا خیال بھی نہ کرنا ، یہ پہلا جملہ ہے، کبھی ہمارے خلاف حملہ کرنے کا خیال بھی نہ کرنا، ایمان بول رہا ہے، ایمان میں بڑی طاقت ہے، ایمان کو کوئی

آلاتِ جدیدہ جارحہ ڈرا نہیں سکتے، ایمان میں اتنی طاقت ہے، یہ تو ابھی ایٹم بم بنایا ہے، میزائل بنائے، توپیں بنائیں، کلاشنکوف بنائی، ہزار اور بنالیں، یہ ایمان کو مٹانے کیلئے بنائی ہیں، ایمان ان سے مٹتا نہیں اور بڑھتا جا رہا ہے۔

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ سورۃ الاسراء، آیت: ۸۱

جس نے مٹنا ہے، وہ مٹے گا، حق تو غالب ہونے کیلئے آیا ہے، غالب ہو کر رہتا ہے، تو سلیمان علیہ السلام نے جملہ لکھا کہ ہمارے اوپر حملہ کرنے کا خیال بھی نہ کرنا اور تمہاری نجات اس میں ہے کہ ہمارے سامنے فرمانبردار ہو کر پیش ہو جاؤ اور حاضر ہو جاؤ، تو بچ جاؤ گے، ہمارے خلاف حملہ کرنے کا خیال بھی نہ کرنا، یہ پہلے سے بتایا جا رہا ہے، اس میں بھی کوئی مصلحت کی بات ہے، یہ گول مول بات نہیں ہے صراحۃً کہنا ہے۔

خاکوں کا ڈرامہ اور اس کی ذمہ داری:

خیال سے سننا یہ علمی بات بتا رہا ہوں، مصلحت شریعت میں ہے، صلح شریعت میں ہے، لیکن ان امور میں جو مختلف فیہ ہوں، مختلف فیہ امور میں مصلحت کا پہلو اختیار کرنا کہ جھگڑا نہ ہو، یہ پسند کیا گیا ہے، لیکن جو امور واضح ہیں، مختلف فیہ نہیں، وہ اصول شریعت ہیں، اللہ، اللہ کے رسول کی کتاب قرآن، یہ وہ اصول شریعت ہیں، ان کے بارے میں کوئی مصلحت نہیں، یہ ہر کوئی آئے دن خاکہ شائع کر کے ہمارے ایمان کا جائزہ لیتے ہیں، ہماری غیرت کا جائزہ لیتے ہیں، کہ یہ مسلم سویا ہوا ہے یا جاگ رہا ہے؟

میں کہتا ہوں یہ کم بخت ابھی تک ہمارا جائزہ نہیں لے چکے، ہم کیا غیرت رکھتے ہیں؟ ہم کیا جذبہ ایمانی رکھتے ہیں؟ ہم کیا جذبہ جہاد رکھتے ہیں؟ ہم کیا جذبہ اخوت حمیت رکھتے ہیں؟

ہم تو کب سے بے حس ہو چکے ہیں، یہ آج تک ہمیں آزمائش میں مبتلاء کر رہے ہیں، حکمرانوں صرف کرسیوں پر بیٹھ کر حکومت کا حق ادا نہیں ہوتا، شعار اسلام کے خلاف کوئی دشمن سر اٹھائے، تو اس کے سر کو تن سے جدا کرنا حکمرانوں کا کام ہوتا ہے، کیونکہ دار الخلافہ میں نبی پاک ﷺ اور دین کے مقتدر اشخاص کے خاکہ شائع کیے جانے پر ہر شخص کی ذمہ داری ہے

، ہر مسلم کی ذمہ داری ہے، کہ ان کو روکے۔

لیکن سب سے بڑی ذمہ داری امت مسلمہ کے بادشاہوں پر ہے، فوج پر ہے، پولیس پر ہے، آج کل پولیس والوں کا یہی کام رہ گیا ہے کہ داڑھی والا گاڑی میں آرہا ہے، اس کو چیک کرو۔

اے حکمرانوں! اسلام کے شعائر کے جنازے تمہارے دارالخلافہ اسلام آباد سے اٹھائے جارہے ہیں اور تم چیک کرو مدرسوں اور مسجدوں کے طلباء کو، علماء کو، داڑھی والے لوگوں کو، تمہاری غیرت ایمانی کو کیا نبی پاک ﷺ کی محبت جھنجوڑتی نہیں کہ تم خاکہ شائع کرنے والوں کے خلاف اعلان جنگ کرو، تو ہم سب تمہارے ساتھ ہونگے۔

دوستو! کب تک یہ سوچو گے کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ لین دین میں کوئی ہماری تار مل جائے، تعلق جڑ جائے، یہ ممکن ہی نہیں ہے، ہاں اسلام چھوڑنا پڑے گا، پھر وہ تمہارے خیر خواہ ہونگے، یہ تو ممکن ہی نہیں ہے، لیکن مسلمان اسلام کو چھوڑ دے، پھر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ تار اخوت کی، محبت کی، دوستی کی جڑ سکتی ہے، تو نبی پاک ﷺ پر آیت نازل ہوئی، جب انہوں نے یہ واویلا کیا

﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ، وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا﴾ سورة الاسراء ، آیت : ۱۱۰

فرما دیجئے کہ اللہ کو پکارو، یا رحمٰن کو پکارو، یا اللہ کو کسی صفاتی نام سے پکارو، سب جائز ہے، یہ اللہ ہی کو پکارنا ہے، جو بات مان رہے ہیں، یہی رشتہ دار ہیں، آخرت میں کون لوگ جمع ہونگے، جو سارے نیک اور پرہیزگار ہونگے، جو گناہ گار ہوں گے، وہ الگ ہونگے، بھلے اس کا کوئی بیٹا گنہگار رہے، وہ ان کی جماعت میں ہوگا، اس گروہ میں ہوگا، رشتہ داری ٹوٹ جائیگی، تو نسب اور نسل آخرت میں کوئی کام نہیں آئی گی، ہاں عمل کام آئے گا اور جس کا عمل صحیح ہوگا، ان کی جماعت الگ ہوگی، تو فرمایا

اے نبی! آپ کام کرتے رہیں، تبلیغ کرتے رہیں، قرآن پڑھتے رہیں، بس جس کے مقدر میں ہے، وہ صحیح ہوتا جائے گا، آپ پریشان نہ ہوں، ان کے جملوں پر اوران کی باتوں پر آپ صبر کریں، جیسا کہ پہلے انبیاءؑ نے صبر کیا، خصوصاً حضرت یوسف علیہ السلام کوکئی مرحلوں سے گزرنا پڑا، آخر میں خیال آیا کہ اب جانے والا ہوں، دعا کی، یہ دعا ہمارے لئے بھی ہے:

﴿رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ، فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ﴾سورۃ یوسف ، آیت :۱۰۱

اللہ کے پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے عمر کے بڑھاپے میں اللہ سے دعا کررہے ہیں ،اے رب العالمین! آپ نے مجھے ظاہری بادشاہت عطاء کی ہے، مصر کی حکومت عطاء کی اور روحانی بادشاہت بھی عطاء کی، کہ نبوت سے سرفراز فرمایا اور حکومت کے علاوہ مجھے ایک اور خصوصی چیز عطاء کی اور وہ ہے خوابوں کی تعبیر کا علم، اے زمین آسمانوں کے بنانے والے داتا! تو ہی میرا دوست ہے، میری ماں میری دوست نہ بن سکی، میری پرورش سے پہلے دنیا سے چلی گئی، میرے بھائی میرے دوست نہ بن سکے، وہ مجھے تو کوئیں میں ڈال کر چلے گئے، میرا باپ میرا دوست نہ بن سکا، میری حکومت کے زمانے میں فوت ہوگیا، اے میرے مولا! تو ہی میرا دوست ہے، باقی تو ساری دوستیاں ٹوٹ جانے والی ہیں، تیری دوستی میرے رب نہیں ٹوٹے گی، خاتمہ ایمان کے ساتھ کرنا، اللہ کا نبی دعا مانگ رہا ہے، بلیوا ریا والو! نبی کا خاتمہ ایمان پر یقینی ہی یقینی ہے، قرآن ہمیں سکھا رہا ہے، کہ مانگنا کیا ہے اے ہمارے رب ہمارا خاتمہ ایمان پر فرما اور آخرت میں بھی اس جماعت کے ساتھ ملا، جو تیری انعام یافتہ ہے، رشتہ دار ناراض ہوتا ہے، تو ہوتا رہے، اس میں رشتہ داری کام نہیں آتی اور جو اللہ کی بات مان رہا ہے، وہ اللہ کا دوست ہے اور وہ کامیاب ہے۔

علامہ جامی کہتے ہیں:

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں بن فلاں چیزے نیست

اے جامی! اللہ اللہ کرنے والا بن جا...... یہی رشتہ داری کام آئیگی اور کوئی رشتہ داری کام نہیں آئیگی کہ اسکے میزان پر رشتہ داریوں کو تولا نہیں جاتا، اللہ کے میزان پر تو اللہ اللہ کرنے والے کے ذکر واذکار، تقویٰ اور نیکیوں کو تولا جائے گا۔

اور اپنی زبان میں سنو، اقبال کہتا ہے:

بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی ، نہ افغانی ،نہ ایرانی

بس مذہب اسلام والا بن جا، اللہ اور اللہ کے رسول سے دوستی لگانے والا بن جا، تیرے دل کی دھڑکنوں میں اللہ اللہ بسے، تیری زبان سے درود شریف کے جملے نکلیں۔

اے میرے داتا اے میرے مالک
اے میرے مولا اے میرے والی
شہناہ دو عالم تو ہے
سب سے تیری سرکار ہے عالی
شان تیری ہر آن رہے
گاہ جلالی گاہ جمالی
وہ بھی عجب خوش بخت ہے جس نے
قلب میں تیری یاد بسالی
شغل میرا بس اب تو الٰہی
شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے چلتے پھرتے
آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

نبی پاک ﷺ کو خطاب ہوا:

﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ، وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ

ذٰلِکَ سَبِیْلًا﴾ سورۃ الاسراء، آیت : ١١٠

دشمنوں کی دشمنی سے قرآن کی آواز اے نبی بند نہیں ہوگی، یہ جاری رہے، خواہ اپنے بھی مخالف بن جائیں، اللہ آپ کا حامی وناصر ہے۔

نبی پاک ﷺ کے پاس جب بچے آتے تھے، آپ ﷺ تو بڑے شفیق ہیں، رحمۃ للعالمین ہیں، تو جب آپ کے قریب پانچ سالہ بچے آتے تھے، آپ ان سے پوچھتے بیٹا نام کیا ہے؟ ابو کا نام کیا ہے؟ کلمہ طیبہ کیا ہے؟ ان بچوں کو آتا تھا، اس وقت کے بچوں کو یہ جملے آتے تھے، اب میں بچوں کی کیا بات کروں! بوڑھوں سے سنو، بوڑھے کو بھی اس کا پتہ نہیں اور ضرورت بھی نہیں ہے، اب انگریزی لازمی ہے کہ انگریزی سے غلامی بھی ملتی ہے، انگریزی سے ایمان کے سودے بھی ملتے ہیں، انگریزی کو مخدوم مت سمجھو، انگریزی کو خادم سمجھو، ضرورت کے وقت استعمال کرو، مخدوم ہماری عربی زبان ہے، مخدوم قرآن ہے، مخدوم حدیث ہے، مخدوم اللہ اور اللہ کا رسول ہے، جب یہ باتیں بچوں سے آپ ﷺ سنتے تھے، تو اگلی آیت یاد کرواتے تھے، کہتے بیٹا پڑھو

﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ کَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا﴾

سورۃ الاسراء، آیت : ١١١

اے بیٹے! پڑھو سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس کی کوئی اولاد نہیں، جس کا کوئی شریک نہیں، جس کا کوئی مددگار نہیں، وہ سب کا مددکرنے والا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کی کوئی اولاد نہیں، اسکی بڑائی بیان کرو۔

حاجات کیلئے ایک خاص وظیفہ:

رسول اکرم ﷺ کے سامنے اسماء بنت عمیسؓ ایک خاتون آئی، عرض کرنے لگی، بہت پریشان ہوں، آپ ﷺ نے وظیفہ بتایا، یہ خاص وظیفہ ہے، ایک تو پیر فقیر سے وظیفہ ملتا ہے، پڑھنا چاہئے، وہ بھی اچھی بات ہے، تو سب سے اونچے انسان کا وظیفہ بتارہا ہوں، آپ وعدہ کروگے، سب بیماریوں کا حل اللہ نے نبی کے فرمانوں میں رکھ دیا ہے، کوئی تلاش تو کرے، تو کیا فرمایا، یوں پڑھا کرو

اَللّٰہُ اَللّٰہُ لَا اُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا"

اللہ میرا اللہ ہے اور میں اس کے ساتھ ذرہ برابر بھی شریک نہیں کرتا، اللہ توحید سے خوش ہو جاتے ہیں، آپ کے سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔

اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ حضور کتنا پڑھنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، پڑھتے رہنا ہے، یہ زندگی کا وظیفہ ہے اور پھر صحابیات کو یہ فرمایا کرتی تھی کہ چند دنوں میں میرے مسائل سارے حل ہونا شروع ہو گئے۔

دوسرا وظیفہ:

ایک دفعہ جناب پاک ﷺ کا ایک جگہ گزر ہوا، ایک صحابی راستے میں خدمت کیلئے حاضر ہو گیا، عرض کیا اللہ کے رسول! بہت پریشان ہوں، کوئی میرے لیے آپ دعا فرمادیں، مجھے کوئی وظیفہ بتادیں، یہ دوسرا وظیفہ بتا رہا ہوں، فرمایا کہ یہ پڑھا کرو۔

"تَوَکَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا"

چند دنوں بعد یہ صحابی حاضر خدمت ہوا، شکرانہ کے طور پر کہنے لگا اللہ کے رسول! تمام مسائل حل ہو گئے۔

دوستو! ہمارے تمام مسائل کا حل قرآن وحدیث میں ہے، اللہ اور رسول ﷺ کے احکام بجالانے میں ہے۔ میری دعا ہے اور آپ بھی مل کر دعا کریں کہ اللہ ہمارے دلوں کے بند دراوزوں کو کھول دے اور ہمیں ہدایت کاملہ نصیب فرمائے۔

"......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ......"

(۱۰) اللہ ہی رازق ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ . اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفیٰ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الانْبِیَآء وَعَلیٰ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ الَّذِیْنَ اَوفَوْا عَھْدَہ اَلَّذِیْنَ ھُمْ خُلاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَآءِ وَخَیْرُ الخَلائِقِ بَعْدَ الانْبِیَآءِ .اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ سورۃ العنکبوت ، آیت: ۶۲

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: " لا تَزُوْلُ قَدَمُ ابْنِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَتّٰی یُسْئَلَ عَنْ خَمْسِ خِصَالٍ : عَنْ شَبَابِہٖ فِیْمَا اَبْلاہُ وَعَنْ عُمْرِہٖ مِنْ اَیْنَ اَفْنَاہُ وَوَعَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَہٗ وَفِیْمَا اَنْفَقَہٗ وَعَنْ عِلْمِہٖ مَاذَا عَمِلَ فِیْمَا عَلِمَ " شعب الایمان ، الحدیث : ۱۶۴۷

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الاُمِّیُّ الکَرِیْمِ ، وَنَحْنُ عَلیٰ ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین .

آیت قرآنی کا مفہوم:

سورۂ عنکبوت کی ایک آیت کریمہ اور جناب نبی پاک ﷺ کا ایک ارشاد تلاوت کیا ہے، جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ رب العزت ہی رازق ہے، تمام جاندار مخلوق کو رزق صرف اللہ رب العزت ہی دینے والا ہے۔ فرمایا:

﴿ اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ ﴾ سورۃ العنکبوت ، آیت: ۶۲

کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے، خوب رزق اس کو عطا کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے، اس کو رزق کم دیتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴾سورۃ العنکبوت ، آیت: ۶۲

اللہ سب کچھ جاننے والا ہے، کس کو زیادہ رزق دینا مفید ہے اور کس کو درمیانہ رزق دینا صحیح ہے اور کس کو کم رزق دینا زیادہ بہتر ہے، یہ اللہ کے علم میں ہے۔

میدان حشر کے پانچ سوالات:

جناب نبی پاک ﷺ کے فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن کوئی بھی ابن آدم میدان حشر میں اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکے گا۔ ''حتی یسئل عن خمس'' یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کا سوال ہوگا، وہ ان کا جواب دیکر آگے جا سکے گا۔

پہلا سوال:''عَنْ عُمُرِہٖ مِنْ اَیْنَ اَفْنَاہُ'' ہم نے تمہیں زندگی دی تھی، اسے کن کاموں میں خرچ کیا؟

دوسرا سوال:''وَعَنْ شَبَابِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ'' آپ کو ہم نے جوانی دی تھی، وہ کیسے خرچ کی؟

تیسرا سوال:''وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَ'' مال کیسے کمایا؟ کمانے کے جو اسباب تھے، وہ صحیح اختیار کئے یا نہیں؟

چوتھا سوال: ''وَمِنْ اَیْنَ اَنْفَقَ'' اور اتنا جو مال کمایا ہے، وہ کہاں خرچ کیا؟

پانچواں سوال:'' وَعَنْ عِلْمِہٖ مَاذَا عَمِلَ بِہٖ'' آپ کو جتنا شریعت کا علم تھا، اس کے مطابق کتنا عمل کیا؟

یہ پانچ سوال میدان حشر میں ہر شخص سے ہوں گے، تو وہ پھر اپنی جگہ سے ہٹ سکے گا، جس میں ایک اہم سوال ہے مال کمانے اور خرچ کرنے کا، اسی کو رزق کہا جاتا ہے۔

ایک حدیث میں جناب نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے:

"اَلَا وَاِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا فَاتَّقُوْا اللّٰہَ"

(کنز العمال، الحدیث: ۹۳۱۴)

سنو! کوئی شخص بھی اس وقت تک مرے گا نہیں، جب تک کہ اس کے لئے جو رزق لکھا گیا ہے، وہ استعمال نہ کر لے اور نہ کھا لے۔ ''فاتقوا اللہ'' لہذا رزق کے کمانے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ ''واجملوا فی الطلب'' اور اچھے انداز اور حلال طریقہ سے رزق کماؤ۔

وَ تَوَکَّلُوْا عَلَی اللّٰہِ

اور اسباب صاف ستھرے اختیار کرو، پھر فیصلہ اللہ پر چھوڑ دو اور اللہ پر بھروسہ کرو۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ

اسباب اختیار کر کے بھروسہ اللہ پر کر کے فیصلہ اللہ پر چھوڑ دینا یہ توکل ہے اور اللہ ایسے متوکلین کو پسند کرتا ہے۔

مقدر کا رزق ضرور ملے گا بس صبر کیجئے!

یہاں ان دونوں حدیثوں کو نقل کر کے میں ایک مسئلہ سمجھانا چاہتا ہوں فرمایا کہ آخرت میں سوال ہوگا "وعن مالہ من این اکتسب؟" مال کے بارے میں سوال ہوگا کہ کس طرح کمایا؟ اور دوسری حدیث میں ہے کہ ہم ہر شخص کو اس وقت تک موت نہیں دیتے، جب تک کہ وہ اپنا مقدر والا رزق کھا نہ لے، استعمال نہ کر لے۔ معلوم ہوا کہ اسباب اختیار کر کے رزق نہیں مل رہا، تو اس پر صبر کریں، قناعت کریں، ناجائز اسباب اختیار کر کے اس نے رزق حاصل کیا ہے، وہ اس کے مقدر کا تھا، اس نے صبر نہیں کیا، اس کو جائز اسباب سے مل جانا تھا، کیونکہ جو رزق اس کے مقدر میں لکھا ہے، وہ اس کو مل کر رہے گا، یہ صبر کرنا، جائز اسباب اختیار کرنا، اللہ پر بھروسہ کرنا، یہ مراحل ہیں اس کے بعد وہ رزق اس کو مل ہی جانا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قصہ:

مشہور بات ہے کئی دفعہ عرض کیا ہے، حضرت علیؓ جب نماز پڑھنے لگے، ایک شخص کو کہا کہ

میرے گھوڑے کا خیال کرنا، اس پر زین بھی تھی، مشہور ہے کہ حضرت علیؓ کی نماز لمبی ہوتی تھی، صحیح اطمینان کے ساتھ، لمبی قرأت والی اور رکوع سجود بھی لمبے ہوتے تھے اور نماز کے بعد دل میں خیال کر رہے تھے کہ اس شخص کو ایک دینار دونگا جو گھوڑے اور زین کی دیکھ بھال کر رہا ہے، اتنی لمبی نماز ہو گئی، وہ اتنا انتظار کرتا رہا اور میرے گھوڑے کی چوکیداری کرتا رہا، باہر نکلے، تو گھوڑا موجود ہے اور زین نہیں ہے، پھر ڈھونڈنے لگے، قریب ہی آبادی میں ایک شخص ان کی زین لے کر جا رہا تھا، اس کو پکڑ لیا کہ یہ زین کہاں سے لی ہے؟ اس نے کہاں کہ وہاں ایک شخص آواز لگا رہا تھا کہ ایک دینار کی زین ہے کوئی خریدے گا؟ میں نے اس کو ایک دینار دیا اور اس سے زین خرید لی، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ زین میری ہے، تم یہ دینار لے لو، یہ دینار میں نے اس کے لئے نیت کی تھی، اس کمبخت نے صبر نہیں کیا، اس کے حصے میں ایک دینار تھا لیکن اس نے ناجائز اسباب اختیار کئے اور وہ دینار اس کے لئے حرام ہو گیا۔

آزمائش کے مختلف طریقے:

لہٰذا جب انسان کے رزق میں کمی ہو رہی ہو، وہ ناجائز اسباب کی طرف ہرگز نہ جائے، یہ رزق کی کمی، یا پریشانی کے حالات، یا کوئی بیماری یہ عارضی ہوتے ہیں، یہ دنیا خود عارضی ہے اور یہ جو احوال انسان کے اوپر طاری ہوتے ہیں، یہ بھی عارضی ہوتے ہیں، نہ صحت ہمیشہ رہے گی، نہ جوانی ہمیشہ رہے گی، نہ صدارت اور عہدہ ہمیشہ رہے گا، نہ مال ہمیشہ رہے گا، نہ خوشی ہمیشہ رہے گی، یہ دنیا عارضی ہے، اس میں جتنی چیزیں ہیں، یہ سب عارضی ہیں، لہٰذا کسی پر کوئی غم، کوئی پریشانی، کوئی بیماری، رزق کی کمی ہو، تو ہرگز پریشان نہ ہو، یہ عارضی ہیں، یہ احوال بدل کر آتے ہیں۔ فرمایا

﴿وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ سورۃ آل عمران: ۱۴۰

ہم یہ ایام انسانوں پر بدل بدل کر لاتے ہیں، پھیر پھیر کر لاتے ہیں، کبھی اس کروٹ (دائیں) پر آزماتے ہیں اور کبھی اس کروٹ (بائیں) پر آزماتے ہیں، کبھی صحت میں اور کبھی بیماری میں آزماتے ہیں، کبھی خوشی میں اور کبھی غمی میں آزماتے ہیں۔

تو بات یہ ہے کہ نا جائز اسباب اختیار نہیں کرنے، جو مقدر میں ہے، وہ ملے گا، صبر کرے، کوئی ہدیہ کی شکل میں لے آئے گا، جو اس کے مقدر میں ہے، اللہ ہی سے مانگے،

پھر اللہ پر بھروسہ کیجئے!

فرمایا:

”وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ فَتَوَکَّلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ“

اچھے اسباب سے رزق حاصل کرو اور اس کے بعد اللہ پر بھروسہ کرو۔ ایک بھروسہ اس سے بھی اونچا ہے، جو بغیر سبب کے توکل علی اللہ ہے، یہ بہت اونچے لوگوں کا مقام ہے، اللہ تعالیٰ نے اسباب کے اختیار کرنے کو بھی توکل کہا ہے، کہ اسباب اختیار کرو، نظر اسباب پر نہ ہو، بلکہ اللہ پر ہو، یہ بھی توکل ہے، اس پر اس کو ثواب ملے گا اور فائدہ بھی۔

ایک توکل اس سے بھی اونچا ہے اور وہ توکل یہ ہے کہ خالص اللہ ہی سے بغیر سبب کے لینا ہے، یہ مقام مقام کی بات ہے۔ منزل منزل کی بات ہے۔ جو اس منزل کا مسافر ہو وہی یہ رموز سمجھ سکتا ہے۔

اے اولا آدم! یہ پرندے کس کے ملازم ہیں؟

مسند احمد میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دیکھو! اگر تم توکل اس درجے کا اختیار کرتے ہو، کہ اللہ بغیر سبب کے دے گا اور اس میں پھر کچھ موڑ ہیں، کچھ دشمن کے وار ہیں، ان کا مقابلہ کرنا ہے، کہیں تقدیر کے اوپر ہی اشکالات نہ کرنے لگ جاؤ۔ اور فرمایا کبھی سوچا ہے کہ پرندے کس کے ملازم ہیں؟ ان کی کونسی او جی ڈی سی ہے؟ یا کس دفتر میں جاتے ہیں؟ کیا انہوں نے سامان اسٹور کر رکھا ہے کہ مشکل وقت میں کام آجائیگا؟ یہ خالی پیٹ صبح گھر سے نکلتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس آجاتے ہیں۔

لکھا ہے کہ انسان کے علاوہ دو جاندار ایسے ہیں، جو ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں، ان میں

سے ایک چیونٹی ہے اور دوسرا چوہا ہے، ان کے علاوہ کوئی پرندہ، کوئی جانور، رینگنے والا کیڑا بھی اسٹور نہیں کرتا، یہ توکل علیٰ اللہ ہے۔ اور پھر سوچو کہ ان کے پاس کمرے ہیں؟ کیا ان کے پاس بستر ہیں؟ کیا ان کے پاس مخمل کے لباس اور سویٹر ہیں؟ یہ سردیوں میں بھی زندہ پھرتے رہتے ہیں اور گرمیوں میں ان کے پاس پنکھے اور ائر کنڈیشنر بھی نہیں ہیں، پھر بھی زندہ رہتے ہیں، او ان کا گوشت کتنا لذیذ بنا دیا، یہ پرندے سب توکل علیٰ اللہ والے ہیں، یہ موت اور رزق کے بارے میں انسان سے زیادہ اللہ پر توکل رکھنے والے ہیں، انہیں پتہ ہے کہ موت جب لکھی ہے، وہ آکر رہے گی، کمبل اور سویٹر موت سے نہیں بچا سکتے، اس معاملے میں وہ ہم سے زیادہ ایمان والے ہیں اور رزق کے معاملے میں بھی، نہ ان کو کوئی تجارت کی ضرورت ہے، نہ ملازمت کی اور نہ گھر میں کچھ اسٹاک کرنے کی ضرورت ہے۔ بس صبح سویرے اللہ کی کائنات میں جاتے ہیں اور تروتازہ کھا کر رات کو واپس آجاتے ہیں اور رات بڑے سکون اور آرام کی نیند سو جاتے ہیں اور صبح کو اللہ کا ذکر اور حمد وثنا کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ﴾ سورة الاسراء، آیت: ۴۴

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ الطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ﴾ سورة النور، آیت: ۴۱

یہ سب اللہ کی حمد وثنا میں ہیں۔

رزق اور اسباب رزق اللہ کے قبضہ میں ہیں:

اور رزق کے بارے میں لکھا ہے، فرمایا:

﴿اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ﴾ سورة العنکبوت، آیت: ۶۲

اللہ رب العزت اپنے بندوں میں سے جسے رزق دیتا ہے، خوب دے دیتا ہے اور کسی کو کم دے دیتا ہے، اللہ جانتا ہے کس کو زیادہ دوں گا، تو وہ میرا بن کر رہے گا، کم دیا تو اس کا ایمان

تذبذب کا شکار ہو جائے گا، اور کس کو کم دوں، تو میرا بن کر رہے گا زیادہ دیا، تو باغی ہو جائے گا۔ فرمایا:

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾ سورة الشوریٰ : ۲۸

اگر اللہ تعالیٰ خوب رزق دیتا سب کو زمین میں تو انسان سرکشی کرنے لگ جاتا مااللہ ہر بندے کو جیسے چاہتا ہے اور جانتا ہے اس کے بقدر اس کو رزق دیتا ہے اور وہ اپنے بندوں کے احوال، ضرورت، اعتقاد، احساسات کو خوب جانتا ہے اور اس کے مطابق اپنی حکمت سے رزق عطا کرتا ہے، بعض کو بے حساب رزق دیتا ہے تو بغاوت کرنے لگ جاتے ہیں اور آگے بارش کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِیْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِيْدُ﴾ سورة الشوری، آیت: ۲۷

پھر دیکھو رزق کیسے دیتا ہوں؟ نا امید ہو جاتے ہیں لوگ، کہ اللہ ناراض ہو گیا ہے، بارش نہیں دے گا، جب اللہ سے امید کی رسیاں توڑ دیں، تو اللہ بارش برسا دیتا ہے، وہ اللہ وہ ہے جو دوستی کرنا چاہتا ہے، کوئی دوستی کرنے والا ہو، وہ اللہ ہے جو دوستی کرنا چاہتا ہے کہ کوئی ہمارا بنے کہ یہ سب کائنات میں نے اس کے لئے بنائی ہے، ولیٌّ دوستی والا اور حمید تعریف والا ہے۔

پیسے اور تنخواہ غلہ نہیں بن سکتے:

آج کل موسم خشک ہے، یعنی کافی عرصہ سے بارش نہیں ہو رہی، اس لئے نماز استقاء پڑھنی چاہیے۔ اصل میں جو نماز استقاء ہے، اس کی کچھ شرائط ہیں، اس کے مطابق نماز استقاء آج کل نہیں پڑھی جاتی، سب نکلیں جانور بھی حتیٰ کہ عورتیں، بچے بھی نکلیں۔ جوان اور بوڑھے صحراء میں دھوپ میں روزے کی حالت میں صدقہ کر کے اور خوب رو رو کر دعائیں مانگیں، تو اس طرح کوئی نہیں کرتا، صحیح طریقے سے نماز استقاء نہیں پڑھی جاتی، کہ اللہ کی رضا متوجہ ہو جائے، مجھے یہ یاد ہے کہ ایک مقام پر نماز استقاء کا اعلان ہوا، اسی ترتیب پر ہوا،

سب نکلو، تو کچھ لوگ کہنے لگے، ہمیں تو ماہانہ تنخواہ ملتی ہے، اگر بارش نہ آئی، تو پیسوں سے گندم خرید لیں گے، بارش کے لئے دعا کرنے کا کیا مطلب ہے؟ یہ بے دینی ہے، پیسہ انسان کی جیب میں ہو اور اللہ یہ غلات اگانے بند کر دے، تو پیسہ، یہ نوٹ، سونا، چاندی گندم (طعام) نہیں بن سکتا، رزق اللہ زمین سے اگا رہا ہے اور پھر انسان کو قوت دے رہا ہے، یہ جو کچھ پیسے کمار ہا ہے، اس کا رزق خرید رہا ہے، رزق اللہ پیدا نہ کرے، انسان کے یہ پیسے رزق نہیں بن سکتے، اللہ کی طرف سے اعلان ہوتا ہے:

﴿وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ﴾ سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲

ہم پانی نازل کرتے ہیں پھر اس سے تمہارے لئے رزق پیدا کرتے ہیں مختلف طرح کا رزق۔ فرمایا

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ﴾ سورۃ الفاطر، آیت: ۲۷

آپ نے غور نہیں کیا کہ ہم نے آسمانوں سے پانی کیسے نازل کیا؟ پھر اس پانی سے مختلف میوہ جات اور ہر طرح کی چیز فراوانی کے ساتھ تمہیں عطا کر دی ہے

تقسیم رزق اللہ کی طرف سے ہے:

اور فرمایا:

﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ﴾ سورۃ العنکبوت، آیت: ۶۲

کہ اللہ رزق دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے، جتنا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے، کم دیتا ہے، اس کے علم میں ہے، کس کو کتنا دیتا ہے؟ اور رزق جو انسانی ضرورت ہے، خواہ لباس کے اعتبار سے ہو، مکان کے اعتبار سے ہو، خوراک کے اعتبار سے ہو، معیشت اللہ رب العزت کے کنٹرول

میں ہے، قبضے میں ہے، تمام چیزوں کا تعلق زمین کے ساتھ ہے اور زمین کی حیات پانی کے ساتھ ہے اور پانی اللہ رب العزت کے قبضہ میں ہے، جب چاہتا ہے برساتا ہے اور پاکستان کو اللہ نے عجیب سرزمین عطا کی، ادھر سمندر دیا اور اس علاقے میں پہاڑ دیئے، ان کی چوٹیوں پر برف کی پگڑیاں پہنا دیں، آہستہ آہستہ ان کو پگلا کر پورے پاکستان سے وہ دریاؤں کو بہاتا ہوا کراچی سمندر کے حوالے کر دیتا ہے، راستے میں سب کو سیراب کرتا ہے، دنیا میں ایسے ملک بہت کم ہیں کہ میوہ جات کی بھی فراوانی ہو اور پانی کا بھی یوں انتظام ہو، اللہ نے اپنے فریج کا انتظام کیا ہے، برف پگھل کر آہستہ آہستہ یوں آتی ہے، اللہ کے قبضہ میں ہے سب کچھ ہے۔

رزق میں برابری کیوں نہیں؟

کوئی یہ اعتراض کرے کہ اللہ سب کو کیوں برابر نہیں دیتا ہے؟ برابری نہیں کرتا ہے، جیسے اشتراکیت والوں نے یہ ڈھنڈورا پیٹا اور پھر چپ ہو کر بیٹھ گئے، ایسے چپ ہو کر بیٹھ گئے کہ دشمن ان کے قبضے میں بھی آگیا ہے، تو پھر بھی اس کو نہیں مارتے، سویت یونین کی بات کر رہا ہوں، برابری کا نعرہ لگایا تھا، قرآن مجید نے اس کا جواب دیا ہے، ایک تو جواب ہوا کہ اللہ حکیم ہے اور خبیر ہے، وہ بصیر ہے، وہ جانتا ہے میرے کس بندے کو کتنا رزق ضرورت ہے، اور وہ میرا بن کر رہے گا۔ دوسرے مقام پر سورۃ نحل میں فرمایا

﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَن الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ سورة النحل، آیت: ۷۱

اللہ تم میں سے کسی کو زیادہ رزق دیتا ہے، کسی کو کم دیتا ہے اور تم اعتراض کرتے ہو کہ اللہ برابر کیوں نہیں دیتا؟ تو اللہ پاک کہتے ہیں کہ میں اعتراض کرتا ہوں کہ تم اپنے نوکر کو سارا خزانہ برابر برابر کیوں نہیں دیتے ہو؟ میرے اوپر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے خزانے کو دیکھو، ایک افسر اپنے چوکیدار کو چار پانچ ہزار تنخواہ دیتا ہے اور ڈرئیوار کو آٹھ ہزار دیتے

ہوں اور خود وہ لاکھوں کا مالک ہے، تو برابر برابر اپنے نوکر کو کیوں نہیں دیتے ؟ اپنے ساتھ جو رہ رہے ہیں، برابری کریں، پھر میرے اوپر اعتراض کریں کہ اللہ نے برابری کیوں نہیں کی، اللہ جانتا ہے کس کو کتنا دینا ہے۔

کیوں نہیں اپنے ماتحتوں پر برابر رزق تقسیم کیا کہ برابری ہو جائے، اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہو، اللہ کی رضا اس شخص سے متعلق نہیں ہے کہ انسان یہ فیصلہ کرے، کہ جس کے پاس رزق زیادہ ہے، اس سے اللہ راضی ہے اور جو فقیر ہے، اس سے اللہ راضی نہیں ہے، یہ بات نہیں ہے، بلکہ کامیابی کی بات یہ ہے کہ اللہ کی رضا تو تعلیم میں اور عمل کرنے میں ہے، وہ غریب بھی اللہ کی رضا ڈھونڈ سکتا ہے اور امیر بھی۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ فلانے پر تو اللہ بہت راضی ہے، اس کو گاڑی مل گئی ہے، یہ رضا کی ایک قسم ہے، رزق ایک نعمت ہے، مگر اس کا مفہوم مخالف ہرگز نہیں لے سکتے ہیں، کہ جس کو گاڑی نہیں دی، اللہ اس پر راضی نہیں ہے، ایسا نہیں۔ فی الجملہ رزق کی ایک قسم تو ہے کہ اللہ نے اس کو دنیا میں کچھ آسانی کر دی ہو، لیکن جس کو اللہ رب العزت نہ دے، اس سے ناراض ہے، یہ فیصلہ نہیں ہے، ممکن ہے اس کے دل کی دنیا اتنی بدلی ہو، وہ آگے کے مقام پر ہے، کہ اللہ اس سے راضی ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ہیں: یہ غریب تھیں اور ظاہری طور پر رزق کے اسباب بھی حاصل نہیں تھے، لیکن اللہ کی نیک خاتون تھیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ایک کرشمہ دیکھایا کہ حضرت عیسیٰؑ کو انہیں حضرت مریمؑ سے پیدا کیا بغیر شوہر کے، ولادت کے بعد ان کی کفالت کی بات آئی، قرعہ ڈالا گیا، جس کا ذکر تیسرے پارے میں ہے، قلم جس کی الٹی بہے، وہ اس کی کفالت کرے گا، حضرت زکریاؑ کو کفالت مل گئی، ان کی قلم الٹی بہنے لگی، یہ طے تھا کہ بیت القدس کے ساتھ ایک محراب نما کمرہ تھا، اس میں حضرت مریم کو جو زیر پرورش تھیں رکھا جائے حضرت زکریاؑ کی حضرت مریم کی رشتے دار ہیں، آپ یہاں بیٹھیں ہیں، اللہ اللہ کر رہی ہیں، ظاہری اسباب کچھ نہیں ہیں، پوچھنے کے لئے آتے ہیں ماموں حضرت زکریاؑ، دیکھتے ہیں آگے ہر طرح کا رزق اور میوہ جات حضرت مریمؑ کے پاس موجود ہیں، فرمایا

﴿ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا قَالَ يَمَرْيَمُ
أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ﴾ سورة آل عمران : ٣٧

جب بھی حضرت مریمؑ کے پاس اللہ کے پیغمبر حضرت زکریاؑ آئے اوراس کے پاس بے موسمے ہر طرح کے پھل پائے، تو پوچھنے لگے اے مریم! یہ بے موسمے پھل کہاں سے آئے؟ حضرت مریم بولیں موسم میں بھی پھل دینے والا وہی ہے اور بغیر موسم کے پھل دینے والا بھی وہی ایک اللہ ہے۔

بہت دفعہ دیکھا گیا دوستو کہ موسم ہے سیب کا اور ان درختوں کے ساتھ سیب نہیں لگ رہے، موسموں میں بھی پھل نباتات، غلہ جات دینے والا وہی ہے اور بغیر موسم کے دینے والا بھی وہی ہے۔ حضرت مریم نے زکریاؑ کو جواب دیا یہ اللہ کی طرف سے بے موسمے پھل لائے، اور اللہ جسے چاہے خوب بغیر حساب کتاب کے عطا کردے، اتنا عطا کرے، اتنا عطا کرے، اس جاہل کو جس کو انگوٹھا لگانے کا طریقہ بھی نہیں آتا، اس انپڑ جاہل کو اللہ دینا چاہے، اتنا دے دے کہ اس سے حساب بھی نہیں ہوتا، اور نہ دینے پر آئے کہ اللہ کے نبی بھی اللہ سے غنا مانگ رہے ہیں، اللہ سے روزی مانگ رہے ہیں، اس سے انعامات مانگ رہے ہیں اور پھل کی دعا کر کے اپنے بچوں کے لئے شام واپس جارہے ہیں، تو زکریاؑ جب داخل ہوئے، تو دیکھا پھل ہیں، فرمایا یہ پھل کہاں سے آئے؟ اس وقت حضرت زکریاؑ کی عمراسی سال ہے، اولاد نہیں ہے، دل میں جلا پیدا ہوگیا، دل کی ایک خاص کیفیت ہے، دل میں رقت اور جلا پیدا ہوا ہے اور دعا کی فرمایا:

﴿ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً
طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴾ سورة آل عمران ، آیت: ٣٨

اے میرے رب آپ مریم کو بغیر موسم کے پھل عطا کرتے ہیں تو زکریا بوڑھے کو بھی بغیر موسم کے اولاد دے دیں، اولاد مانگتا ہوں۔

اے اللہ بڑھاپے میں بیٹا دیدے، جس کو سورۃ مریم میں فرمایا:

﴿ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا ﴾ سورة مریم : ٤

اے اللہ! میری ہڈیاں کھوکھلی ہوگئیں ہیں اور میرے سر اور داڑھی کے بال سفید ہوگئے ہیں

کہ سفیدی شعلے مارتی ہے، لیکن تیری رحمت سے مایوس نہیں ہوں، تو جوانی میں دینا چاہے، تو دے سکتا ہے اور بہت سارے طاقتوروں کو بھی نہ دینا چاہے، تو تیرے قبضے میں ہے اور مجھ زکریا کو بڑھاپے کی حالت میں کھوکھلی ہڈیوں میں، سفید بالوں میں تو ہی بیٹا دینے والا ہے، لیکن بیٹا ایسا نہیں مانگتا ہوں، جو نیک نہ ہو بلکہ پاکیزہ بیٹا مانگتا ہوں، اس لئے تو ہی دعا کو سننے والا ہے، پھر اللہ نے بیٹا دے دیا، پھر نام بھی رکھ لیا ''یحیٰ''۔

بات رزق کی ہے کہ اللہ رب العزت رزق دیتا ہے، اسباب کے ساتھ بھی اور بغیر اسباب کے بھی، ہمارے لئے سنت یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کر کے پھر توکل علی اللہ کرنا ہے، ہاں اگر وہ مقام مل جائے، تو اچھی بات ہے، حضرت عیسیٰؑ اللہ کے پیغمبر ہیں، قوم جمع ہے، کیا کہتی ہے؟ کہتی ہے کہ اے ہمارے پیغمبر! اللہ سے پکا پکایا دسترخوان مانگنا ہے، دسترخوان بھی لگ جائے ،میوہ جات بھی لگ جائیں، کھانے بھی لگ جائیں، آپ کی امی مریم کو اللہ یوں رزق دیتا ہے اور وہ تو جمہور کے مسلک میں نبی بھی نہیں ہیں، آپ اللہ کے نبی ہیں، آپ ہمارے لئے اس طریقہ سے کھانا مانگیں، دسترخوان مانگیں، کہ اوپر سے نازل ہو، قوم بھی عجیب سوال کرتی تھی، اللہ کے نبی نے پھر اللہ سے سوال کیا:

﴿اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ﴾ سورۃ المائدۃ، آیت: ۱۱۴

جب مریم کے بیٹے ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰؑ نے دستِ سوال پھیلایا۔ اے اللہ! ہمارے لئے دسترخوان آسمانوں سے نازل فرما، سجا ہوا، لگا ہوا، اے میرے اللہ! جس دن تو یوں دسترخوان نازل کرے گا، اس دن ہم عید منائیں گے، یہ دسترخوان نازل ہوا، ہفتے کے دن اور ان کے لئے ہفتے کا دن اللہ نے مبارک بنا دیا ہے اور آپ کی معرفت کی نشانی بھی بن جائے گی ،یہاں میرے ماننے والے بھی ہیں اور میرے مخالف بھی ہیں، یہ بات پیغمبروں کے ساتھ چلی آرہی ہے، جیسے بعض جگہوں میں عالم کے کچھ ماننے والے اور کچھ مخالف بھی ہوتے ہیں ،وقت کے پیغمبروں کے ساتھ بھی ایسا ہوتا رہا ہے، کچھ ماننے والے اور کچھ نہ ماننے والے،

یہی سنت رہی ہے کہ کچھ ماننے والے اور کچھ بغاوت کرنے والے

حضرت عیسیٰ اللہ سے مانگ رہے ہیں اے اللہ! دسترخوان نازل فرما کہ کچھ میرے ماننے والے ہیں اور کچھ جو میرے نہ ماننے والے ہیں، ان کے لئے نشانی بن جائے گی، تیری معرفت کی اور اللہ یوں بھی دسترخوان نازل کرتے اور یوں کھانا بھی سجادیتے ہیں اور ہمیں تو رزق عطاء کراور تو ہی بہترین رزق دینے والا ہے، جو بغیر حساب کے دیتا ہے کسی کو حساب دینا پڑھ جائے، تو مشکل ہے اور ہم اللہ کی نعمتیں کتنی استعمال کرتے ہیں، آخرت میں حساب بہت مشکل ہے، لیکن کبھی یہاں سے حساب کرلیں، اللہ کی نعمتون کا حساب آخرت میں دینا ہے، لیکن ایک وقت نکال لیں اور حساب کریں، ایک نعمت کو گن نہیں سکتا، سانس نہیں گن سکتے، کہ یہ نعمت کتنی دفعہ استعمال کی ہے اور چیز کو چھوڑ و، یہ نعمت کتنی دفعہ استعمال کی ہے، اور نگاہ کی نعمت کو گن نہیں سکتا، یہ انسان حساب کیسے دے گا؟ اگر اللہ پاک اس سے حساب لینا چاہے، اے اللہ! حساب نہ لینا، اپنے نبی کے واسطے اور نبی کی سفارش ہمیں نصیب فرمانا اور بغیر حساب کے ہمارا معاملہ حل کرنا اور آسانی کرنا، حساب بہت مشکل ہے۔

حضرت عیسیٰ نے اللہ سے یہ مانگا، یہ دسترخوان مانگا جا رہا ہے اور دسترخوان ملا، پھر بعض لوگوں نے قدر نہیں کی تھی تو اللہ کی طرف سے سزا بھی ان کو ملی۔

حضرت سلیمانؑ کو، اللہ نے بڑی بادشاہی عطاء کی تھی، اللہ دیتا ہے جس کو دیتا ہے، بغیر حساب کے دیتا ہے، خوب نعمتیں دیتا ہے، میں نے بتایا کہ کسی ایک نعمت کو بھی حساب میں لاؤ لیکن حساب نہیں کر سکتے، سب انسانوں کو دیتا ہے، بغیر حساب کے نعمتیں دیتا ہے، وہی رزق دینے والا ہے، حضرت سلیمانؑ نے ایک بڑی عجیب نیکی کی تھی، اللہ پاک خوش ہو گئے اور فرمایا اے سلیمان! مانگو کیا مانگتے ہو، انہوں نے پھر دعا مانگی:

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ﴾

سورة ص، آیت: ۳۵

دعا کا طریقہ دیکھئے! اللہ نے فرمایا: اے پیغمبر مانگو، کیا مانگتے ہو اور ہم مانگے والے ہوتے، تو مانگتے پہلے کہ بڑی گاڑی دیدے، اللہ نے فرمایا مانگ سلیمان کیا مانگتے ہو، ﴿یـــا رب

اغفرلی ﴾ اے میرے اللہ! پہلا سوال تو یہ ہے کہ میری آخرت سنوار دے،

اللہ تعالی نے فرمایا سلیمان مانگو کیا مانگتے ہو، فرمایا﴿ رب اغفرلی﴾ اے اللہ! میری عاقبت سنوار دے ﴿وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی ﴾ کوٹھی نہیں مانگی، گاڑی نہیں مانگی۔

اے اللہ! تو میری آخرت سنوار دے اور پھر مجھے بادشاہت ایسی عطاء کر کہ جو پوری دنیا پر ہو اور میرے سوا ایسی بادشاہت کسی کو بھی نہ ملے، اتنی بڑی بادشاہت اللہ نے دیدی اور عجیب عظیم سلطنت تھی۔

تمام مخلوق کی دعوت:

دوستو! سب جانوروں کی زبان بھی سمجھتے تھے، ہوا کی زبان بھی سمجھتے تھے، ہوا آرڈر بھی مانتی ہے، سب چیزیں مانتی ہیں، ایک دن سوال کرو، یا اللہ پاک! دل چاہتا ہے کہ میں آپ کی تمام مخلوق کی دعوت کروں، کھانا کھلاؤں ایک سال۔

اللہ نے فرمایا اے سلیمان! ایسا نہیں کر سکتے، پھر عرض کی، ایک مہینہ کے لئے اجازت دیدیں، آپ کا دیا بہت کچھ ہے، میں آپ کی مخلوق کو کھانا کھلاؤں گا۔

اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اے سلیمان! نہیں کر سکتے۔ آپ نے عرض کیا ایک ہفتے کے لئے اجازت دیدیں، اللہ رب العزت نے فرمایا اے سلیمان! نہیں کر سکتے۔ آپ نے عرض کیا کہ ایک دن کی اجازت دیدیں، اللہ رب العزت نے فرمایا کہ نہیں کر سکتے۔ عرض کیا ایک وقت (ٹائم) کی اجازت دیدیں، میں آپ کی مخلوق کی دعوت کرنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا مشکل تو ہے، چلو کر لو، حضرت سلیمانؑ نے پوری مخلوق کو آرڈر بھیج دیا، بادشاہ تھے اور اس کو موبائل فون کی ضرورت بھی نہیں تھی دوستو ہوا آرڈر لیکر چلتی ہے، لوگ کہتے ہیں کہ سائنس نے بڑی ترقی کی ہے، خاک کرلیا ہے، تنزل کرلیا ہے، انسان کی غیرت کو تباہ کر دیا ہے، یہ کیا ترقی ہے، ترقی تو صدیوں پہلے ہو چکی ہے، بیٹری چارج کرنے کی ضرورت نہیں ہے، پیسے ڈالنے کی ضرورت بھی نہیں ہے، ہوا آرڈر لئے پھرتی ہے

﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ﴾ سورة السباء، آیت: ۱۲

آرڈر دے دیا، سب دیگیں پکانے والوں کو اور چیزیں سب جمع کر دو، جمع ہو گئیں اور مہینوں تک پکتا رہا کہ پوری مخلوق کی دعوت کرنی ہے اور ہوا کو حکم دے دیا کہ اس کھانے کے اوپر چلتی رہے، تاکہ کھانا خراب نہ ہو، ہوا آرڈر مانتی تھی، چلتی رہی، کھانا خراب نہیں ہوا، عرض کیا اے رب! کھانا تیار ہو گیا ہے، اب اپنی مخلوق کو آپ اجازت دیدیں کہ کھانے کے لئے آجائیں۔

اللہ رب العزت نے فرمایا اے سلیمان دعوت خشکی والی مخلوق سے شروع کی جائے، یا سمندری مخلوق سے، عرض کیا سمندری مخلوق سے شروع کیا جائے، چلو شروع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سمندری مخلوق میں سے بحر محیط کی صرف ایک مچھلی کو حکم دیا کہ جاؤ میرے پیغمبر سلیمان نے دعوت کی ہے، دستر خوان لگا ہوا ہے، جاؤ کھانا کھاؤ، ایک مچھلی سمندری مخلوق حالانکہ پوری مخلوق کہی تھی، لکھا ہے کہ ایک مہینہ تیز گھوڑا چلتا رہے، اتنے لمبے دستر خوان تھے، مچھلی آئی کھانا کھانا شروع ہو گئی اور ختم کر کے سلیمانؑ کے سامنے یوں کہا کھانا اور لاؤ، بھوکی ہوں اور لاؤ، جو ساری مخلوق کے لئے تیار کیا تھا، وہ کھانا پتہ لگا کہ ایک مچھلی ہی سب کا حصہ کھا گئی، سب کا حصہ سمندری مخلوق کھا گئی، خشکی والی تو نہیں کھاتی یا سمندری جو خشکی میں آکر آباد ہو گئی ہے، نہیں سمجھتے ہو سمندری مخلوق میں سے ایک مچھلی آئی، سب کھا گئی اور کہتی ہے کہ سلیمان اور کھانا لاؤ، میں ابھی تک سیر نہیں ہوئی اور کہا اے سلیمان تیری دعوت نے مجھے بھوکا مار دیا، اس مقدار کے تین مرتبہ کھانے اللہ رب العزت مجھے دن میں کھلاتے ہیں۔

سلیمانؑ سجدے میں گر گئے اور اللہ سے معذرت کر لی کہ یا اللہ میں معافی چاہتا ہوں، تو ہی رازق ہے، تو ہی سب کو کھلانے والا ہے۔

دوستو! خلاصہ یہ ہے کہ اللہ ہی رازق ہے۔

اللہ دین کی سمجھ اور عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

"......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ......"

(۱۱) اللہ ہی کارساز ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ . اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الانْبِیَآء وَعَلٰی آلِہ وَ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوفَوْاعَھْدَہ اَلَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ العَرَبِ العَرْبَآءِ وَخَیْرُ الخَلَائِقِ بَعْدَ الاَنْبِیَآءِ . اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْئٍ وَّھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ وَّکِیْلٌ لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِآیٰتِ اللّٰہِ اُولٰئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ سورۃ الزمر ، آیت : ۶۲ . ۶۳

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَا مَعْشَرَ بَنِیْ ھَاشِمْ! اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِّنَ النَّارِ . مسند احمد ، مسند ابی ہریرۃ ، الحدیث : ۸۷۲۶

صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الاُمِّیُّ الکَرِیْم ، وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین .

آیت قرآنی کا مفہوم:

سورۃ زمر کی دو آیات کریمہ اور جناب نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد تلاوت کیا ہے، جس میں فرمایا کہ للہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور اللہ ہی ہر چیز کا کارساز ہے، ذمہ دار ہے۔ اسی کے قبضہ میں ہیں زمین اور آسمان کی چابیاں ، جنہوں نے اللہ کی آیات کو نہیں مانا ، انہوں نے اپنا نقصان کیا ہے۔

حدیث کا مفہوم:

جناب نبی پاک ﷺ کے ارشاد تلاوت کیا ہے، یہ ایک طویل حدیث کا حصہ ہے اور اس حدیث میں آپ ﷺ نے وعظ کیا تھا، نصیحت فرمائی تھی، مکہ مکرمہ کے تمام قبیلوں کے نام لیکر فرمایا تھا اے بنی عبد مناف! اے بنی ہاشم! اے بنی عبد المطلب! سب کا نام لیکر فرمایا

یَا مَعْشَرَ بَنِیْ هَاشِمٍ! اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ . (مسند احمد، مسند ابی هريرة، الحديث: ٨٧٢٦)

اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اور میں تمہیں جہنم کی آگ سے بچنے کی تدبیر بتانے آیا ہوں کہ تم جہنم کی آگ سے کیسے بچ سکتے ہو؟ اگر میری تدبیر پر...... میری راہنمائی پر چلو گے تو میری رشتہ داری بھی کام آئے گی اور اگر میرا کہا نہیں مانو گے تو پھر میری رشتہ داری بھی کام نہیں آئے گی۔

اللہ تعالیٰ نے یہی بات حضرت ابراہیمؑ کو فرمائی تھی، جب انہوں نے اپنے والد کے لئے مغفرت کی دعا کی تھی، اور یہی بات حضرت نوحؑ کو کہی تھی، جب انہوں نے اپنے بیٹے کے لئے دعا کی تھی کہ رشتہ داری ختم ہوگئی ہے، کیونکہ انہوں نے ایمان نہیں لایا۔

ہر چیز کا خالق اللہ ہے:

فرمایا﴿ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے...... خواہ چھوٹی سے چھوٹی ہو...... یا بڑی سے بڑی ہو...... اور اللہ ہی کارساز ہے، وہی ذمہ دار ہے، یعنی اس نے زمین و آسمان بنائے، وہی ان کو چلانے والا ہے اور وہی ان کو ختم بھی کرے گا اور اس کے سوا کوئی بھی ختم نہیں کرسکتا۔

اللہ ہی کارساز ہے:

فرمایا:﴿ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴾ اللہ ہی کارساز ہے، وہ سب کچھ کرسکتا ہے، رشد بھی اسی کی طرف سے آتی ہے اور ہدایت بھی اسی کی طرف سے آتی ہے، جب کوئی طلب

کررہا ہو، گمراہ کردیتا ہے، جب کوئی اس کی بات نہ مانے اور ضد وعناد اور سرکشی کرے۔

تو فرمایا

﴿ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴾ سورة البقرة ، آيت : ١٨٦

کہ اللہ پر ایمان لاؤ صحیح معنوں میں جیسے ایمان لانے کا حق ہے پھر اس سے ہدایت مانگو، رہبری مانگو، صراط مستقیم مانگو، کامیابی مانگو، اللہ سے اللہ ہی کی راہ مانگو، ایمان لا چکے ہو، پھر خوب صراط مستقیم مانگو، یقینی بات ہے کہ تمہاری راہنمائی ہو جائے گی پھر تمہیں اللہ کی رضا مل جائے گی، سیدھا راستہ مل جائے گا، چلنے کی ہمت ہو جائے گی اور وہی ہدایت دینے والا ہے اور وہی گمراہ بھی کرتا ہے۔

ہدایت وگمراہی:

اللہ ہدایت کب دیتا ہے؟ کیونکہ انسان کے مزاج کو مساوی بنایا ہے، پھر اس کو چلنے کے لئے دونوں طرف اختیار دیا ہے اور پھر جو راستہ اللہ کو پسند ہے، اس راستے کی تعریف کی ہے اور جو راستہ اللہ کو پسند نہیں ہے، اس کی مذمت کی ہے اور جو راستہ پسند ہے، اس راستے پر جو چلے، اس پر انعام بیان کیا ہے اور جو راستہ اللہ کو پسند نہیں ہے، اللہ کے رسول ﷺ کو پسند نہیں ہے، اس کی مذمت کی ہے اور اس پر چلنے والے کی سزا بیان کی ہے اور فرمایا

﴿ وَهَدَيْنَهُ النَّجْدَيْنِ ﴾ سورة البلد ، آيت : ١٠

ہم نے دو راستے دے دیئے

اور سورۃ دھر میں فرمایا

﴿ إِمَّا شَاكِرًا وَّإِمَّا كَفُورًا ، إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَ وَأَغْلَالًا وَّسَعِيرًا ﴾ سورة الدهر ، آيت : ٤

کہ ہم نے اس کو نطفے سے پیدا کیا...... بڑا کر دیا...... پھر دو راستے دکھا دیئے...... بھلے یہ ہمارا قدردان بن جائے...... یا نافرمان بن جائے...... لیکن اگر نافرمان بن گیا...... پھر ہم نے

بات نہ ماننے والوں کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے اور ماننے والوں کے لئے فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ﴾ سورۃ الکھف ، آیت :۱۰۷، ۱۰۸

جو مانے گا کہ جس راستے پر چلنا ہمیں پسند ہے، جس راستے پر چلانے کے لئے ہم نے امام الانبیاء بھیجا...... اگر اس راستے پر چلے، تو جنت الفردوس سے اس کی مہمانی ہوگی ، ہمیشہ اس میں رہے گا، کبھی دل اکتائے گا بھی نہیں اور نہ کوئی ان کو نکالے گا یہاں سے۔ یہ وہ راستہ ہے ، جو مجھے پسند ہے، اس پسند والے راستے کی راہنمائی کے لئے انبیاء بھیجے۔

فطرت کا مفہوم:

حدیث میں آتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے فطرت اسلام پر پیدا کیا ہے، فطرت کا معنی ہے نیکی ، فطرت اسلام یہ نیکی کے راستے کی ذرہ سی راہنمائی اس کو ملے گی ، تو چلنا اس کے لئے آسان ہو جائے گا ، یہی وجہ ہے کہ لوگ بچوں کو معصوم کہتے ہیں کہ وہ اپنی فطرت پر ہیں فطرت سے جب بڑے ہو کر بالغ ہو جائیں گے اور شیطان کی بات مانیں گے، نفس کی بات مانیں گے، خواہش کی بات مانیں گے، ماحول کی بات مانیں گے، رحمان کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی بات مانیں گے، فطرت میں تبدیلی آجائے گی۔

بلوغ سے پہلے بچے معصوم ہیں ، یہی وجہ ہے کہ جب فوت ہو جائیں ، تو جنازے کی دعا ہے، اے اللہ ان کو ہمارے لئے سفارش کرنے والا بنا دے ، یہ نہیں کہ اے اللہ ان کی مغفرت فرمایا، کیونکہ وہ تو مغفور ہی مغفور ہیں، معصوم ہی معصوم ہیں، کیونکہ وہ فطرت پر پیدا ہوئے ہیں اور اسی فطرت پر فوت ہو گئے ہیں اور وہ فطرت اسلام ہے ، وہ فطرت صراط مستقیم ہے، اس لئے وہ معصوم ہیں ، فوتگی پر دعا ہو رہی ہے یا اللہ ان کو ہمارے لئے آخرت میں سفارش کرنیوالا بنا اور جب یہ سفارش کرے، تو ہمارے لئے ان کی سفارش قبول ہو جائے ، تو یہ فطرت پر پیدا ہوا، پھر اس کی راہنمائی کے لئے کتاب بھیجی ، انبیاء بھیجے...... صلحاء علما بھیجے...... جو اس کی تبلیغ

کرتے ہیں ...... رہبری کرتے ہیں۔

کوشش کیجئے مغفرت کا دروازہ کھلا ہے:

بندہ جب تھوڑی سی طلب دکھائے گا کہ ...... اللہ کو چاہنے والا ہے ...... ابھی پہنچا بھی نہیں منزل تک ...... پہنچنے میں چند قدم اٹھائے ہیں ...... تو مغفرت ہو جائے گی ...... وہ واقعہ جس نے ننادے قتل کئے تھے ...... پھر سو بھی پورے کر دیئے ...... پھر کسی نے بتایا فلانے گاؤں میں جاؤ فلاں علاقے میں جاؤ ...... ایک بڑا عالم ہے ...... اس سے توبہ کی تدابیر پوچھو ...... وہ چل پڑا ...... منزل تک پہنچا نہیں تھا ...... چلنے میں صادق تھا ...... رستے میں وفات ہوگئی ...... اعلان ہوا مغفرت کر دی گئی ہے۔ کیونکہ مغفرت کی طلب میں لگا ہوا تھا، اس جگہ کو ناپنے کیلئے اللہ نے فرشتے بھیجے کہ جس طرف جا رہا تھا، وہ منزل کم ہے، تو مغفرت کر دینگے، ایسا ہی ہوا ان کی مغفرت ہوگئی۔

﴿وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ سورة الأحزاب: ٦٩

جو ہمیں راضی کرنے میں کوشش کرے گا ...... ہم اس کو اپنی رضا والے کئی رستے دکھا دیتے ہیں، ایک راستہ نہیں ہے، سبلنا سبیل کی جمع ہے، سبیل راستے کو کہتے ہیں، پھر ہمیں راضی کرنے کے جو راستے ہیں، وہ سارے اس کو دکھا دیتے ہیں، کہ جس راستے پر چلنا تیرے لئے آسان ہچل ہدایت مل جائے گی۔

بدبخت انسان:

اور جس کو بار بار سمجھایا جائے، پھر بھی وہ ضد عناد کرے، ہٹ دھرمی کرے اللہ اور اللہ کے رسول پر اسلام اور شریعت پر قرآن پر شکوے کرے، اعتراض کرے اپنے خالق پر، کیسا بدبخت ہے۔ دنیا میں اس کو کوئی بوتل پلائے، تو احسان مند ہے اور جس نے اس کو پیدا کیا اور سب کچھ عطاء کیا، اس کے خلاف بغاوت کا جھنڈا لیکر پھر رہا ہے، پھر بھی جب بغاوت کرتا ہے، تو فرمایا ہم اس کو ناراضگی کی وجہ سے گمراہ کر دیتے ہیں اور پھر وہ خسارے مین چلا گیا، فرمایا

﴿مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ وَمَنْ يُضْلِلْ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ سورۃ الاعراف ، آیت: ۱۷۸

جس کو اللہ ہدایت دے ، وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے، وہی ہدایت دینے والا ہے، ایسی ہدایت دینے والا ہے کہ اس کو پھر رہبر بنا دیتا ہے، لوگوں کو ہدایت کا سبب بنا دیتا ہے، لوگوں کی ہدایت کا سبب بنا دیتا ہے۔

دوستو! جب انسان کو ہدایت مل جائے ...... یا نیکی کی تھوڑی سی روشنی مل جائے ...... اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت مل جائے ...... نیکی مل جائے ...... تقویٰ کی زندگی مل جائے ...... تو یہ شخص پھر چین سے بیٹھ ہی نہیں سکتا، کیونکہ اس کو کچھ ضائقہ محسوس ہو چکا ہے، یہی تو بات ہے انبیاءؑ کی قرآن کہہ رہا ہے:

﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾ سورۃ الغاشیۃ ، آیت : ۲۲

آپ کا کام ان پر نگرانی کرنا نہیں ہے۔

﴿بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ سورۃ المائدۃ ، آیت :۶۷

جو ہم وحی بھیج رہے ہیں، آپ یہ لوگوں کو سمجھا دیں، وہ بات مانیں، یا نہ مانیں، یہ میرے قبضے میں ہے، آپ پریشان کیوں ہیں، آپ ان پر چوکیدار یا نگران تو نہیں کہ ان کو زبردستی لے کر جانا ہے ہدایت کی طرف، آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں؟ آپ نے تبلیغ کر دی ہے۔

اور دوسرے مقام پہ بھی اس بات کا ذکر کیا قرآن مجید نے

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ سورۃ الکہف ، آیت :۶

اے نبی! ان کی بات نہ ماننے کی وجہ سے آپ اتنے پریشان ہو جاتے ہیں، ہمیں یہ خطرہ ہے کہ آپ فوت ہو جائیں گے، اتنے پریشان ہو جاتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے، یہ کیا بات ہے؟ یہ بات ہے کہ جب کسی شخص کو ایک مقام مل جاتا ہے اندر کا، تو وہ چین سے نہیں بیٹھتا، اس میں ہمدردی آتی ہے، اس میں فکر آتی ہے، اس میں خیر خواہی کا جذبہ آتا ہے کہ میرا یہ بھائی جو ہے، یہ بھی نیک بن جائے، یہ بھی اس مقام پہ آجائے، اللہ اور اللہ

کے رسول ﷺ کے کام میں آجائے۔

دوستو! نہ وہ ہدایت دیتا ہے اس کو، جو ادھر ادھر پھر رہا ہو، جو طلب کرے، اس کو ہدایت ملتی ہے اور جو نہ چاہے، اس کے لئے ناراضگی کے فیصلے ہو جاتے ہیں، ایسے اللہ کو رضا پسند ہے، اللہ کو یہ پسند ہے کہ لوگ مانگیں، لوگ تائب ہوں اور میں راضی ہو جاؤں گا، ان کی توبہ قبول کروں، اللہ تو اس سے خوش ہوتے ہیں، قرآن مجید کی آپ تلاوت کریں، ذرا ڈوب کر کے تلاوت کریں، قرآن میں اللہ نے اپنا تعارف کرایا ہے

﴿ اَللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾سورۃ البقرۃ ، آیت : ۱۰۵

کسی نے اپنے لئے کوئی چیز مخصوص کی ہوتی ہے، کسی کو کیا پسند ہوتا ہے اور کسی کو کیا پسند ہوتا ہے، اللہ نے اپنی ذات کے لئے رحمت کو پسند کیا ہوا ہے، مہربانی کو پسند کیا ہوا ہے۔

ایک اور مقام پہ فرمایا

﴿ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾سورۃ الأنعام ، آیت : ۱۲

اللہ نے اپنے اوپر مہربانی کرنا فرض کیا ہوا ہے، اللہ نے اپنے ذمہ مہربانی کرنا واجب کیا ہوا ہے، لیکن کوئی مہربانی مانگے، وہ تو مائل بکرم ہے، کوئی سائل ہی نہیں ہے، اس کے دروازے تو کبھی بند ہی نہیں ہوتے، وہ پوری دنیا پہ ہر وقت حاضر ناظر ہے، اس کو سفر نہیں کرنا پڑتا، کہ آج اس کانفرنس میں جانا ہے اور کل دوسری میں، آج اس ملک میں چھٹی ہوگی، تو کوئی قائم مقام صدر ہو جائے گا، یہ نظام نہیں ہے، وہ ساری کائنات پر ہر وقت حاضر و ناظر ہے فرمایا

﴿ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴾سورۃ ق ، آیت : ۱۶

وہ رگ جس کے ساتھ زندگی کے فیصلے متعلق ہیں، میں شہ رگ سے بھی میں زیادہ قریب ہوں۔

اور ایک اور مقام پہ تعارف کرواتے ہوئے فرمایا

﴿ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾سورۃ الأعراف : ۵۶

جو نیکی کے کام پہ احسان کو پہنچ گئے اور میں کئی دفعہ بتا چکا ہوں کہ مقام احسان سے اونچا مقام نبوت ہے، سب سے اونچا مقام ہے احسان اور ایک اور مقام جس کو متی ... صدیق ... ہیں۔ عابد بنا، ارکان اسلام کو بجالانے والے کو عابد کہتے ہیں، پھر اگلا مرحلہ ہے ... ہوں ...

نفرت ہوگی، گناہ اس سے ہونا تو درکنار، گناہوں سے نفرت ہوگی، اس کو مقام تقویٰ کہتے ہیں، یہ متقی بن گیا، اس سے اونچا مقام ہے مقام احسان، جس کو ہر جملے میں، ہر مخلوق میں، ہر کائنات میں اللہ کی طرف سے کوئی پیغام محسوس ہوتا ہے، اس کو اللہ ہر وقت نظر آرہا ہوتا ہے۔ یہ مقام احسان ہے اس کو فرمایا:

﴿اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ سورۃ الأعراف: ٥٦

اور مقام احسان ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اس مقام کو سمجھایا اور آسان کردیا فرمایا

"مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ" (سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب منه، الحدیث: ٢٣١٧)

اسلام میں......ایمان میں مقام احسان یہ ہے کہ فضول، بے مقصد بات کو چھوڑ دے، دنیاوی مقصد ہے، تو کرے، اخروی مقصد ہے، تو اس کام کو کرے، اس کے علاوہ اس کا کوئی اور کام نہیں، اس کے علاوہ اس کا کوئی کام نہیں ہے، یہ مقام احسان ہے۔

گلستان میں جا کر ہر ایک گل کو دیکھا
تیری سی ہی بو ہے تیری ہی سی رنگت

ہر چیز میں اس کو اللہ کی جھلک نظر آتی ہے۔ علامہ رومی کہتے ہیں:

اے دل شکر خوش تر آنکہ شکر سازد
اے دل قمر خوش تر آنکہ قمر سازد

اے دل! میٹھی چیز تجھے اچھی لگتی ہے، میٹھی چیز استعمال کر کے ذرہ یہ سوچ کہ اس کو بنانے والا کتنا اچھا ہوگا، تجھے بدر کی چاندنی اچھی لگتی ہے، لیکن یہ غور کر کہ چاند کو بنانے والا، اس چاند میں روشنی منتقل کرنے والا کتنا اچھا ہوگا، تو فرمایا

﴿اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ سورۃ الأعراف: ٥٦

اللہ کی رحمت تو بہانے ڈھونڈتی ہے پھر عطا کرے گا۔

"يُرْشِدُ حَيْرَانًا وَّ يَهْدِىْ ضَالًّا"

گمراہ کو ہدایت دیتا ہے، رہنمائی کرتا اور فرمایا

"وَ یُغِیْثُ لَحَقَاناً"

اللہ کارساز ہے، سب کچھ وہی کرتا ہے، بہت سارے کام منتقل کیے گئے، حوالے کیے گئے فرشتوں کے، لیکن ان کو بجا لانے میں اپنی مرضی کو شامل رکھا، اسی طرح بارش کا نظام ہے، سورج چاند کا نظام ہے، کائنات کا نظام ہے، صبح شام کا نظام ہے، سب اس کے قبضے میں ہے، فرمایا

"ویغیث لحقاناً"

پیاسے کو سیراب وہی کرتا ہے، لحقان میں سب کچھ آجاتا ہے، انسان بھی، جانور بھی، پودے بھی، کائنات بھی، زمین سب کچھ اور پچیسویں پارے میں پھر تعارف کرایا کہ اللہ کو سمجھنا ہو، تو اسی سے سمجھ لو، دنیا کی کوئی سپر پاور بارش نہیں برسا سکتی، اگر ان کے قبضے میں ہوتی، تو یہ مسلمانوں کے ملکوں میں کبھی بھی نہ ہوتی، یہ بڑے ہمدرد ہیں ہمارے، یہ اسی کے قبضہ میں ہے، جب چاہے، وہ برساتا ہے اور یہ رحمت کا ایک خاص اظہار ہے، اللہ کی رضا اور رحمت کا بارش کے ساتھ خاص تعلق ہے، اس لئے بارش کو رحمت کہا، کہ سب کائنات کی حیات بارش کیساتھ متعلق ہے، تمام نظام بارش ہی کیساتھ چلتا ہے، پانی سے ہی چلتا ہے اور پانی کا تعلق بارش سے ہے فرمایا

﴿ وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ سورۃ الشوری ، آیت :۲۸

جب مایوسیوں کے مراحل میں پہنچ جاتے ہو، تو اس وقت وہ مہربان ذات بارش کے فیصلے تمہارے اوپر کر دیتی ہے، جب ترستی نگاہوں سے آسمانوں کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہو، تو وہ کرم کر دیتا ہے اور اگر دنیا کے بادشاہوں کے ہاتھوں میں ہوتا، تو سب کچھ چھین چکے ہوتے، اللہ کے قبضہ میں ہے بارش عطاء کرنا، پھر یہ پھیلا دیتا ہے اللہ رب العزت بارش کے قطروں کو، غریبوں کی جھونپڑیوں پہ بھی، گاؤں دیہاتوں میں بسنے والوں غریبوں پر بھی اور امیروں پر بھی بارش برساتا ہے، ان کے قبضے میں اگر ہوا ہوتی، بلیواریا والو! تو اس ہوا کا بل ہم دیتے اور بارش ان کے قبضے میں ہوتی، تو اس کا بھی بل ہم ادا کرتے اور اس کا ماہانہ ٹیکس ہمیں ادا

کرنا پڑتا، او بادشاہو! حکمرانو! ولیڈرو! قائدو! فوجیو! جرنیلو! پولیس کے افسرو! اس مظلوم عوام پر ظلم بند کرو، مہنگائیاں بند کرو، صدا بادشاہی اسی ایک کی ہے، تم آزمائش میں ہو۔

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے ایک وہی باقی بتانِ آزری

صرف وہی بادشاہ ہے، ہمیشہ اسی کی بادشاہی رہے گی، اس مظلوم عوام پر مہنگائی کے عذاب کو، ٹیکس کے عذاب کو، بے امنی کے عذاب کو مزید اور مسلط نہ کرو، ورنہ یہ تنگ آ جائیں گے، مظلوم کی بددعا اللہ کے عرش کو ہلا دیتی ہے، پھر یہ وہی اپنا پرانہ ترانہ پڑھنے لگ جائیں گے، جب اسلامی نظریات پر مبنی اللہ سے سلطنت مانگی تھی، جب اس وقت کے مسلمانوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے یہ حاصل کی ہے، اس وقت جو مظلوموں نے ترانا پڑھا تھا، وہی پڑھنے لگ جائیں گے

اے میرے ہم نشین چل کہیں اور چل
اس چمن میں ہمارا گذارا نہیں

جب مسلمانوں نے ہزاروں شہادتیں پیش کر کے اس خطے کو حاصل کیا، یہ نظریاتی خطہ ہے، اس میں مسلمان آباد ہوں گے، آذانیں ہوں گی، نمازیں ہوں گی، قرآن و حدیث کے درس ہونے لگے، اسلامی نظام اس ملک میں آئے گا، یہ خطہ حاصل کیا تھا، کہ اس میں لا الہ الا اللہ کا ایمان ہوگا اور محمد رسول اللہ کا نظام ہوگا، یہ خطہ اس وقت حاصل کیا تھا اور جب اس مظلوم عوام کو جب اپنے لیڈروں سے مایوسی ہوئی، تو کہنے لگے۔

اے میرے ہم نشین چل کہیں اور چل
اس چمن میں ہمارا گذارا نہیں

جس خطے میں اتنی گندم ہوتی ہے، اتنی دالیں ہوتی ہیں، کہ اس خطے میں رہنے والوں کو آٹا بھی میسر نہیں۔

بات پھولوں کی ہوتی تو سہہ لیتے ہم
اب تو کانٹوں پہ بھی حق ہمارا نہیں

دیکھتے دیکھتے عزتیں لٹ گئیں عفتیں بک گئیں
ایسے جینے سے بہتر ہے مرجائیں ہم
ایسا جینا ہمیں تو گوارا نہیں
ظالمو ! اپنی قسمت پہ نازاں نہ ہو
دور بدلے گا ، یہ وقت کی بات ہے

ایوب آیا...... عبرت کا نشان بن گیا...... بڑی مضبوط کرسی والے آئے...... عبرت کا نشان بن گئے...... تم بھی بن جاؤ گے...... اس مظلوم عوام پر اور ظلم نہ کرو...... مہنگائی نہ کرو...... بجلی نہ دیکر بھی بجلی مہنگی کر کے بل وصول کرنے والو! کون تمہیں سمجھائے؟ کون تمہارا مشیر ہے؟

وہ یقیناً سنے گا صدائیں میری
کیا خدا ہے تمہارا ہمارا نہیں
ظالمو ! اپنی قسمت پہ نازاں نہ ہو
دور بدلے گا ، یہ وقت کی بات ہے
اے میرے ہم نشین چل کہیں اور چل
اس چمن میں ہمارا گذارا نہیں
جب بھی اہل چمن کو ضرورت پڑی
خون ہم نے دیا گردنیں پیش کیں
پھر بھی کہتے ہو تم کہ یہ چمن ہے ہمارا تمہارا نہیں
اے میرے ہم نشین چل کہیں اور چل
اس چمن میں ہمارا گذارا نہیں
بات پھولوں کی ہوتی تو سہہ لیتے ہم
اب تو کانٹوں پہ بھی حق ہمارا نہیں

یہ اس وقت جب پاکستان بنا تھا، تو مظلوم مسلمانوں نے یہ ترانہ پڑھا تھا، تو اصل بات ہے کہ اللہ کے قبضہ میں ہے، بارش برسانا اور ہوا دینا، وہی کارساز ہے، اگر حکمرانوں کے قبضہ

میں ہو، تو یہ ہوا پر بھی اور بارش پر بھی ہم سے ماہانہ ٹیکس وصول کرتے۔

میں کہتا ہوں یہ حکمران اتنا ٹیکس لگاتے جا رہے ہیں، کہیں عوام یہ ملک چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں، جیسے ابھی آپ نے ایک مظلوم کی فریاد سنی ہے، اگر لوگ یہاں سے تنگ آ کر چلے گئے، تو کھنڈرات پہ حکومت کرو گے، تو حکومت کس پر کرو گے؟ مہنگائی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے، آپ تو اس سے بھی تجاوز کر چکے ہو۔ فرمایا:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾سورة الزمر : ٦٢

میں بات کر رہا تھا کہ

﴿اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾سورة الأعراف : ٥٦

کہ اللہ کی رحمت مقام احسان والوں کے قریب ہوتی ہے اور مقام احسان ملتا ہے جب لایعنی چیزوں سے بھی اپنے آپ کو بچالے، گناہوں سے تو پہلے ہی بچ رہا تھا، انسان اپنا جائزہ لے کہ میرا وقت کہیں ضائع تو نہیں ہو رہا، اس کے مطابق عمل کرے اور لایعنی امور سے بچ جائے، تو مقام احسان مل جائے گا۔

اور فرمایا﴿ یجزی محسنا ﴾ اللہ تعالیٰ محسن کو اجر دیتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی عطا فرمائے گا۔

اور اس آیت کو جس میں احسان کرنے کا حکم ہے، خیر القرون والے علماء نے جمعہ کے خطبہ میں پڑھنے کا اہتمام کیا اور یہی ترغیب دی، تا کہ لوگ مقام احسان حاصل کریں، تا کہ لوگوں کو پتہ چلتا رہے، کہ مقام احسان کیا ہوتا ہے؟ اور اس پر کیسے عمل کرتے ہیں؟

چودھویں پارے کی آیت ہے، فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾

سورة النحل ، آیت : ٩٠

اللہ وہ ہے، جو تم کو حکم دیتا ہے احسان کرنے کا اور بے حیائی، فحاشی اور عریانی اور گناہوں سے بچنے کا، جب اس نصیحت پر عمل کرو گے، تو کامیاب ہو جاؤ گے، یجزی محسنا اور فرمایا اللہ کی

رحمت کے قریب کہ اللہ کارساز ہے اور سب خزانوں کا مالک ہے۔ یہ کسی کو عطا کرتا ہے اور خوب دیتا ہے اور اگر سب کو دیدے، تو اس کے خزانوں میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آتی۔

ایک حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے اللہ پاک کا تعارف کرایا، فرمایا کہ جب سے دنیا بنی ہے اور جب تک دنیا رہے گی، یہ سارے لوگ اول آخر ایک دن ایک جگہ جمع ہو جائیں، مرد، عورتیں، بچے، جوان، بوڑھے، زندہ، مردہ اور بعد میں آنے والے سارے جمع ہو جائیں اور اللہ سے مانگنے لگ جائیں اور ہر کوئی اللہ سے اپنا الگ الگ سوال کرے، ہر کوئی اپنے لئے الگ الگ چیز مانگ رہا ہے، اللہ فرماتا ہے

"وَ اَعْطَيْتُ كُلَّ سَائِلٍ مَسْئَلَتَهٗ" (مسند البزار، مسند ابی هريرة، الحديث : ٣٩٩٥)

میں مانگنے والے کو جو وہ مانگ رہا ہے، اس کو پورا عطا کر دوں، تو میرے خزانے میں ذرہ برابر بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔

انسان یہ سوچے کہ اللہ کے خزائن کس کے لئے اللہ نے بنائے ہیں، اللہ تو بے نیاز ہے، اللہ کو تو مال و دولت کی ضرورت ہی نہیں ہے، وہ تو سب سے زیادہ مال والا ہے، اسے مال کی ضرورت نہیں ...... سب کچھ اس کا ہی ہے...... وہ مالک الملک ہے...... وہ تمام کائنات کا مالک ہے...... جتنے خزانے ہیں اور جتنی نعمتیں ہیں، خواہ کھانے کے لحاظ سے، یا استعمال کے لحاظ سے وہ سب اس انسان کے لئے ہیں، فرشتے بھی اللہ کی مخلوق ہیں، لیکن وہ بھی بہت نعمتیں استعمال نہیں کر سکتے، مثلاً فرشتے کھانے، پینے، تھکنے سے پاک ہیں اور جن بھی اللہ کی مخلوق ہیں، کچھ نعمتیں وہ استعمال کرتے ہیں، لیکن بہت ساری نعمتیں انہیں استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، مثلاً روڈ، بجلی کے بل، گاڑی اور تیل کا خرچ یہ ان کو ضرورت ہی نہیں ہیں، اللہ کی سب سے زیادہ نعمتیں انسان استعمال کرتے ہیں، کیونکہ ان کی ضرورت ہے، یہ سب خزانے اللہ کے لئے ہیں، انسان اللہ سے حاصل کرنے والا بنے۔

تو فرمایا کہ سب کو اللہ عطا کر دے، تو اس کے خزانے میں ذرہ بھی کمی نہیں آئے گی، وہ اسی طرح بھرے ہوئے رہیں گے، بس صرف انسان کو مانگنے کا ڈھنگ نہیں آتا، اللہ کو راضی کرنے

کا طریقہ نہیں آتا، اللہ تعالیٰ نے تعارف کرایا ہے

﴿ وَ اِذَا سَئَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ﴾سورۃ البقرۃ:۱۸۶

اے نبی! جب لوگ آپ سے پوچھیں کہ اللہ کہاں رہتا ہے؟ تو آپ بتا دیں کہ اللہ بہت قریب ہے، جب مانگو، جس وقت مانگو، جو مانگو، وہ قریب ہے، فرمایا سب سے پہلے تو اپنی مغفرت مانگو، اپنے گناہوں کی معافی چاہو۔

دوستو! دنیا کا کوئی شخص خواہ زندہ ہو، یا مردہ، کسی کو مصیبت سے نجات نہیں دے سکتا، جب تک اللہ نہ دے، ظاہری اسباب اختیار کر کے کوئی پولیس کے پاس جاتا ہے، کوئی وکیل کے پاس جاتا ہے، اسباب اختیار کرنا سنت ہے، لیکن نجات کا فیصلہ اللہ کے قبضہ میں ہے، اللہ کے امر سے نجات ملے گی اور یہی عقیدہ ہو کہ اللہ ہی نجات دینے ولا ہے۔

مردے تو کسی کی کوئی فریادرسی نہیں کر سکتے، بلکہ وہ خود محتاج ہیں، ان کے لئے مغفرت کی دعا کرنی چاہئے، ان سے کیسے کچھ مل سکتا ہے؟ مصیبت سے نجات دینے والا صرف اللہ ہی ہے۔

دوستو! حضرت ابراہیمؑ کو مصیبت سے کس نے نجات دی؟

حضرت یونسؑ کو مصیبت سے کس نے نجات دی؟

اسی طرح اور انبیاؑ کو بھی اللہ ہی نے ہر مصیبت سے نجات دی ہے، مثلاً حضرت موسیٰؑ کو مصیبت سے کس نے نجات دی؟ حضرت زکریاؑ کو، حضرت یحییٰؑ کو اور سب انبیاءؑ کو اور ان کے علاوہ اولیاء، علماء، بزرگ سب مصیبت کے وقت صرف اللہ ہی کو پکارتے رہے۔

ویفک عانیا ..... اللہ مصیبت والے کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور مصیبتیں اللہ تعالیٰ بھیجتے ہیں، ایمان کا امتحان ہوتا ہے اور جتنا ایمان ہے جس درجہ کا ہے، اسی درجہ کی مصیبت آتی ہے، جب آزمائش میں کامیاب ہو جائے، تو انعام ملتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کو کامیابی کے بعد فرمایا:

﴿ یَا اِبْرَاهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِیْ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ سورۃ الصّٰفّٰت، آیت: ۱۰۵

اے ابراہیم! آپ نے پہلے والے امتحانوں میں بھی کامیابی حاصل کی اور اس خواب کو بھی

سچا کر دکھایا، بیٹے کو ذبح کرنے کا خواب بھی آپ نے پورا کر دیا، اب ہم آپ کو مقام احسان عطا کر رہے ہیں۔

اور حضرت داؤدؑ کی بات کی:

﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ﴾ سورۃ ص: ۲۶

اے ہمارے پیغمبر داوود! ہم نے آپ کو بھی دنیا میں خلیفہ بنایا ہے اور آپ کے بیٹے کو بھی حکومت عطا کی اور آپ کو ایک خصوصی نسبت یہ دی کہ جب آپ زبور کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، تو آپ کے ساتھ چرند پرند، ساری مخلوق تلاوت کرنے لگ جاتی ہے اور پھر بیٹے کو بھی بڑی سلطنت عطاء کی، یہ بھی امتحان ہے، راحت اور مصیبت دونوں امتحان ہیں۔

دوستو! جب انبیاءؑ اللہ سے مانگ رہے ہیں، اگر یہ مشکل کشا خود ہوتے، تو خود اپنی مصیبت دور کر لیتے، اللہ سے دعا کیوں کرتے؟ معلوم ہوا اللہ ہی مشکل کشا ہے۔

اور رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا:

﴿وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ﴾ سورۃ یونس، آیت: ۱۰۷

اے نبی! اگر پوری کائنات آپ کو تکلیف دینا چاہے اور میں نہ دینا چاہوں، تو کوئی نہیں دے سکتا اور اگر میں آپ کو کوئی انعام، فضل دینا چاہوں، تو کوئی روک نہیں سکتا، اگر میری طرف کوئی آپ پر تکلیف آ جائے، تو کوئی دور نہیں سکتا، مگر میں ہی دور کر سکتا ہوں۔

ویفک عانیا...... یعنی اللہ ہی مصیبت دور کرتا ہے...... اللہ ہی کارساز ہے اور یہی عقیدہ بنانا ہے...... اس میں کامیابی ہے۔

اور فرمایا: ویشبع جائعا بھوکے کو سیراب کرتا ہے، سب رزق اسی کی طرف سے آتا ہے:

﴿اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ﴾

سورۃ الشوریٰ، آیت: ۱۹

اس آیت کو خوب سمجھ لو، اس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ رزق میں اضافہ فرماتے ہیں، اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے...... اور کوئی اس طرح مہربان نہیں ہو سکتا اور والدین سے بھی زیادہ

مہربان ہے...... دوستوں سے زیادہ مہربان ہے...... والدہ سے زیادہ مہربان ہے...... سب سے زیادہ مہربان ہے...... لہٰذا جو زیادہ مہربان ہے...... جس کے خزانوں میں بھی کوئی کمی نہیں، تو پھر اسی سے مانگنا چاہیئے، وہ قوی بھی ہے، مضبوط بھی ہے، خزانوں کا مالک بھی ہے، وہ غالب بھی ہے، اللہ سے اللہ کی رضا مانگیں اور وہ اسباب اختیار کریں، جن سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ نماز، روزہ، تلاوت، صدقہ، گناہوں سے بچنا، یہ وہ سب اسباب ہیں، جن سے اللہ راضی ہوتا ہے، پھر دیکھو اللہ رزق کے دروازے کیسے کھولتے ہیں، کبھی اللہ تعالیٰ رزق کے دروازے تھوڑے سے بند کر دیتا ہے، اس سے آزمائش کرتا ہے کہ میرا بندہ میرے دروازے پر آتا ہے، یا کہیں اور جاتا ہے؟ کسی دربار پے جاتا ہے؟ کہیں چادر چڑھاتا ہے؟ وغیرہ۔ اللہ رزق تنگ کر کے امتحان لیتا ہے۔

ویکسو عاریا...... اور لباس عطا کرتا ہے، لباس زینت ہے، اور مرد کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفید لباس لباسوں کا بادشاہ ہے، جمعہ کے لئے آپ حضرات سفید لباس بنا لیں، بہت ثواب ہوگا، جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے، جب سے اونچا دن ہے، اللہ تعالیٰ نے یہود سے پوچھا کہ کون سا دن عبادت کے لئے خاص کرنا چاہتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا، ہفتہ کا دن چاہیئے اور عیسائیوں سے اللہ نے جب پوچھا، انہوں نے اتوار کہا، حالانکہ مبارک دن جمعہ تھا، لیکن یہ ان کے نصیب میں نہیں، پوچھنے کے باوجود اور دنوں کا انہوں نے انتخاب کیا، اللہ تعالیٰ نے جمعہ کا مبارک دن نبی پاک ﷺ کی برکت سے اس امت کو، اس شریعت کو عطا کیا ہے، اس کی قدر کریں، اس جمعہ کے دن آخرت میں اللہ تعالیٰ جنتیوں کو اپنا دیدار کرائیں گے، جس کو قرآن نے فرمایا

﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُ الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ سورة یونس، آیت: ۲۶

نیک لوگوں کو جنت عطا کریں گے اور زیادہ سے مراد اللہ کا دیدار ہے۔ ایک صحابیؓ نے ایک دفعہ دریافت کیا کہ اللہ کے رسول جنت کے علاوہ اور اللہ تعالیٰ زیادہ کیا عطا کریں گے؟ فرمایا ہر جمعہ کو اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے محبوب، مقبول بندوں کو اپنا دیدار کرائیں گے، یہ ہے زیادہ کا مطلب۔

ایک اور بات بھی حدیث میں ہے کہ جب لوگ جمعہ کے دن اللہ کا دیدار کرنے آئیں گے، تو وہاں بڑی بڑی تصاویر لگی ہوئی ہوں گی، جب کوئی شخص اس تصویر کو دیکھ کر تصور کرے گا، کہ میں اس تصویر کی طرح ہو جاؤں، تو وہ اس طرح ہو جائے گا، بعد میں جب جنتی آپس میں اپنی شکل بدل کر ملیں گے، تو پہچان نہیں سکیں گے، پھر تعارف کرائیں گے کہ ہم وہی ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت بھی عطا کی ہے، لیکن یہ نعمت ان لوگوں کو ملے گی جنہوں نے دنیا میں اللہ اور اللہ کے رسول کو چاہا اور جنہوں نے اللہ کو دنیا میں نہیں چاہا اور ناراض کیا تو سزا ہوگی۔

قرآن نے اس بات کو سورۃ طٰہٰ میں بیان فرمایا

﴿ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى ﴾

سورۃ طٰہٰ، آیت: ۱۲۴۔۱۲۵۔۱۲۶

جس نے دنیا میں میرے ذکر سے منہ پھیرا......

جس نے دنیا میں میری کتاب قرآن سے روح گردانی کی......

جس نے میرے نبی سے منہ موڑا، نہیں مانا......

جس نے میرے نبی کی سنتوں سے منہ پھیرا، جو بھی میری شریعت سے منہ موڑ رہا ہے، دوسری طرف جا رہا ہے، میں اس کی دنیا والی زندگی بھی تنگ کر دوں گا اور بے سکون کر دوں گا۔ اور ہم شریعت سے منہ موڑنے والے کو نابینا کھڑا کریں گے، وہ عرض کرے گا قال رب لما حشرتنی اعمٰی وقد کنت بصیرا وہ کہے گا اے میرے رب مجھے نابینا کیوں کھڑا کیا ہے؟ نابینا کیوں بنایا ہے؟ میں تو دنیا میں دیکھنے والا تھا، تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائے گا میری آیات آپ کے سامنے آئیں تھیں اور نبی پاک ﷺ نے سمجھایا تھا اور بعد میں نبی پاک ﷺ کے ماننے والوں نے سمجھایا تھا، لیکن تو نے نہیں مانا تھا اور ہمیں بھلا دیا تھا اور میرے نبی پاک ﷺ کا طریقہ اور سنتیں تیرے سامنے آئیں تھیں اور تو نے منہ موڑا تھا، آج ہم تجھے بھول جائیں گے اور منہ پھیر لیں گے، کل تو نے دنیا میں ایسا ہی کیا تھا۔

دوستو! خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کو راضی کرلو...... جس نے اللہ کو راضی کیا...... اس کے لئے سب نعمتیں ہیں...... دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی۔

یادرکھو! آزمائش کی گھڑیاں دنیا میں بہت تھوڑے سے وقت کے لئے ہوتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ راحت کی نعمتیں اپنے بندوں، اپنے پیاروں کو دنیا میں بھی دیتا ہے، جو دنیاوی نعمتیں اپنے باغیوں کو دیتا ہے کیا وہ اپنے ماننے والوں کو نہیں دے گا۔

صحابہؓ اپنی مجلسوں میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے مصیبتیں بھی بہت دیکھی ہیں، دکھ، بھوک، غم بھی بہت آئے، غربت بھی بہت دیکھی ہے اور فقر بھی بہت آیا، لیکن جب راحتوں والی نعمتوں کے دروازے کھلے، تو ہم پریشان ہوگئے کہ کہیں تمام پریشانیوں کا بدلہ اللہ تعالیٰ دنیا میں تو نہیں دے رہا، ڈرتے تھے۔

بات یہ ہے کہ جو اللہ کو راضی کرے، امتحان میں، پریشانیوں میں بھی اللہ کو یاد کرے، بہت جلد یہ پریشانیاں دور ہو جائیں گی اور پھر اللہ راضی ہو جاتا ہے اور تکلیفیں دور ہو جاتی ہیں اور آسانیاں مل جاتی ہیں اور یہ دنیا تو تکلیف میں بھی گزر جائے گی، آگے زندگی جو نہ ختم ہونے والی ہے، اس کے لئے سرمایہ ضروری ہے، وہ لمبی زندگی تکلیفوں کے ساتھ گذارنا بہت مشکل ہے۔

فرمایا:

﴿ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَ رِیْشًا وَّ لِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ﴾ سورۃ الأعراف ، آیت : ۲۶

اے نبی آدم! میں نے تمہارے لئے لباس کو پیدا کیا ہے اور اپنے ایک پیغمبر حضرت ادریسؑ کو درزی کا کام سکھایا ہے، وہ پھر لوگوں کو سکھاتے تھے، یہ لباس نازل کیا، تاکہ تم اپنے ستر کو ڈھانپو، ایسے لباس نہ بناؤ، جن کا پہننا اور نہ پہننا برابر ہو، صحیح پردہ ہی نہ ہوسکے، اللہ نے لباس نازل کیا، جس سے انسان کی شان وشوکت متعلق ہے اور پردہ متعلق ہے۔ اور نبی اپنا بھیجا، جس سے اونچا کوئی نبی نہیں، شان وشوکت والے پیغمبر کو لباس بھی شان وشوکت والا دیا تھا۔

اے مسلمانو! اپنے نبی والا لباس اختیار کرو، جس میں ستر بھی ہے، حیا بھی ہے اور سنت کا ثواب اور برکت بھی ہے، اور شان وشوکت بھی ہے۔

اے مسلمانو! اپنے آپ کو چلتے پھرتے گرفتار نہ بناؤ، کہ اس لباس سے نہ بیٹھنا آسان اور نہ اٹھنا آسان، نہ چلنا آسان، نہ پھرنا آسان، نہ نماز آسان، نہ تشہد آسان، نہ سجدہ آسان۔ اسلامی لباس میں یہ خوبی ہے، اس میں آرام کے لحاظ سے، چلنے پھرنے کے لحاظ سے بہتری ہے اور اسلامی لباس سے انسان کا وقار بلند ہوتا ہے، یہ تمام خوبیاں اللہ نے اسلامی لباس میں رکھی ہیں، یعنی وہ لباس جو اپنے نبی کا ہے اور صلحاء علما اور اللہ کے نیک بندوں کے لباس کو اختیار کرو اور وہ لباس جس سے پردہ نہ ہو، یا کسی کافر قوم کا شعار ہو، یا مرد عورتوں والا لباس پہنیں اور عورتیں مردوں والا لباس پہنیں، اس طرح کے لباس سے گریز کرو، یہ گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

"......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ......"

(۱۲) اللہ ہی حاضر و ناظر ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰه . اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الاَنْبِيَآءِ وَعَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ اَوفَوْا عَهْدَه اَلَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَآءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الاَنْبِيَآءِ .اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴿ اَ لَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

سورة المجادلة ،آیت : ۷

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ " حَيَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ تُحَدِّثُوْنَ وَيُحَدَّثُ لَكُمْ فَاِذَا اَنَا مِتُّ كَانَتْ وَفَاتِيْ خَيْرًا لَّكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ اَعْمَالُكُمْ فَاِنْ رَاَيْتُ خَيْرًا حَمِدْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاِنْ رَاَيْتُ شَرًّا اِسْتَغْفَرْتُ لَكُمْ".(كنزالعمال ،الفضائل المتفرقة ، الحديث :۳۱۹۰۳)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الاُمِّيُّ الْكَرِيْمِ ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِين .

تمہید:

اٹھائیسواں پارے کی سورۂ مجادلہ کے دوسرے رکوع کی ایک آیت کریمہ اور جناب نبی

پاک ﷺ کا ایک ارشاد تلاوت کیا ہے، جس میں عقیدے کی ایک اہم بات سمجھائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر جگہ حاضر وناظر ہے۔

آیت قرآنی کا مفہوم:

فرمایا کہ آپ کے علم میں نہیں ہے کہ زمین وآسمان کی تمام چیزوں کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، جب بھی کوئی دو، یا تین آدمی مل کر سرگوشی کریں، ایک دوسرے کے کان میں بات کریں اور یہ سمجھیں کہ ہمارے علاوہ اور کسی کو ہماری اس بات کا علم نہیں ہوا، تو ہرگز ایسا نہیں، اللہ رب العزت ان کے ساتھ ہے۔ اگر وہ تین ملکر سرگوشی کر رہے ہیں، تو اللہ رب العزت چوتھے ان کے ساتھ ہیں اور اگر وہ پانچ ملکر سرگوشی کر رہے ہیں اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم ہی پانچ ہیں اور ہماری کوئی بات سننے سمجھنے والا نہیں ہے، وہ سمجھ لیں کہ چھٹے اللہ رب العزت ہمارے ساتھ ہیں ۔ دو بندے ملکر کوئی بات کریں، آپس میں کوئی ایسی بات کریں ، تو ہر حال میں ہر جگہ اللہ رب العزت موجوذ ہیں۔ جہاں کہیں بھی آپ ہوں، خواہ رات کا وقت ہو، یا دن کا وقت ہو، علیحدہ کوٹھری ہو، یا میدان ہو، لوگوں کے درمیان ہو یا نہ ہو، جہاں کہیں بھی ہوں گے اللہ رب العزت ان کے ساتھ ہے۔ پھر جس کسی نے جو کیا، جو سوچا، جو مشورہ کیا، نیکی یا بدی کا، اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال سے آخرت کے دن ان کو آگاہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو جاننے والا ہے ہر وقت ہر آن ہر حال میں اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔

اس آیت میں جو سورۂ مجادلہ کی آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، اس آیت میں نفی کے بعد اثبات کا ذکر کیا ہے، کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی ہر جگہ حاضر وناظر نہیں ہوسکتا، سوائے اللہ کے، نفی کے بعد اثبات میں حصر ہوتا ہے۔

حدیث کا مفہوم:

اور جو آپ کے سامنے حدیث تلاوت کی، جناب نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے، کہ میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے، میرا دور کہ جس دور میں میں زندہ ہوں، آپ لوگوں کے

درمیان موجود ہوں، یہ بھی تمہارے لئے بہتر ہے، میری باتوں کو سنتے ہو، آگے بیان کرتے ہو اوراس پر عمل کرتے ہواوران برکات سے مستفید ہوتے ہو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ"

(مسند البزار ، الحدیث : ۴۵۰۸)

دُنیا کی ابتداء سے لیکر جب تک رہے گی اور ختم ہو جائے گی، جتنے دنیا کے دور گذرے ہیں ،زندگی گذری ہے، گھڑیاں گذری ہیں، اوقات گذرے ہیں، ان سب سے بہترین وقت بہترین دوروہ ہے، جس میں اللہ رب العزت نے مجھے پیدا کیا ہے، مجھے مبعوث فرمایا ہے، یہ سب سے زیادہ بہترین دور ہے، پھر میرے بعد کا دور بہترین ہے، یعنی صحابہؓ کا اور صحابہ کے بعد کا دور بہترین ہے، یعنی تابعین کا، اور آخر میں تبع تابعین کا دور بہتر ہے۔

فرمایا کہ میری زندگی تمہارے لئے باعث برکت ہے، اس طرح کہ آپ مجھ سے استفادہ کرتے ہو اور کیسے نہیں بہتر، کہ ایک بندہ بھی راہ راست پر نہیں تھا، کوئی سود خور تھا، کوئی ڈاکہ ڈالنے والا تھا، کوئی بت پرست تھا، کوئی کیا کوئی کیا تھا، نہ عقیدہ کے اعتبار سے صحیح تھے، نہ اعمال کے اعتبار سے، نہ معاشرت کے اعتبار سے، نہ اخلاق کے اعتبار سے صحیح تھے، تو آپ ﷺ کا آنا بہترین کیسے نہ ہوا کہ یہ لوگ جو بے راہ روی کے شکار تھے، یہ ہادیِ عالم بن گئے، آپ ﷺ کی برکت کی وجہ سے، تو میرا دور تمہارے لئے بہتر ہے، میری بات سنتے ہو اور آگے نقل کرتے ہو، اس پر عمل کرتے ہو۔

صلح حدیبیہ میں جب مشرکین مکہ کا ایک سردار صلح کے وقت آیا، اس نے بعد میں جا کر اپنے ساتھیوں کو بتایا، محل استشہاد صرف مختصر سی بات ہے، اس نے کہا اپنے ساتھیوں کو یہ صلح میں تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے ہو، مشرکین مکہ کی طرف سے جو نمائندہ آیا تھا، صلح حدیبیہ کے وقت وہ سردار تھا، واپس جا کر اس نے یہ بتایا میری بات سن لو کبھی بھی تم کامیاب نہیں ہو سکتے، وہ لوگ کہنے لگے، تم بھی مل گئے ہو، وہاں جا کر تم بھی ان کے ہو گئے ہو، اس نے کہا بات تو سنو! ٹھہر جاؤ، بات یہ ہے میں نے بڑے بڑے سرداروں کو دیکھا ہے، لیڈروں کو دیکھا ہے،

بادشاہوں کو دیکھا ہے، قائدین کو دیکھا ہے، لوگوں کے بزرگوں کو دیکھا ہے، لیکن اس طرح باادب جماعت میں نے کبھی کسی بادشاہ اور کسی قائد کی نہیں دیکھی، جس طرح سے ان کی جماعت ہے کہ آپ ﷺ کے لعاب دہن کو بھی نیچے نہیں گرنے دیتے، آپ ﷺ جب تھوک پھینکنا چاہتے ہیں، تو قطاروں پر آپ ﷺ کے جانثار کھڑے ہیں، تھوک کو اپنے ہاتھوں میں لیکر اس کو بھی اپنے لئے شفا سمجھتے ہیں اور جسم پر لگا لیتے ہیں، زبان سے نکلنے والے آرڈر کی کیا بات ہے، یہ تو حرکت وسکون پر جان قربان کر دینے والی جماعت ہے اور ایسا قائد کبھی ناکام نہیں ہوتا، آپ لوگ جو کوشش کرنا چاہتے ہو، کرلو، میری یہ رائے ہے کہ تم لوگ کامیاب نہیں ہوسکو گے اور بعد میں دنیا نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا، مکہ فتح ہوا، اسلام کا غلبہ ہوا۔

اسی کو فرمایا کہ میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے، کہ میری باتوں کو حاصل کرتے ہو، عمل کرتے ہو، پھر اس کو آگے پہنچاتے ہو، آپ ﷺ کا فرمان ہے:

”بَلِّغُوْ عَنِّیْ وَلَوْ آيَةً “(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل: ۳۴۶۱)

اور پھر میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے، کہ اس میں علوم شرعیہ سے تم کو آگاہ کیا ہے، اچھے عقائد دیئے، صحیح تربیت کی ہے اور ایک نمائندہ جماعت اللہ رب العزت کے سامنے تیار کر کے پیش کر دی ہے، تو میری زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے، تو تم میری باتیں سنتے ہو، سمجھتے ہو، سیکھتے ہو اور پھر ان پر عمل کرتے ہو، دوسروں کو پہنچاتے ہو۔

اور جب میں مر جاؤں گا، تو تب بھی تمہارے لئے بہتری ہوگی، مرنا تو ہے ہی، کیونکہ بقا ایک اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے، صرف اس پر فنا کے فیصلے نہیں ہیں، موت کے فیصلے نہیں ہیں، باقی تو سب نے چلے جانا ہے، تو اللہ رب العزت کی ذات ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

﴾سورۃ الرحمن، آیت: ۲۶،۲۷

ہر چیز روئے زمین پر ہے، تو اس نے فنا ہونا ہے، خواہ انسان ہیں، جن ہیں، یا پہاڑ ہیں، یا جو کوئی آسمان زمین، ندی نالے سب نے فنا ہونا ہے اور ایک اللہ رب العزت نے باقی رہنا

ہے۔ مرنا تو ہے، لیکن میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے کہ جب میں اپنی قبر میں آرام کروں گا، تو تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے، جس امتی کے اچھے اعمال میرے سامنے پیش ہوں گے، تو میں اللہ کی تعریف کروں گا کہ ماشاء اللہ میری امت کے لوگ یوں نیک اعمال کر رہے ہیں، نماز، روزہ، ذکر اور درود شریف وغیرہ پڑھنا ہے یا میرے امتیوں میں سے کسی کے برے اعمال میرے سامنے آئیں گے، تو میں ان امتیوں کے لئے اللہ سے استغفار کروں گا معافی چاہوں گا کہ اللہ ان کو معاف کر دے۔ اللہ ان کو ہدایت دے دے۔

مسئلہ حیات النبی ﷺ :

اس حدیث سے مسئلہ حیات النبی ﷺ واضح ہوگیا، جو رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ انبیاء کے کفن کو بھی مٹی کچھ نہیں کرسکتی، اس طرح سے سارے انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں اپنے مقبروں میں رہیں گے۔

اور جناب نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ میری قبر کے قریب جو درود وسلام پیش کرتا ہے، میں اس کو سنتا ہوں اور پھر جواب بھی دیتا ہوں اور پھر یہ بھی حکم ہے کہ اونچی آواز کے ساتھ نہیں بولنا، آپ ﷺ کے مقبرے کے قریب:

﴿ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴾

سورۃ الحجرات، آیت : ۲

سورۃ حجرات کے اندر بیان کر دیا اور اونچی آواز کے ساتھ بولنے سے منع کر دیا۔

دوستو! سورۃ حجرات چھبیسواں پارہ کے پہلے رکوع میں یہ بات ہے، علمائے تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ حکم آپ ﷺ کے زمانہ حیات کا بھی ہے اور بعد زمانہ وفات کا بھی ہے، جب آپ ﷺ زندہ دنیا میں موجود تھے، تب بھی آپ ﷺ کے سامنے اونچا بولنے کی اجازت نہیں تھی، اور جب آپ ﷺ آرام کر رہے ہیں، اپنی قبر میں، تب بھی وہاں اونچا بولنا بے ادبی ہے۔

بس نبی پاک ﷺ کا مقام ہے، مدینہ طیبہ کی اور روضہ رسول کی جن حضرات نے زیارت کی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ وہاں ادب کیسا ہے؟ کس طریقے سے لوگ آرام اور سکون کے ساتھ

درود پیش کرتے ہیں اور ذرہ سی بے ادبی ہوتی ہے، تو پھر ان کی اصلاح بھی ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے قریب جو سلام پیش کرے، اس کو میں سنتا ہوں، لیکن کوئی اپنے علاقے میں درود و سلام پیش کرے، تو مجھ پر باقاعدہ امتی کے نام کے ساتھ سلام پیش کیا جاتا ہے اور آپ ﷺ کے تمام امتیوں کے احوال سے باخبر کیا جاتا ہے اور بعض ایسے اللہ والے بھی گذرتے ہیں، ہر بندے کے ایمان کی کوالٹی ہے، ایسے اللہ والے بھی گزرے ہیں، جو یہ کہتے رہے، سمجھاتے رہے کہ ہمارا وجدان یہ کہتا ہے کہ نبی پاک ﷺ مجھے پہچانتے ہیں، یعنی جب اعمال پیش ہوتے ہیں، ہر روز حاضر لگتی ہے، پھر درود و سلام پڑھنے والے کا نام بھی جاتا ہے، تو ہماری حاضری کو وہ پہچانتے ہیں کہ یہ وہی امتی ہے، جو بار بار سلام پیش کر رہا تھا، اپنی اپنی جگہوں میں رہ کر۔

ایک حدیث میں جناب نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ امتیوں کے جو برے اعمال میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، ان میں سے سب سے برا عمل، جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے، وہ یہ عمل ہے کہ کوئی امتی راستے میں ایسی چیزیں ڈال دے، جس سے گذرنے والوں کو تکلیف ہو۔ جو راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرتا ہے اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے۔ (نشر الطیب تھانوی)

مسئلہ حاضر و ناظر:

آج کے سبق میں یہ سمجھانا ہے کہ اللہ ہی حاضر و ناظر ہے، اس کے علاوہ کوئی حاضر و ناظر نہیں ہے، بعض حضرات نے بطور عقیدت کے، احترام کے، ادب کے، محبت کے کہیں یہ بات کہہ دی کہ جناب نبی پاک ﷺ بھی حاضر و ناظر ہے۔

یاد رکھئے! یہ بات اصول شریعت کے خلاف ہے، قرآن و حدیث میں اس کا ثبوت نہیں کہ جناب نبی پاک ﷺ یا دیگر انبیاءؑ یا صحابہؓ، یا شہداء، یا علماء، یا محدثین، یا کوئی فقیر وہ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہے۔

آپ ﷺ کے تین دور:

اور آپ ﷺ کے کل تین دور ہیں:

۱)......ایک دور ہے کہ آپ ﷺ دنیا میں موجود نہیں تھے۔

۲)......دوسرا دور وہ ہے کہ آپ ﷺ دنیا میں موجود تھے۔

۳)......اور تیسرا دور اب ہے کہ آپ ﷺ رخصت ہو گئے ہیں، انتقال کر گئے ہیں۔ اب یہ قیامت تک کا دور ہے۔

حاضر ناظر ہونے کی تعریف:

حاضر و ناظر کی تعریف یہ ہے جو الآن کما کان ہر جگہ دونوں جہانوں میں ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہو، موجود ہو اور ہر چیز سے باخبر ہو، تو یہ صفات صرف اللہ رب العزت ہی کی ذات میں ہیں۔

پہلے دور میں حاضر ناظر نہ ہونے کے دلائل:

سب سے پہلا دور لیتے ہیں، جب آپ ﷺ دنیا میں موجود نہیں تھے، سابقہ انبیاء کی باتیں، سابقہ شریعت کی باتیں وحی کے ذریعے اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو بتائیں۔

واقعہ حضرت یوسفؑ سے استدلال:

حضرت یوسفؑ کا اتنا تفصیلی واقعہ ہے کہ قرآن پاک نے کسی واقعہ کو یہ نہیں فرمایا احسن القصص کہ قصوں میں سب سے زیادہ خوبصورت قصہ، بلکہ اس قصہ کو کہا

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْآنَ، وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾ سورۃ یوسف : ۳

ہم آپ کے سامنے خوبصورت قصہ بیان کر رہے ہیں، اس آیت کے آخر میں فرمایا ہم نے اے نبی قصوں میں سے سب سے بہترین قصہ جو ہم نے وحی کے ذریعے آپ پر تلاوت کیا ہے، آپ کو بتایا ہے، قرآن نے خود نبی پاک ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ اس سے پہلے اس واقعہ سے بے خبر تھے، جو حاضر و ناظر ہوتا ہے، وہ واقعہ سابقہ سے بھی باخبر ہوتا ہے، اس کو بتایا نہیں جاتا، اس طرح سورۃ یوسف کے آخر میں فرمایا

﴿ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ اِلَیۡکَ﴾سورۃ یوسف : ۱۱۰

اے نبی! ہم نے آپ کو وہ باتیں بتائیں، جو آپ سے پوشیدہ تھیں، وحی کے ذریعے سے بتائیں

﴿وَمَا كُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ اَجۡمَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ وَهُمۡ یَمۡكُرُوۡنَ﴾

سورۃ یوسف ،آیت : ۱۱۰

اور آپ اس وقت یوسفؑ کے بھائیوں کے پاس موجود نہیں تھے، جب مکر وفریب کر رہے تھے، بھائی یوسف کو تکلیف دینے کے لئے پروگرام بنا رہے تھے، آپ اس وقت موجود نہیں تھے،تو حاضر و ناظر ہونے کی نفی قرآن پاک نے خود ہی کر دی، یہ میں اس دور کی بات کر رہا ہوں جو دور رسول ﷺ کا دنیا میں آنے سے پہلے کا ہے۔

کفالتِ مریم کے واقعہ سے استدلال:

تیسرے پارے میں ہے، حضرت مریم جب پیدا ہوئیں اور ان کی کفالت کے بارے میں مشورہ ہونے لگا، کہ ان کی پرورش کون کرے گا؟ کوئی کہتا ہے میں کروں گا، کوئی کہتا ہے، میں کروں گا، اللہ رب العزت نے اس وقت کے نبی حضرت زکریاؑ پر وحی بھیجی، کہ سب لوگ اس دریا میں اپنی قلمیں ڈال دیں، جس کی قلم الٹی بہنے لگ جائے گی، وہ مریم کی کفالت کا مستحق ہے ،قرآن مجید نے یہ بات بیان کی، پھر آپ ﷺ کو فرمایا

﴿ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ اِلَیۡکَ﴾سورۃ یوسف : ۱۰۲

اے نبی ہم نے یہ غیب کی باتیں آپ کو وحی کے ذریعے سے بتائی ہیں، آپ کی زندگی سے پہلے کی اور سابقہ امتوں کی باتیں ہیں۔

﴿وَمَا كُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ یُلۡقُوۡنَ اَقۡلَامَهُمۡ اَیُّهُمۡ یَكۡفُلُ مَرۡیَمَ﴾

سورۃ آل عمران ،آیت : ۴۴

اور آپ اس وقت موجود نہیں تھے، جب یہ لوگ اپنی قلمیں ڈال رہے تھے، اس دریا میں کہ کون مریم کی کفالت کرے گا؟

﴿وَمَا كُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ یَخۡتَصِمُوۡنَ﴾ سورۃ آل عمران : ۴۴

اور یہ جھگڑا کر رہے تھے، جب ایک کہتا تھا میں مریم کی کفالت کروں گا، دوسرا کہتا تھا، میں

مریم کی کفالت کروں گا، آپ اس جھگڑے کے وقت بھی موجود نہیں تھے۔

ترمذی شریف کی حدیث کا مطلب:

ترمذی شریف میں جناب نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ
"کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ" (شرح مشکل الآثار ولفظہ " بین الجسد والروح " الحدیث :۵۹۷۷)

میں اس وقت بھی نبی تھا، جب آدمؑ ابھی مٹی اور گارے کی تخلیق کے مراحل میں تھے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے علم میں ہے کہ کس کو میں نے نبی آخرالزمان بنانا ہے، میں اس وقت بھی اللہ کے علم میں نبی تھا، جتنوں کو اللہ نے نبی بنانا تھا، وہ اللہ کے علم میں تھے، کہ سب سے پہلے آدم کو نبی بنانا ہے، پھر فلاں کو، پھر فلاں کو، نبی بنانا ہے، یہ سب اللہ رب العزت کے علم میں تھا، ہاں ترتیب نزولی یہ ہے کہ اللہ رب العزت نےحضرت آدم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا پھر آخر میں نبی اکرم ﷺ کو بھیجا، نبی تو سارے ہی اللہ کے علم میں تھے، بس ترتیب بھیجنے کی کہ پہلے کس کو نبی بنا کر بھیجنا ہے، بعد میں کس کو بھجنا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو آخر میں بھیجا ہے، یہ تو وہ دور ہے، جو دور رسول اللہ ﷺ سے پہلے کا تھا، اگر نبی ﷺ حاضر ناظر ہوتے، تو دنیا میں آنے سے پہلے کے تمام واقعات آپ ﷺ کو بغیر وحی کے معلوم ہونے چاہئے تھے، لیکن قرآن نے بتایا کہ آپ کو معلوم نہیں تھے، ہم نے وحی کے ذریعے بتائے، یعنی عالم الغیب کی صفت صرف اللہ پاک ہی کی ہے اور حاضر ناظر کی صفت بھی صرف اللہ پاک کی ہے۔

دوسرے دور میں حاضر ناظر نہ ہونے کے دلائل:

۔ رہی بات اس دور کی جس میں آپ ﷺ دنیا میں تشریف لے آئے، اس دور میں آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں، اگر آپ ﷺ مکہ میں ہوتے ہوئے مدینہ میں بھی موجود ہیں ،اور مدینہ میں ہوتے ہوئے مکہ میں بھی موجود ہیں تو بتاؤ پھر ہجرت کا کیا مطلب ہوگا؟ پھر بدر میں جانے کا کیا مطلب؟ پھر احد میں جانے کا کیا مطلب؟ پھر معراج میں آسمانوں پر جانے کا کیا مطلب؟ اگر اس دور میں آپ ﷺ کو حاضر ناظر مانتے ہیں تو ان تمام چیزوں سے ہاتھ

دھونا پڑھے گا، پھر تو آپ ﷺ کو کسی طرف سفر کی ضرورت ہی نہ تھی، جب آپ ﷺ حاضر ناضر ہوتے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں فرمایا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾

سورة المجادلة ،آیت :۷

اس میں نفی کردی کہ جہاں کہیں بھی کوئی سرگوشی کرتا ہے، تو اللہ رب العزت ان کے ساتھ ہوتا ہے، یہاں یہ نہیں بتایا کہ نبی بھی ساتھ ہے، بعض لوگ اپنے مجموں میں یوں کہہ دیتے ہیں، کہ اللہ رسول گواہ ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اللہ گواہ ہے، کیونکہ گواہی کے لئے حاضری بھی تو ضروری ہے اور وہ صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے، اللہ کے علاوہ کوئی بھی حاضر و ناظر نہیں۔

رہی یہ بات کہ آپ کے دور میں آپ ﷺ کو تمام چیزوں کا علم ہو اور ہر جگہ آپ ﷺ حاضر و ناظر ہوں، اس پر کوئی شاہد نہیں، کوئی دلیل نہیں ہے، غیر حاضری کی دلیل موجود ہے

پہلا واقعہ:

۱)......گذشتہ جمعے میں عرض کر چکا ہوں، جب صلح حدیبیہ میں حضرت عثمان غنیؓ کو جب آپ ﷺ نے بھیجا اور اس کی خبر غلط مشہور ہوئی کہ ان کو شہید کر دیا گیا، لیکن آپ کے علم میں نہیں تھا، اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے، تو اس خبر کی تردید کر دیتے، کہ وہ لوگ غلط کہہ رہے ہیں، جھوٹ کہہ رہے ہیں، عثمانؓ تو زندہ ہیں، لیکن آپ ﷺ نے ان کی خبر کو مانا، کہ ہاں وہ شہید ہو گئے، حالانکہ وہ زندہ تھے، شہید نہیں ہوئے تھے۔

دوسرا واقعہ:

۲)......ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر جب کفار نے الزام لگایا، تہمت لگائی، تو آپ

علیہ بہت پریشان ہوئے، بعد میں وحی کے ذریعے سے سورۂ نور نازل ہوئی اور حضرت عائشہؓ کی برأت کا اعلان ہوا، لیکن آپ علیہ پریشان رہے، تقریباً ایک مہینہ اور یہ بڑے پروگرام کے مطابق کیا گیا تھا، میں اس بات کو بیان کر چکا ہوں کہ یہ الزام اور تہمت نبی کے حرم پر جو منافقین نے لگائی تھی، یہ بڑے اہتمام سے، ایک پروگرام کے ساتھ، بڑی سازش کے طور پر لگائی گئی تھی، تاکہ اس شخص کو اپنے گھر کے لحاظ سے پریشانی میں مبتلا کر دو اور دوسرے طریقے سے ان پر حملہ کر کے ختم کر دو۔ (نعوذ باللہ)

آپ علیہ پریشان ہو گئے اور وحی کے انتظار میں رہے، اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے اور ہر وقت حقیقت سے باخبر ہوتے، تو اتنے پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ پریشان ہونے کی بات یہی تھی کہ آپ علیہ کو اس واقعہ کی صحیح خبر نہ تھی، جب تک وحی نہیں آئی۔

تیسرا واقعہ:

۳)......اسی طرح بیر معونہ کی بات ہے، جب قبیلہ ذکوان، رعل اور بنو سلیم، یہ کئی قبیلے تھے، انہوں نے مدینہ طیبہ میں رسول اللہ علیہ سے یہ درخواست کی، ہمارے قبیلے والے مسلمان ہو چکے ہیں اور بہت زیادہ ہیں، لہٰذا ہمیں قاری صاحبان دے دیں، آپ علیہ نے چند کا فیصلہ کر لیا، جو ہر قبیلہ کا امام ہونا چاہئے، جو معیاری ستر قاری تھے، ان کا انتظام کیا اور ان کے ساتھ بھیج دیا۔

بہرحال! آپ علیہ عالم الغیب نہ تھے، حاضر و ناظر نہ تھے، یہ دھوکے کے ساتھ آئے تھے اور منافق تھے، آپ علیہ کے ستر کے ستر صحابہ کو شہید کر دیا گیا۔

امام بخاری نے ایک روایت میں ایک اور دوسری جگہ میں دو کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ زندہ رہ گئے تھے، ایک وہ لنگڑے صحابی تھے، پہلے ہی سے سائیڈ میں ہو گئے اور وہ ان کو ڈھونڈ نہ سکے اور یہ آہستہ آہستہ مدینہ پہنچ گئے اور ایک دوسرے صحابی زندہ سلامت رہ گئے تھے، جب ان کو دھوکے کے ساتھ بیر معونہ کے کنوے میں منافقین اور دشمن اسلام جب ڈالنے لگے، صحابہ کرامؓ نے دعا کی اور اس دعا کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے:

بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا

إِنَّــا قَــدْ لَقِيْنَــا رَبَّنَــا
رَضِــيَ عَــنَّــا وَ أَرْضَيْنَــا

(صحيح البخاری ، كتاب المغازی ، غزوة الرجيع ، الحديث : ۴۰۹۰)

اے اللہ! یہ ہماری بات ہماری قربانی کی داستان، یہ شہادت کا نذرانہ ہمارے نبی ﷺ کو پہنچادیجیے، کہ ہم نے جام شہادت نوش کر کے اپنے رب سے ملاقات کی ہے اور یہ ملاقات اتنی کامیاب رہی کہ وہ ہم سے راضی ہو گیا ہم اس سے راضی ہو گئے۔

اگر نبی حاضر و ناظر تھا، تو صحابہ کو سب سے پہلے معلوم ہونا چاہئے تھا کہ ہمیں یہ اللہ سے درخواست کرنے کی ضرورت کیا ہے، نبی کو تو خود پتہ ہوگا کہ قاری صاحبان شہید ہو چکے ہیں لیکن صحابہ ؓ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ اللہ رب العزت ہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، کوئی نبی ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ حاضر و ناظر ہے۔

وہ صحابہ کرامؓ جب سمجھ گئے کہ ان منافقین اور ان دشمنانِ اسلام نے ہمیں اپنے احاطے میں لے لیا ہے، اب ہم شہید کر دیے جائیں گے، تو سب نے مل کر دعا فرمائی

بَــلِّــغُــوْا عَــنَّــا قَــوْمَــنَــا
إِنَّــا قَــدْ لَقِيْنَــا رَبَّنَــا
رَضِــيَ عَــنَّــا وَ أَرْضَيْنَــا

(صحيح البخاری ، كتاب المغازی ، غزوة الرجيع ، الحديث : ۴۰۹۰)

اے ہمارے رب! یہ ہماری داستان ہے، ہمارے علاقے والوں کو بھی بتا دیجئے اور ہمارے پیغمبر ﷺ کو بتا دیجئے کہ ہمیں اللہ رب العزت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، بیر معونہ میں شہادت کا نذرانہ حاصل کر کے اور اللہ نے بیر معونہ میں ہماری ملاقات اتنی کامیاب ثابت ہوئی کہ ہمارا رب ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔

آپ ﷺ نے بہت کم دشمنوں کے لئے اور اسلام کے دشمنوں کے لئے بددعا کی، آپ ﷺ کے دشمن بھی وہی جو اسلام کے دشمن، بہت کم آپ نے بددعا کی، لیکن ایسا نہیں ہوا کہ جب بھی نبی بددعا کی ہو اور وہ قبول نہ ہو اور پھر اللہ رب العزت کے محبوب جب بددعا کر دیں

تو وہ قبول نہ ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ بددعا فوراً قبول ہوئی ہے۔

میں نے آپ کو یہ بات بتائی تھی کہ ابولہب کے دو بیٹوں کے پاس آپ ﷺ کی دو بیٹیاں تھیں، آپ ﷺ کے نبوت کے اعلان سے پہلے کی بات ہے، لیکن آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا، تو ابولہب نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دے دو، کیونکہ یہ ہمارے بتوں کی توہین کرتا ہے اور توحید ربانی کا درس دیتا ہے، تو انہوں نے طلاق دیدی اور ایک داماد نے بے ادبی کی، اس بے ادبی کو نقل کرنا بھی بے ادبی سمجھتا ہوں، جب بے ادبی کے بعد طبیعت میں ملال آیا، آپ ﷺ نے فرمایا یارب اس شخص کو درندے کے حوالے کردے، جس نے اپنے باپ کے کہنے پر میری بیٹی کو طلاق دے دی، اور بے ادبی بھی کی ہے ، پھر ایک سفر میں یہ شخص چلا گیا اور ایسا ہی ہوا کہ ایک درندے نے اس کو چیر پھاڑ دیا۔

آپ ﷺ نے بہت کم بددعا کی، غزوہ بدر میں عتبہ، شیبہ کے لئے بددعا کی اسی طرح آپ ﷺ حرم میں عبادت میں مصروف تھے تو مشرکین نے اونٹ کی اوجھڑی آپ ﷺ کے اوپر پھینک دی ان کے لئے آپ نے بددعا کی، میدان بدر میں پہنچ کر جگہ کا تعین کیا، میرا رب عتبہ کو یہاں برباد کرے گا، شیبہ کو یہاں برباد کرے گا اور اس میں ان کو تباہ کردیا جائے گا، بدر کے علاقوں میں جن ساتھیوں کو اللہ نے یہ جگہ دکھائی ہے، ابھی تک وہاں اکٹھے پڑے ہوئے ہیں، نشانیاں لگادی تھیں۔

ایسی بددعا جو کئی دن تک بددعا جاری رہی ہو، وہ صرف ان بیر معونہ والوں کے لئے ہوئی ، انہوں نے دھوکے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرامؓ کو لیا کہ ہمارے پاس بھیج دیں کہ ہماری تربیت کریں گے، لیکن انہوں نے ستر صحابہؓ کو شہید کردیا، ایک مہینہ آپ صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے رہے، تلاوت کرتے رہے، اس میں بددعا کی کہ اے اللہ ان کو تباہ و برباد کردے، ان کے علاقے کو، ان کے پانی کو، ان کے مویشیوں کو، ان کی آبادیوں کو، ان کے گھروں کو تباہ و برباد کردے، جنہوں نے میری تیار کی ہوئی جماعت اور اتنے قیمتی سرمایہ کو ضائع کردیا ہے، تو آپ ﷺ اتنے پریشان تھے۔ اگر آپ ﷺ عالم الغیب ہوتے اور حاضر ناظر ہوتے، تو پھر اس طرح صحابہ کو کیوں بھیجتے؟ اگر آپ کے علم میں تھا اور کوئی قائد

ایسا نہیں ہوتا، جو اپنے ورکروں کو بھیج کر مروا دے، جب کہ اسے پتہ ہو، کیا انبیاء ایسا کریں گے؟ پھر رسول اللہ ﷺ ایسے کریں گے؟ آپ کے علم میں ہے کہ میں بیر معونہ میں صحابہ کرامؓ کو بھیج دوں گا اور ادھر انہیں قتل کر دیا جائے گا، پھر بھیج رہے ہیں، ایسا شفیق امام الانبیاء پیغمبر سے کیا ایسی امید رکھی جا سکتی ہے؟، کیسے سوچا جا سکتا ہے؟ ہرگز ایسا نہیں

اور پھر جب شہادت ہوئی، تو آپ کے علم میں نہیں تھا، آپ کو وحی کے ذریعے سے بتایا گیا، یہ قرآن مجید کی آیت بن گئی، کیا اعزاز ہے!! صحابہ کرام کے اس جملے کا

بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا

إِنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا

رَضِيَ عَنَّا وَ أَرْضَيْنَا

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، غزوۃ الرجیع، الحدیث: ۴۰۹۰)

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو نقل کیا، ایک عرصے تک قرآن مجید کی یہ آیت بن گئی اور اس کے بعد یہ آیت منسوخ کر دی گئی اور حکم کے اعتبار سے باقی رکھا گیا، اللہ کو ان مجاہدین کے جملے اتنے پسند آئے کہ اپنی کتاب کی آیت بنا دیا۔

حاصل خلاصہ یہ نکلا کہ آپ کے زمانے میں جس میں آپ ﷺ موجود ہیں، اس وقت بھی حاضر ناظر نہیں، ورنہ یہ واقعات پیش نہ آتے۔

چوتھا واقعہ:

ایک ساتھی فوت ہو گیا، جو مسجد کی صفائی کیا کرتا تھا، تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ڈانٹا کہ آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟ آپ ﷺ کو علم نہیں ہے، آپ عالم الغیب نہیں ہیں، ورنہ آپ ﷺ کو پوچھنے کی ضرورت کیا تھی۔

آپ ﷺ کا صحابیؓ کی قبر پر تشریف لانا:

وہ صحابی رات کو دفن کر دیئے گئے، تو پھر صبح کو صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ وہ شخص نظر نہیں آرہا

جب وہ فوت ہو گیا تھا؟ کیونکہ میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، تو دوسرے دن صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے اس قبر کے اوپر آپ نے باقاعدہ جنازہ پڑھایا اور دعا کی۔

دوستو! میں اس دور کی بات کر رہا ہوں، جو رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ہے، اس میں بھی آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں۔

رہی یہ بات کہ علوم ربانی سے آگاہ کرنا، اس کو کوئی نہ حاضر ناظر کہتا ہے اور نہ عالم الغیب کہتا ہے، وہ تو آگاہ کیا گیا ہے، رہی بات قبر میں سوال و جواب کے وقت آپ ﷺ کو سامنے لانے کی، یہ آپ ﷺ کی شبیہ کو سامنے لایا جاتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ خواب میں آتے ہیں۔

تیسرے دور میں حاضر ناظر نہ ہونے کے دلائل:

اور جناب نبی پاک ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی آپ ﷺ عالم الغیب نہیں، نہ حاضر ناظر ہیں، نیز مرنے کے بعد حیات نبی پاک ﷺ کی ثابت ہے، آپ قبر میں حیات ہیں اور زائرین کے صلوۃ وسلام کو سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں اور جو دور سے صلوۃ و سلام پیش کرتے ہیں، فرشتوں کے ذریعے سے پہنچایا جاتا ہے، اتنی ہی بات ثابت ہے، ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا ثابت نہیں، میدان حشر میں رسول اللہ ﷺ کو اذن ہوگا، شفاعت کا وغیرہ، سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو جوڑا پہنایا جائے گا، اس اعزاز کی وجہ سے کہ جن لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا تھا اور پھر ایک جوڑا خاص عطا کیا گیا، اسی مقام پہ کہ آگ اثر نہ کرے، یہ جوڑا کہاں گیا اور کس کس کے پاس رہا یہ ایک الگ بحث ہے کہ اذن ہوگا رسول اللہ ﷺ کو آپ بائیں جانب دیکھیں گے کچھ لوگ جہنم میں جا رہے ہوں گے، ان کو لے جایا جا رہا ہے، آپ اللہ رب العزت کے سامنے سوال کریں گے کہ یا رب! میں نے تو اس طرح کی تربیت نہیں کی تھی، یہ میرے امتی ایسے کیوں ہو گئے؟ بدعات اور خرافات کا شکار ہو گئے، رسوم کا شکار ہو گئے، پھر خلاف سنت کام کرنے والے، غلط عقیدے والے، شرک بدعت والے، جو جہنم میں جا رہے ہیں، میں نے تو ایسی تربیت نہیں کی تھی، میں صحابہ کرامؓ کی تربیت کر کے آیا ہوں، انہوں نے بعد کے لوگوں کی تربیت کی، جس پر آپ نے خود اعلان کیا۔

اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ ...... یہ نبی کی جماعت اللہ کی جماعت ہے۔

ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ...... یہ جماعت کامیاب جماعت ہے۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ......اللہ ان سے راضی ہوگیا۔

یہ ان کی کامیاب جماعت ہے، ایسی جماعت تیار کر کے آیا ہوں، تو اللہ رب العزت فرمائے گا، اے نبی! یہ آپ کے امتی جو آپ کے بعد آئے، ان میں طرح طرح کی خرافات ہوگئیں اور یہ غلط کاریوں کی وجہ سے آج جہنم میں جا رہے ہیں، اس وقت یہ آیت تلاوت کریں گے، جو ابھی میں تلاوت کرنے والا ہوں:

﴿ مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ﴾سورۃ المائدۃ :۱۱۷

یعنی جہنم میں ان امتیوں کو ڈالا جائے گا، جو بعد میں طرح طرح کی خرافات، رسومات، بدعات میں مبتلاء ہوگئے تھے اور توبہ کے بغیر دنیا سے چلے گئے، آپ ان کو پہچان نہیں سکیں گے، اگر آپ حاضر ناظر ہیں، تو ان کو پہچاننا چاہئے تھا، کیونکہ جب یہ خرافات دنیا میں کر رہے تھے، آپ کو معلوم ہوتا، لیکن یہ ایسا نہیں ہے، آپ ان کو پہچان نہیں سکیں گے، بلکہ فرشتے بتائیں گے کہ یہ آپ کے امتی ہیں، یعنی عالم آخرت میں بھی آپ ﷺ عالم الغیب اور حاضر ناضر نہیں ہیں۔

نقش نعلین میں نبی ﷺ کی گستاخی:

لوگ چکوال کے علاقے میں نعلین مبارک کا ڈرامہ بنا رہے ہیں، ایک نعل کیوں؟ کیا آپ ﷺ دو جوتے نہیں پہنتے تھے؟ اور مزید بے ادبی کی یہ بات یہ کہ پانچ فٹ کا نعل مبارک۔ افسوس! بے حد افسوس!

نبی پاک ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا ہی اصل عشق ہے، نبی کے پروانوں میں کون ہے وہ جو نبی ﷺ کی سنتوں پر جان کے نذرانے پیش کرے اور نبی پاک ﷺ یہ کتاب (قرآن کریم) چھوڑ کر گئے ہیں، اپنی سنتوں کا ذخیرہ چھوڑ کر گئے ہیں، امتی ان حدیثوں کو گن بھی نہیں

سکتا، اتنی حدیثوں کا خزانہ چھوڑ کر گئے ہیں، وہ اتباع اور عمل کے لئے چھوڑ کر گئے ہیں کہ ان حدیثوں کے مطابق عمل کرو۔

بات یہ ہے دوستو! کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت اور عشق میں اللہ کی حدود کو پامال کر دیا جائے تو:

وہ محبت و عشق نہیں...... آوارگی ہے۔

وہ محبت و عشق نہیں...... بے ادبی ہے۔

وہ محبت و عشق نہیں...... گستاخی ہے۔

جو ہوتا ہے عاشق وہ جاتا ہے در پر:

جو نبی کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھے...... یہ احترام نہیں، بے ادبی کر رہا ہے۔

جو ہوتا ہے عاشق وہ جاتا ہے در پر
نبی کو وہ در در بلاتا نہیں ہے

جب نبی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، پھر کیوں جاتے ہو روضہ رسول ﷺ پر حاضری دینے کے لئے؟

جب نبی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، سفر کی اتنی اذیتیں، ٹکٹوں کے اتنے گھمبیر مسائل اور وہاں کے شیوخ کے ہوٹلوں کے ظالمانہ کرائے کیوں برداشت کرتے ہو؟

جب نبی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، تو اسی طرح سلام پیش کر دینا چاہیے۔

جب نبی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، اسی جگہ پر آپ ﷺ کے ہاتھ کو چوم لینا چاہیے۔

جب نبی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، اسی طرح آپ کے قدموں کو چوم لینا چاہیے۔

معلوم یہ ہوا کہ نبی ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں، اس لئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو میری قبر پر آ کر درود و سلام پیش کرے گا، میں اس کی شفاعت کروں گا، جو میری مسجد میں آ کر چالیس نمازیں پڑھ لے، وہ نفاق سے بری ہو جائے گا اور جس نے حج کیا اور میرے پاس آنے کا اس کے پاس کرایہ تھا، لیکن میری حاضری کے لئے نہیں آیا، میرے روضے کے پاس حاضری کے لئے نہیں آیا، تو اس نے میرے اوپر ظلم کیا ہے۔ نبی حاضر و ناظر ہوتا، تو وہاں کی حاضری کیوں ہوتی؟

دوستو! صحابہ کرامؓ جب ادھر ادھر سفر کے لئے جاتے تھے، تو سب سے پہلے حاضری دیتے تھے، مدینہ طیبہ میں جن صحابہ کا قیام تھا، روضہ رسول ﷺ کے پاس آ کر حاضری دیتے تھے، سلام پیش کرتے تھے اور پھر جاتے تھے اور پھر واپس آ کر حاضری دیتے تھے، نبی حاضر و ناظر ہوتے، تو صحابہ کرامؓ کے ساتھ سب سے پہلے ہوتے، ان کو روضہ کے پاس حاضری کی کیا ضرورت؟

حدیث بیان کر رہا تھا کہ میدان حشر ہے، کچھ لوگ جہنم کی طرف جا رہے ہوں گے، آپ کو بتایا جائے گا، یہ آپ کے امتی ہیں، آپ فرمائیں گے، میں نے تو ایسی تربیت نہیں کی، فرمایا جائیگا، بعد والے غلط لیڈروں کی وجہ سے، غلط رہبروں کی وجہ سے، غلط پیروں کی وجہ سے گمراہ ہوئے ہیں، آپ ﷺ اس وقت یہ آیت تلاوت کریں گے:

﴿ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ سورة المائدة: ۱۱۷

کہ اے اللہ رب العزت! میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں، جنہوں نے میری حدیث کو نہیں مانا، میری پیروی نہیں کی، میرے امتی ہو کر میرے اسوہ حسنہ کو نہیں اپنایا

او بلیوا ریا والو! پڑھے لکھے دوستو! نبی جیسی برگزیدہ اور مقدس ہستی کی اتباع نہیں کرتے ہو، یہود و نصاریٰ کی طرح لباس بنا رہے ہو، جنہوں نے میرے نبی کے ساتھ نبی کے دور میں دشمنی کی ہے، نبی کے حرم میں منافقین نے تہمتیں لگائیں، نبی پاک ﷺ کے ساتھ دشمنی کی، جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ دشمنی کی۔ اے نبی آخر الزمان کے ماننے والو! اے مسلمانو! اے ایمان والو! میں تمہارے دلوں کو جھنجوڑ رہا ہوں، جگا رہا ہوں، نبی کے دشمنوں کی اتباع نہ کرو، نبی کی شفاعت چاہتے ہو، تو نبی کے اسوہ حسنہ کو اپناؤ، میدان حشر میں نبی پاک ﷺ اللہ رب العزت کے سامنے یہ عذر پیش فرمائیں گے کہ میں کچھ بھی نہیں کہتا اور کیا کہوں، انہوں نے میری سنتوں پر عمل نہیں کیا، میری تعلیمات کو نہیں اپنایا، میں ان کو اب کچھ بات نہیں کہہ سکتا، میں تو دنیا میں ان کو یہی دعوت دیتا رہا ہوں کہ

میرا رب اور تمہارا...... رب اللہ ہی ہے...... اللہ ہی معبود ہے...... اور میں رہبر ہوں۔ اللہ ہی مسجود ہے...... میری سیرت تمہارے لئے رہبر ہے کہ عبادت کیسے کرنی ہے؟ کس وقت نماز پڑھنی ہے؟ کتنی رکعتیں پڑھنی ہیں؟ کیسے رکوع، سجود اور تلاوت کرنی ہے؟ میں تو اپنے دور میں یہی دعوت دیتا رہا۔

اے میرے رب! جب میں مدینہ طیبہ میں موجود تھا، اور ان علاقوں میں موجود تھا، میں نے جو جماعت تیار کی ہے، اس کی صداقت پر تو گواہی دیتا ہوں، وہ صحیح تھی، جب تک میں ان میں تھا، تو میں گواہ ہوں، وہ صحیح تھی، میں نے تربیت بھی صحیح کی ہے اور انہوں نے عمل بھی کیا۔ جب آپ نے مجھے اپنے پاس بلا لیا، جب آپ نے مجھ پر وفات کا فیصلہ کرلیا، پھر آپ کے ہاتھوں میں تھی میری امت، جو صحابہؓ کے دور کے بعد قیامت تک آئی اور آپ ہی ہر وقت حاضر و ناظر ہیں، آپ ہی سمجھتے ہیں اس وقت انہوں نے کیا کیا۔

اگر نبی پاک ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے، تو پھر آخرت میں اس طرح کے تعارف کی کیا ضرورت تھی کہ امتیوں نے صحیح کام نہیں کیا، ہر جگہ موجود، عالم الغیب صرف اللہ رب العزت ہے۔

علامہ مجذوب کی بات نقل کر کے بات کو ختم کرتے ہیں۔ فرمایا

تیرے سوا معبود حقیقی، کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مقصود حقیقی، کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا موجود حقیقی، کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مشہود حقیقی، کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
اب تو رہے بس تا دم آخر ورد زبان اے میرے اللہ
لا الہ الا اللہ ، لا الہ الا اللہ

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور عمل کی توفیق بخشے۔

"......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ......"

(۱۳) اللہ ہی مختار ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ . اَلحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفيٰ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَليٰ سَيِّدِ الرُّسُلِ وَ خاتَمِ الاَنْبِيَآء وَعَليٰ آلِه وَ اَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ اَوفَوْا عَهْدَه اَلَّذِيْنَ هُمْ خُلاصَةُ العَرَبِ العَرْبَآءِ وَخَيْرُ الخَلائِقِ بَعْدَ الاَنْبِيَآءِ .اَمَّا بَعْد.

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴿ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴾سورة الانبياء ، آيت :۲۳

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: " اَلدِّيْنُ اَلنَّصِيْحَةُ " (صحيح مسلم ، الايمان ، باب بيان ان الدين النصيحة ، الحديث:۹۵ (۵۵))

صَدَقَ اللّٰهُ العَظِيْم وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الاُمِّيُّ الكَرِيْم ، وَنَحْنُ عَليٰ ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِين .

اللہ تعالیٰ کا تعارف:

سترہویں پارے کی ایک آیت کریمہ اور نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان تلاوت کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف کروایا ہے۔ فرمایا

﴿ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴾ سورة الانبياء : ۲۳

اللہ تعالیٰ جو کرنا چاہے، کر سکتا ہے اور ان سے کوئی پوچھ نہیں سکتا کہ ایسا کیوں کیا ہے، جو لوگ مکلّف ہیں، ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کیا کیا ہے؟ کیوں کیا ہے؟ ہماری ہدایت کے خلاف کیا ہے، اللہ جو کرنا چاہے، وہ کرتا ہے اور ان کو کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور نہ ان سے

کوئی پوچھ سکتا ہے، اور انسان جو کچھ بھی کر رہا ہے، اس سے پوچھ ہوگی، خواہ رزق کے متعلق ہو، خواہ وقت کے متعلق ہو، خواہ عبادت کے متعلق ہو، خواہ خدمت کے متعلق، بس انسان سے پوچھ ہوگی۔

دین خیر خواہی ہے:

جناب نبی پاک ﷺ کے فرمان کا مفہوم یہ ہے فرمایا

" اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَةُ "(صحیح مسلم ، الایمان ، باب بیان ان الدین النصیحة ، الحدیث: ۹۵ (۵۵))

دین ہی خیر خواہی ہے، گویا دین اپنانے میں بھلائی ہے، خیر خواہی یہاں مبتداء اور خبر دونوں معرفہ لائے ہیں، حصر مقصد ہے کہ دین میں ہی اللہ نے خیر خواہی رکھی ہے، اس کے علاوہ کسی اور چیز میں خیر خواہی نہیں ہے، خواہ دنیاوی، خواہ اخروی، خواہ ظاہری، خواہ باطنی، ہر لحاظ سے خیر خواہی، بھلائی، کامیابی اللہ تعالیٰ نے دین ہی میں رکھی ہے، دین نام ہے قرآن و حدیث کا، آثارِ صحابہ کرامؓ کا، اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام کو اپنے اوپر عملاً نافذ کرنے کا نام دین ہے۔ یہ دینداری ہے اور دینداری ہی میں خیر خواہی ہے۔

﴿مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾

سورۃ آل عمران ، آیت: ۸۵

جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اپنی فلاح کے لئے تلاش کرتا ہے، ملے گا ہی نہیں، کوئی اپنی طرف سے ایجاد کر لے، تو اس کو قبول ہی نہیں کیا جائے گا، جو دین اللہ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد عربی ﷺ پر نازل کیا ہے، اس دین میں ہی خیر خواہی ہے۔

اور فرمایا:

" اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَةُ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ "(صحیح مسلم، الایمان ، باب بیان ان الدین النصیحة ، الحدیث: ۹۵ (۵۵)

دین خیر خواہی ہے، اللہ کے لئے اور اللہ کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے بادشاہوں کے لئے اور تمام لوگوں کے لئے۔

اللہ کیلئے دین کے نصیحت ہونے کا مطلب:

اللہ لئے دین کے نصیحت ہونے کا کیا مطلب ہے؟

مطلب یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔

اللہ نے جن جن چیزوں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، ان پر ایمان لاؤ۔

اور عبادت خالص اللہ ہی کے لئے ہو۔

عقیدہ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کو واجب الوجود ماننے، دونوں چیزیں لازم ہیں، وحدت الوجود اور واجب الوجود پر بھی عقیدہ ہو کہ اللہ ایک ہے، واجب الوجود ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس کا وجود واجب ہے، ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا، اس پر دنیاوی اعتبار سے کوئی نقص طاری نہیں ہوسکتا، کہ تھک جائے، نیند آجائے، یا اونگھ آجائے، یا بھوک لگ جائے، یا پریشان ہوجائے، یہ عیوب سے پاک ہے۔

"اَلدِّیۡنُ النَّصِیۡحَۃُ لِلّٰہِ" کہ اللہ وحدہ لاشریک ذات پر ایمان ہو، اللہ کے لئے عبادت ہو، یہ ساری زندگی کا چلنا پھرنا خواہ نماز ہو، یا بازار میں ہو، یہ سب عبادت ہوسکتا ہے، نماز تو ہے ہی عبادت، بازار میں جارہا ہے، اگر وہ نیت ٹھیک کرلے، کہ کیوں جارہا ہوں؟ کوئی چیز خریدتا ہوں، خریدنا سنت ہے، کھانے پینے کے لئے نان نفقہ، گھر والوں کو، بچوں کو دینا، یہ حکم خداوندی ہے، کہ میں اس لئے جارہا ہوں، تو یہ بھی ثواب ہے، وہ بھی ثواب ہے، مثلاً بازار جارہا ہوں کہ وہاں جاکر سلام پھیلاؤں گا۔

رسول کیلئے دین کے نصیحت ہونے کا مطلب:

وَلِرَسُوۡلِہٖ :...... اور دین نصیحت ہے رسول کے لئے، کیا مطلب؟ مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ایمان لانا...... آپ کو آخری نبی ماننا...... آپ کی ہدایت کے مطابق اپنا

عقیدہ، عمل، معاشرت، معاملات، اخلاقیات بنانا...... اپنا رہن سہن بنانا...... نبی پاک ﷺ کی نصیحت کے مطابق...... آپ کی ہدایت کے مطابق...... آپ کی سنت کے مطابق۔

ائمہ مسلمین کیلئے دین کے نصیحت ہونے کا مطلب:

وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ ...... اور دین نصیحت ہے مسلمانوں کے بادشاہوں کے لئے...... اگر یہ صحیح ہیں، تو مسلمانوں کو اپنے بادشاہوں کے خلاف بغاوت کرنے کی اجازت نہیں ہے، جب وہ صحیح ہیں، عادل ہیں، نیک ہیں، پرہیزگار ہیں، اور اگر ایسا نہیں ہے، تو پھر یہ دین نصیحت ہے بادشاہوں کے لئے، یعنی ان کو سمجھانا ہے، عدل وانصاف کا پیغام ان کو سنانا، ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کو نبی پاک ﷺ نے فرمایا

" اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ "

(کنز العمال، الحدیث : ۵۵۱۱)

کہ سب سے افضل جہاد وہ جہاد ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہہ دی جائے کہ تم یہ غلط کر رہے ہو...... یہ ناجائز اور حرام کر رہے ہو...... یہ سب سے بڑا جہاد ہے...... دین آئمۃ المسلمین کیلئے خیر خواہی ہے کہ بادشاہ دین پر عمل کریں...... ان کے لئے اس میں بھلائی ہے ...... اگر عمل نہیں کرینگے، تو بہت بڑی رسوائی ہے جیسا کہ ہمارے ملک میں مثالیں موجود ہیں۔

عام لوگوں کیلئے نصیحت ہونے کا مطلب:

وَلِعَامَّتِهِمْ ...... اور تمام لوگوں کے لئے دین میں خیر خواہی ہے، خواہ مسلمان ہو، یا غیر مسلم ہو، دین میں سب کے لئے خیر خواہی ہے، اس دین میں اللہ رب العزت نے اور اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کے علاوہ تمام دیگر اقوام کے لئے ہدایت دی ہے کہ ان کے یوں حق ادا کرنے ہیں، یوں خیال کرنا ہے، ایک وقت ایسا آیا کہ مسلمانوں کو یہ حکم ہوا کہ کافروں کو زکوۃ دیا کرو، ان کے ساتھ بھلائی کیا کرو، تاکہ ان کے جو روزمرہ کے اخراجات ہیں، ان کا تعاون ہو جائے، اور وہ اسلام کی طرف راغب ہو جائیں، پھر کچھ سالوں کے بعد یہ حکم منسوخ

ہوگیا کہ اب ان کو زکوۃ نہیں دے سکتے، ویسے ہدیہ دے سکتے ہیں، مطلق مال دے سکتے ہیں، تا کہ ان کے دل مسلمانوں کے بارے میں خوش ہو جائیں، کہ یہ مسلمان تو بہت اچھے ہیں اور اسلام کی طرف آ جائیں، تو یہ دین نصیحت ہے تمام لوگوں کے لئے۔

اس دین نے غلاموں کے حقوق بتائے ہیں اور آزاد کرنے کی اتنی فضیلت دی، فرمایا نبی پاک ﷺ نے جو شخص کسی غلام کو آزاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے آزاد کردے گا، یہ غلام تو پہلے سے تھے، آپ ﷺ نے، اسلام نے غلام نہیں بنائے، اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے کے فضائل بتائے ہیں، اسلام نے غلاموں کے حقوق بتلائے ہیں۔

آپ ﷺ کے زمانے میں حضرت بلال حبشیؓ پر جو ظلم وستم ہو رہا تھا، وہ پہلے ہی سے ایک مشرک کا غلام تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو آزاد کرایا آپ نے تو نہیں غلام بنایا تھا، سلمان فارسیؓ وہ ایک یہودی کے غلام تھے، آپ نے تو غلام نہیں بنایا تھا، آپ نے تو غلامی سے آزاد کرایا تھا، اسلام نے تو انسانیت کے حقوق بتائے ہیں، انسان کو یہ بتایا کہ انسان تو انس سے نکلا ہے، محبت اور ہمدردیوں کا تیرے اندر جذبہ رکھا ہے، تو درندہ نہیں ہے، درندوں کا کام ہے بغیر اجازت کے کسی کی چیز کو چیر پھاڑ دینا، تیرا یہ کام نہیں ہے، یہ اسلام نے بتایا ہے اور سب کے حقوق بتائے ہیں۔

ایک وہ وقت تھا کہ جب آپ ﷺ نے صفا پہاڑی کے اوپر پہلی مرتبہ اسلام کا اعلان کیا تھا، تو یہ لوگ ڈاکو بھی تھے، چور بھی تھے، بچیوں کو بھی قتل کر دیتے تھے، عورتوں کو وراثت میں کوئی حق نہیں دیتے تھے، عورت کی کوئی رائے نہیں سنی جاتی تھی، ناچ گانے بھی کرتے تھے، اور طرح طرح کے غلط کاموں میں مبتلاء تھے، جب آپ نے پہلی مرتبہ اسلام کا اعلان کیا، تو یہ مکہ کی سوسائٹی کا یہ حال تھا اور پھر بیس سال کے بعد جب حجۃ الوداع ہوا، تو پھر آپ نے اپنی محنت کا جائزہ لیا، نبوت کے پہلے تین سال خفیہ تبلیغ کرتے تھے۔

میں نے عورتوں کے حق دلائے...... غلاموں کے حق دلائے...... سود کو ختم کیا...... ڈاکے کو ختم کیا...... بدکاری کو ختم کیا...... اور بتوں کے نام نذرانے چڑھانے کو ختم کیا...... ناچ گانے، باجوں اور ڈھول ڈھماکے کو ختم کیا۔

تو صحابہؓ کرام نے یک زبان ہو کر گواہی دی حجۃ الوداع میں۔ اللہ کے رسول! یہ سب کچھ ختم ہو چکا ہے، جب بیس سال پہلے صفا پہاڑی پر اعلان اسلام ہوا، تو بعض حجازی لوگ انسانیت سے بھی دور تھے اور جب آپ دنیا سے جانے لگے ہیں، تئیس سال محنت کے بعد حجۃ الوداع میں پوچھا کہ کیسے ہوا؟ تو سارے بولنے لگے آپ نے اللہ کے رسول ہمیں زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھایا، پھر آپ نے اس خطبہ میں جو جملہ ارشاد فرمایا تھا۔

سنو دوستو یاد رکھو، فرمایا

"كُلُّ شَيْئٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ"

(مسند ابی عوانة ، الحديث: ٣٤٦٢)

یاد رکھو! میں نے بیس بائیس سالہ محنت میں جاہلیت کے تمام رسوم کو اپنے قدموں کے نیچے روند دیا ہے......ختم کر دیا ہے......غلاموں کو آزاد کرا دیا......عورتوں کو وراثت دے دی...... حق دے دیا۔

اور عورت کو اتنا مقام دیا......فرمایا بچوں کے لئے کہ تمہاری ماں کے قدموں میں جنت ہے، اتنی دور نہیں ہے اور کتنا آسان ہے، جنت کو حاصل کرنا، ماں بڑی شفیق ہوتی ہے، ناراض بھی ہو جائے، تو راضی جلدی ہو جاتی ہے، والد کے مقابلے میں، ماں کو یہ حق دیا۔

اور والد کو کیا حق دیا کہ بچی کی اچھی تربیت کر کے جب تو رخصت کرے گا، تو جنت کا ٹکٹ محمد عربی ﷺ سے لے لینا، یہ بچی کے لحاظ سے والد کو حق مل رہا ہے۔

بہن کو کیا حق دیا، بھائی کو فرمایا جب بہن پر شفقت کا، حیا کا پردہ رکھے گا، تو تجھے بھی اس مروت کی خاطر اللہ پاک اپنی رضا اور جنت عطا کرے گا۔

یہ عورت جب ماں بنتی ہے......تو یہ مقام دیا۔

جب بیٹی بنتی ہے......تو یہ مقام دیا۔

جب بہن بنی......تو یہ مقام دیا

اور فرمایا کہ بیٹیوں کو عار سمجھنے والو! اللہ نے اپنے رسول کو چار بیٹیاں عطا کی ہیں اور میں رشتے بھی کر رہا ہوں اور قرآن نے جہاں اعلان اولاد کا کیا، وہاں پہلے بیٹیوں کا ذکر کیا فرمایا

﴿ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا وَّ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ﴾ سورۃ الزخرف: ۴۹

جسے چاہے بیٹیاں دیدے، پہلے بیٹیوں کا ذکر کیا، بیٹیاں رحمت ہیں، بیٹیاں برکت ہیں، والدین کے لئے نور نظر ہیں، لخت جگر ہیں، اس وجہ سے ان کا تذکرہ پہلے کردیا

اے حجاز کے رہنے والو! تم اپنی بیٹیوں کو عار سمجھتے ہو، دیکھو! اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ نے بیٹیاں عطا کیں ہیں...... میں رشتے کروا رہا ہوں...... شفقت کے ساتھ ان کو دیکھ رہا ہوں...... گود میں لے رہا ہوں...... ان کی تربیت کرر ہا ہوں...... اوران کو دعا دے رہا ہوں...... ان کو مسکراتا دیکھ کر خود بھی مسکرار ہا ہوں...... اوران کو غمگین دیکھ کر میں خود بھی غمگین ہور ہا ہوں۔

مفسرین نے لکھا ہے:

﴿ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا ﴾ سورۃ الزخرف، آیت: ۴۹

میں بچیوں کا تذکرہ اس لئے کیا کہ ان میں برکت ہے، بیٹون کے مقابلہ میں، بیٹیوں میں زیادہ برکت ہے، دیکھو نا کہ والد کو جنت دلادی بیٹی نے، اچھی تربیت کی والد نے اور اچھے داماد منتخب کر کے رشتہ کرادیا، والد کے لئے تو جنت کا مستحق ہو جانا آسان کام ہے، دینداری مقدم ہو، دینداری مقصود ہو۔

اللہ سے کوئی پوچھنے والا نہیں:

تو بات یہ چل رہی تھی

﴿ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴾ سورۃ الانبیاء: ۲۳

کہ اللہ سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، کوئی پوچھ نہیں سکتا، جو کرنا چاہے اور جو کررہا ہے، لیکن مخلوق سے پوچھا جائیگا، مکلف مخلوق ہے، ان سے پوچھا جائے گا، جن وانس سے پوچھا جائے گا کہ کیا کیا ہے؟ کیا کمایا ہے؟ کہاں خرچ کیا ہے؟ وقت کہاں ضائع کیا ہے؟ صحت دی تھی...... جوانی دی تھی...... سب نعمتیں دیں تھیں...... ان کے بارے میں پوچھا جائے گا؟ لیکن اللہ سے کوئی پوچھ نہیں سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام صفاتِ حسنہ کا حامل ہے، اللہ ظالم نہیں ہے...... اللہ بخیل نہیں ہے...... اللہ سنگدل نہیں ہے...... جو عیب والی صفات ہیں...... ان سے اللہ پاک

ہے...... لہذا پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ کوئی کام غلط ہوتا ہی نہیں ہے ، کیونکہ یہ کوئی دنیاوی بادشاہ تو نہیں، کہ پوچھ ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس ملک پاکستان کو لوٹتے ہیں، جس میں کچھ چھوڑا ہی نہیں ہے، اس لئے بادشاہوں سے پوچھ ہوگی، ان سے بے انصافی کا خطرہ ہے، اللہ سے آپ بے انصافی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

تمام مخلوقات اس کے در کے سوالی:

قرآن مجید نے پھر تعارف کرایا ہے فرمایا

﴿ يَسْـَٔلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ . فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ سورۃ الرحمن ، آیت : ۲۹ . ۳۰

اس ذات کا تعارف یہ ہے کہ جو مخلوق زمینوں میں آباد ہے...... یا فضاؤں میں آباد ہے یا آسمانوں میں آباد ہے...... سب اسی کے در کے سوالی ہیں...... سب اس سے مانگ رہے ہیں۔

ہر دن اس کی حالت نرالی ہے، اس لئے ہر روز مانگا کرو

کیا خبر آج اس کی شان میں رحمت غالب ہو......!

کیا خبر آج اس کی شان میں شفقت غالب ہو......!

کیا خبر آج اس کی شان میں عطاء غالب ہو......!

کیا معلوم کہ آج اللہ کی شان میں فضل غالب ہو......!

کبھی رحمت غالب ہو...... کبھی کرم غالب ہو...... کبھی مغفرت غالب ہو...... لہذا ہر روز مانگا کرو، جس دن اس کی شان عطاء کی ہوگی، فضل کی ہوگی، مغفرت کی ہوگی، تو نوازے جاؤ گے۔

اے جن وانس! تم اپنے معبود حقیقی کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ایک نعمت کو جھٹلاؤ گے تو دوسری نعمت تمہیں کس نے دی ہے؟ اور ان بادشاہوں کے قبضے میں ایک تھوڑی سی بجلی ہے، وہ بھی نہیں دے سکتے اور ظالمانہ ٹیکس لگا لگا کر دیتے ہیں...... اس قادر مطلق کے قبضے میں ہیں ہواؤں کے جھونکے...... دریاؤں کا پانی۔ مگر وہ کسی سے ٹیکس نہیں لے رہا...... کوئی مانے معبود

حقیقی کو یا نہ مانے ، ہوا کے جھونکے سب کو دے رہا ہے ، رحمت کی بارشیں بھی سب پر برسا رہا ہے اور رزق کی فراوانیوں کے فیصلے بھی سب پر کر رہا ہے۔

اے جن وانس ! تم اگر اس کی نعمتوں کو جھٹلانے پر آ بھی جاؤ ، جھٹلا نہیں سکو گے ، تم کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

حساب ضرور ہوگا:

آگے فرمایا

﴿ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ ﴾سورۃ الرحمن ، آیت : ۳۱

اے جن وانس ! ذرہ خبردار رہنا میدان حشر بھی میں نے برپا کرنا ہے اور اس میں حساب کتاب کے لئے میزان بھی قائم کرنا ہے ، تم یہ نہ سمجھنا کہ اللہ رب العزت مصروف ہے ، ہوسکتا ہے ، وہ حساب ہی نہ لے ، بغیر حساب کے فیصلہ کر دے ، ہرگز نہیں ، وہاں عدل کا میزان قائم ہو گا ، اعمال صالحہ والوں کو اجر ملے گا اور جو اس کے باغی ہیں ، شان عدل یہ ہے کہ ان کے باغیوں کو سزا ملے گی۔

اے انس وجن ! یہ نہ سمجھنا کہ اللہ مصروف ہے ، معلوم نہیں کہ اتنی انسانیت کا حساب کیسے لے گا ؟ یہ بھی نہ سمجھنا ، بلکہ ہم بالکل فارغ ہیں ، حساب کے لئے

دنیا دارالامتحان ہے:

یہ دنیا دارالامتحان ہے ، یہ کھیتی ہے :

" اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ " (یہ حدیث نہیں ہے ، عام مقولہ ہے۔۱۲)

دنیا آخرت کی کھیتی ہے ...... ادھر بیج بونا ہے ...... پھل ادھر ملے گا ...... یہ دار الامتحان ہے ...... یہ دار الحزن ہے ...... یہ دار الالم ہے ...... یہ دار اللعب ہے ...... یہ کھیل ہے ...... حقیقت اس میں نہیں ...... ذرا سا سوچو ...... کوئی حقیقت نہیں دنیا کی ...... کیا حقیقت ہے ؟

اس انسان نے اتنا کچھ بنایا ...... جب رہنے کے قابل آیا ...... تو قبر کے حوالے ہو گیا ......

اس دنیا کی کیا حقیقت ہے؟ دوستو! بڑا افسوس کرتا ہوں ان ساتھیوں پر......جنہوں نے اتنی محنت سے نوکری کا دفتری زمانہ گزارا...... پھر ریٹائر ہو گئے...... پھر پیسہ ملا...... پھر اچھا سا گھر بنایا......اور جب رہنے کے قابل آ گئے......تو اجل آ گئی...... قضا کا فیصلہ ہو گیا۔

دوستو! دنیا کی یہ حقیقت ہے......جس کو سوچنے میں ایک منٹ بھی خرچ نہیں ہوتا......اس گھر کی اگر تیاری ہو گئی......تو یہ شخص کامیاب ہے......ادھر کچھ مل بھی گیا......یا نہیں ملا...... دیکھو پرندوں کو......جن کو لوگ شکار کر کے مار دیتے ہو......اللہ نے انسان کے لئے پیدا کیا......لیکن انہوں نے گھر نہیں بنایا......وہ پھر بھی زندہ رہتے ہیں......سخت سردی میں اور گرمی میں......وہ اللہ سے قدرتی چیزیں لیتے ہیں

اللہ کی شانِ مغفرت:

اللہ کی شان یہ ہے ،وہ گناہ گاروں کی مغفرت کرتا ہے...... اتنے بڑے گنہگاروں کی مغفرت کر دیتا ہے...... کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا......جس نے صدق دل سے اپنے معبود حقیقی کو یاد کیا......اس کے اگر اتنے گناہ ہیں......اتنے گناہ ہیں......کہ زمین و آسمان کے خلاء میں نہ سما سکیں......تو وہ کریم ذات معاف کر دے گی۔ اعلان کر دیا

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾

سورۃ زمر ، آیت :۵۳

اے میرے محبوب پیغمبر! میرے بندوں کو میرا پیغام شفقت بتا دیجئے۔ اے میرے محبوب پیغمبر! میری محبت والا پیغام میرے بندوں کو بتا دیجئے۔ جن بندوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں...... نافرمانیاں کیں ہیں......سرکشیاں کی ہیں...... بدکاریاں کی ہیں...... کفر و شرک کے اندر اپنی زندگیاں گزار دی ہیں......لیکن حالت نزع سے پہلے پہلے صدق دل سے میرے دروازے پہ آ جائیں اور گناہوں کی معافی چاہیں تو میری شان یہ ہے کہ میں گناہوں کو معاف کر دیتا ہوں۔ اگر معافی مانگنے میں وہ سچا ہے......گنہگار اگر معافی مانگنے میں سچا ہے......وفادار

ہے......تو اللہ بھی معافی دینے میں سچا ہے...... وفادار ہے...... جتنے بھی گناہ ہیں......صدق دل سے اللہ کے سامنے سربسجود ہو جائے...... گناہ کی معافی چاہے......تو اس کے لئے معافی ہو جائے گی......کتنا جلدی اللہ معاف کر دیتا ہے۔

دوستو!! جس کو اللہ مل گیا......اس کو سب کچھ مل گیا......اور پھر عجیب بات ہے کہ حکم یہ ہے بار بار غلطی ہو جائے اور بار بار بندہ معافی چاہے، طعنہ نہیں ملے گا۔

توبہ میری جام شکن
جام میرا توبہ شکن
سامنے میرے پڑے ہیں
ٹوٹے ہوئے پیمانوں کے ڈھیر

شرابی شراب سے توبہ کرتا ہے......اور پھر غلطی سے پی لیتا ہے......اور پھر دل میں احساس ہوتا ہے...... پھر یہ پیالی توڑ دیتا ہے...... پھر توبہ کرتا ہے...... پھر پینے کا شوق ہوتا ہے...... پھر توبہ توڑ دیتا ہے...... پھر پی لیتا ہے...... اللہ پاک فرماتے ہیں...... جتنی بار آتا جائے گا......اتنی ہی بات معافی دیتا جاؤں گا......شان تو یہ ہے کہ میں نے گنہگاروں کو معاف کرنا ہے...... صدق دل سے کوئی معافی طلب کرنے تو آئے...... شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار گر توبہ شکستی باز آ

او گنہگار! سو بار توبہ کر کے...... اگر توڑ دی...... تو میرا دروازہ مایوسی والا نہیں اس میں تو اعلان ہو رہا ہے ﴿لاتقنطوا من رحمۃ اللہ﴾ میرے دروازے میں آنے سے پہلے یہ نظریہ اپنے قلب وجگر میں پیوست کر لینا کہ جس در پہ جا رہا ہوں......اس در پہ مایوسی کا کوئی سوال نہیں ہے...... بار بار آ...... ایک دن تو پکی توبہ ہو جائے گی۔

اللہ کی شان یہ ہے گناہوں کو معاف کرتا ہے اور گناہ کو معاف کر کے پھر خوش ہوتا ہے پھر

اس بندے کو اپنا مقرب بنالیتا ہے، یوں نہیں ہے کہ اس نے گناہ پر معافی دیر سے مانگی ہے، تو یہ پچھلے نمبر والا ہے، مقرب بنالیتا ہے، ایسا راضی ہو جاتا ہے کہ طعنہ بھی نہیں دیتا ۔

مصائب وآسائش اللہ کے قبضہ میں ہیں:

دیفرج کربا...... مصیبتوں کو دور کرنے والا ہے...... مصیبتیں لاتا بھی وہی ہے...... اور راحتیں لاتا بھی وہی ہے...... سکون لاتا بھی وہی ہے...... لیکن پریشانیوں کو دور بھی وہی کرتا ہے...... اور اللہ کے علاوہ مسائل کو کوئی دور نہیں کر سکتا۔

پچیسویں پارے میں فرمایا:

﴿وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾ سورۃ الشوریٰ ، آیت : ۳۰

یہ مصیبتیں تمہارے اعمال بد کی وجہ سے آتی ہیں...... یہ مصائب...... پریشانیاں...... نااہل لوگوں کا حکمران بن جانا...... اور مہنگائی کا سیلاب کا آجانا...... قتل وغارت کیلئے ملک کا اماج گاہ بن جانا...... بارش کا رک جانا...... زمین کا رزق دینے کیلئے بند ہو جانا...... وہ تمہارے اوپر جو مصائب آتے ہیں...... وہ تمہارے اپنے اعمال بد کی وجہ سے آتے ہیں...... بہت سارے گناہوں کو تو ویسے ہی معاف کر دیتا ہے...... بہت کم گناہوں کی سزا میں کچھ مصائب بھیج دیتا ہے، تا کہ یہ بندہ میری طرف متوجہ ہو رہا ہے یا جلوس نکال کر کہیں اور جا رہا ہے؟

مصائب اپنے گناہوں کی وجہ سے اللہ کی طرف سے آتے ہیں، تو اللہ ہی مسائل کو دور کرنے والا ہے، اللہ کا بندہ جب تائب ہو جائے، تو مصیبت ہٹ جائے گی، بادشاہ ہماری مصیبتیں کیسے دور کرے گا، جو خود مصیبتوں میں پھنسے ہوئے ہیں، مصیبتیں وہ دور کرتا ہے، جس پر کبھی بھی کوئی مصیبت نہیں آسکتی۔

اللہ کی شان یہ ہے کہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور پھر اپنا بنالیتا ہے، پچی بات یہ ہے دوستو! سب سے آسان کام یہ ہے اور اہم کام بھی یہی ہے: اللہ کو راضی کرنا، یہ آسان کام ہے اور ہمارے لئے دنیاوی اور آخرت کے لئے ضروری بھی یہی ہے، اس کے بغیر ہمارا گزارہ بھی

نہیں ہے، مصیبتوں کو بھی وہی دور کرتا ہے، اور آگے فرمایا

قرآن ماننے اور نہ ماننے والوں کا انجام

"یَرْفَعُ قَوْمًا وَیَضَعُ آخَرِیْنَ"

اس کی شان یہ ہے کہ قرآن اپنے ماننے والوں کو اتنا بلند کر دیتا ہے کہ اقوام کا ہادی بنا دیتا ہے اور پھر باغیوں کو اتنا پست کر دیتا ہے کہ نشانِ عبرت بنا دیتا ہے۔

سورہ واقعہ کی فضیلت:

سورۃ واقعہ کی فضیلت یہ ہے کہ ہر روز جو شخص شام کو پڑھے گا، دنیاوی زندگی میں کبھی فقر و فاقہ میں مبتلاء نہیں ہوگا۔ فرمایا

﴿ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴾سورۃ الواقعۃ : ۸۲

تم اس کا رزق کھاتے ہو، پھر شکر بجالانے کی بجائے اس کی ناشکری اور تکذیب کرتے ہو، اللہ نے عجیب بات کی کہ اللہ کی طرف سے رزق حاصل کرنے میں تو پہل کرتے ہو اور پھر اللہ کے نام پر صدقہ دینے کی بجائے غیر اللہ کے نام پر نذرانے چڑھاتے ہو۔ رزق لینے میں تم پہل کرتے ہو اور اس کی تکذیب بھی کرتے ہو، یہ کیسے فیصلے ہیں ناشکری کے؟ فرمایا سنو پھر:

﴿ فَلَوْ لَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴾سورۃ الواقعۃ ، آیت :۸۳

ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ روح پاؤں کے ناخنوں سے نکلنا شروع ہوگی اور حلقوم تک آنے سے پہلے پہلے اپنی نگاہوں سے فرشتوں کو دیکھ لیں گے۔ جب سانس حلق سے نکلنے لگے گا، اس وقت توبہ کے دروازے بند ہو جائیں گے، اس وقت فرشتوں کو اپنی نظروں سے دیکھ لو گے، اس وقت روح قبض کرنے والے فرشتوں کو تم خود دیکھ لو گے

﴿ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴾سورۃ الواقعۃ :۸۵

جب تم نے زندگی گزاری تھی، میں تمہارے بڑے قریب رہتا تھا، لیکن تم نے مجھے دیکھنے کی کوشش نہیں کی،

﴿ فَلَوْ لَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴾ سورۃ الواقعۃ، آیت :۸۶

تم یہ سب کچھ ہونے کے باوجود نیک نہ بنے۔

﴿تَرْجِعُوْنَهَا اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ﴾ سورة الواقعة ، آیت :۸۷

اب ہمارے پاس آجاؤ

﴿فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾سورة الواقعة ، آیت :۸۸

بات بتا رہا ہوں کہ کسی کو اللہ بلند و بالا کرتا ہے...... کسی کو کمزور کر دیتا ہے...... نشان عبرت بنا دیتا ہے...... اب پہلا گروہ جو کامیاب ہے۔ فرمایا:

﴿فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾سورة الواقعة ، آیت :۸۸

جو میرے ماننے والے ہوئے وہ میرے مقرب بن گئے

﴿فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّ جَنَّةُ نَعِيْمٍ﴾سورة الواقعة ، آیت :۸۹

خوشیوں میں معطر ہیں، باغات سے اناج اور پھل کھاتے ہیں

﴿وَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ﴾سورة الواقعة :۹۰

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا۔

﴿فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ﴾سورة الواقعة :۹۱

اور دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملنے والوں کو فرشتے سلام کر رہے ہوں گے اور ہر طرف سے

﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾

سورة الرعد ، آیت :۲۴

تمہارے اوپر سلامتی ہو تمہارے صبر کی وجہ سے، اور تمہارے لئے آخرت کا گھر بہت اچھا اور بہتر ہے۔

﴿وَ اَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّالِّيْنَ﴾سورة الواقعة :۹۲

جو میرے اور میرے پیغمبر کے باغی ہیں...... جنہوں نے میری تعلیمات پر اور میرے پیغمبر کے اسوہ حسنہ پر عمل نہیں کیا...... گمراہ ہوئے

﴿فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ﴾سورة الواقعة ، آیت :۹۳

ان کی مہمانی ہوگی گرم پانی سے

﴿ وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ﴾سورة الواقعة ، آيت : ۹۴
ان کی مہمانی ہوگی جہنم میں ڈال کر

﴿ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴾سورة الواقعة ، آيت : ۹۵

سنو یہ ہونے والا ہے اور ہو کر رہے گا یہ انصاف کا فیصلہ اور جنت دوزخ کا فیصلہ یہ ہونے والا ہے ضرور ہو کر رہے گا۔ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے بس گر یہ ہے، اسی اللہ کے قبضہ میں ہیں یہ سب کارنامے، اللہ ہی مختار کل ہے۔

﴿ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴾سورة الواقعة ، آيت : ۹۶
اپنے رب بلند و بالا کو ہر وقت یاد کیا کر۔

تو فرمایا

"يَرْفَعُ قَوْمًا وَّيَضَعُ آخَرِيْنَ"

کہ اللہ کی شان یہ ہے کہ ماننے والوں کو بلند کر دیتا ہے بشرطیکہ وہ ماننے والا صحیح ہو، ایک ہی دن اللہ اللہ کر کے باہر جا کر کھڑا ہو جائے، تو مدد آ رہی ہے یا مدد نہیں آ رہی؟ ایسا نہیں، وہ پرکھے گا......وہ جانچے گا...... جانچ پڑتال ہوگی...... سچا ماننے والا ہے......یا متذبذب ہے؟

وہی زندہ کرے گا مردے کو......حساب کے لئے قبروں سے اٹھائے گا

﴿ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ سورة آل عمران ، آيت : ۲۷

اور وہی دیتا ہے بغیر حساب کے، جسے چاہے، وہ جانتا ہے کس کو کتنا دینا ہے؟ کیسے دینا ہے؟ اللہ کی شان یہ ہے جو اللہ کو پکارتا ہے، اللہ اس کو جواب دیتا ہے، اس کی دعا قبول کرتا ہے ،وہی مختار ہے دینے نہ دینے پر

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ﴾سورة المؤمن ، آيت : ۶۰

اے لوگو! اللہ سے مانگا کرو......اللہ مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے اور وہ عطاء کرتا ہے

رسول اکرم ﷺ پر آیت نازل ہوئی کہ اے نبی! آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ اللہ کہاں رہتا ہے:

﴿ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ﴾سورۃ البقرۃ : ۱۸۶

یہ پوچھتے ہیں آپ انہیں بتائیں میں بہت قریب ہوں، جس طرح چاہو، جس وقت چاہو، مجھے پکارو

﴿ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ﴾سورۃ ق ، آیت : ۲۳

میں بہت قریب ہوں اور اللہ کو پکارنا بہت آسان ہے۔ تو فرمایا

یُجِیْبُ دَاعِیًا وَّ یَشْفِیْ سَقِیْمًا

مریض کی مرض آئی بھی اللہ کی طرف سے اور یہ بھی بعض دفعہ گناہوں کی معافی کا سبب بنتی ہے، اگر یہ مریض مرض میں صابر ہو اور انابت الی اللہ کرنے والا ہو، تو پھر یہ مرض مریض کے لئے شفا کا سبب بنتی ہے، رفع درجات کا سبب بنتی ہے، جب مریض مرض میں اللہ کی طرف متوجہ ہو اور صابر ہو یہ عقیدہ ہو کہ ان دواؤں میں شفا نہیں، بلکہ اللہ کے امر میں شفاء ہے، جب چاہے، جس دوائی سے شفا دیدے اور جب چاہے، شفا نہ دے، بہت ساری دوائیاں، بہت سارے مریضوں کو شفا دے دیتی ہیں اور اسی درجے کے مریض کو وہی دوائیاں شفا نہیں دیتیں، اس سے اللہ کی قدرت سمجھ آتی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے لوگوں کے سامنے اللہ کا تعارف کرایا، انیسویں پارے میں فرمایا

﴿ اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴾سورۃ الشعراء ، آیت : ۷۸

میرا اللہ وہ ہے، جو میری راہنمائی کرتا ہے، سیدھے راستے کی، تنہائی میں بیٹھ کر جو اللہ سے صراط مستقیم مانگے، اللہ سے راہ نجات مانگے، تو اللہ اسے صراط مستقیم عطا کر دیتے ہیں، حتی کہ اگر اس کی عمر تھوڑی ہو، تو عمر لمبی کر کے بھی صراط مستقیم عطا کر دیتے ہیں۔

اور حضرت سلمان فارسیؓ آتش پرستی سے پھر یہودیت میں داخل ہوا اور تنہائی میں اللہ سے صراط مستقیم مانگ رہا ہے، پھر عیسائیت مذہب کو قبول کیا، لیکن اللہ سے صراط مستقیم مانگ رہا ہے، پھر اللہ نے حضرت سلمان فارسیؓ کی عمر ساڑھے تین سو سال دے کر اپنے آخری نبی کا دیدار کرا کے صحابی بنا دیا، صراط مستقیم عطا کر دیا، وہی مختار کل ہے، یہ سب کچھ دینا اور عمر لمبی دینا اسی کے قبضہ میں ہے۔

﴿ اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴾سورۃ الشعراء ، آیت : ۷۸

میرا رب وہ ہے، جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور سیدھے راستے کی بھی رہنمائی کرتا ہے

﴿ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ﴾سورۃ الشعراء ، آیت : ۷۹

میرا رب وہی ہے، جو مجھے کھانا کھلاتا ہے، پانی پلاتا ہے، رزق وہی دیتا ہے۔

﴿ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴾سورۃ الشعراء ، آیت : ۸۰

اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو میرا رب شفا دیتا ہے:

﴿وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ﴾سورۃ الشعراء ، آیت : ۸۱

اور وہی مجھے موت دے گا اور میدان حشر میں پھر مجھے وہ اٹھائے گا

﴿ وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَغْفِرَلِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ﴾سورۃ الشعراء ، آیت : ۸۲

میرے رب کا تعارف یہ ہے......اس کی شان یہ ہے......کوئی زیادہ سے زیادہ گنہگار اس کے در پہ اپنے گناہوں کی معافی کے لئے آئے تو وہ معاف کر دیتا ہے۔

ابراہیمؑ نے رب کا تعارف کرایا

یُجِیْبُ دَاعِیًا وَّ یَشْفِیْ سَقْمًا

بیمار کو شفاء دیتا ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ

﴿ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ﴾ سورۃ آل عمران : ۲۶

جس کو چاہے، وہ عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلت دیتا ہے۔

پاکستان کی جتنی عمر ہے، آپ کے سامنے ہے، سب بادشاہوں کے احوال آپ کو معلوم ہیں اور اس آیت کی جیتی جاگتی، وہ تفسیر ہے جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر کے دکھاتا ہے، جب بادشاہ صحیح کام نہ کریں، پھر اس کو اللہ ایسا ذلیل کر کے دنیا داروں کے دروازوں پر منگتا بنا دیتا ہے اور بعض دفعہ ایسے جیل والے لوگوں کو بادشاہ بنا دیتا ہے، یہ خوشی کی بات نہیں ہے، ہمارے صدر صاحب کے لئے آزمائش کی بات ہے کہ اس کی شان میں ہے، آپ ایک زمانے میں جیل میں تھے، اللہ جیل میں رہنے والوں کو بادشاہ بنا دیتا ہے تو ہمارے صدر صاحب کے لئے بادشاہی آزمائش ہے کہ کس درجے میں آپ انصاف اور عدل کر رہے

ہیں اور اس غریب عوام کا کتنا خیال کر رہے ہیں، یہ بڑی مشکل آزمائش ہے
دوستو! اس آزمائش سے اللہ بچائے...... بادشاہت آسان کام نہیں ہے اور فرمایا
" ویُجْبِرُ کسیرا"
اور اللہ تعالیٰ ہڈیوں کو جوڑتا ہے، قرآن نے تعارف کروایا ہے اور فرمایا
﴿لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَامَةِ ، وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ، اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ لَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ، بَلٰی قَادِرِیْنَ عَلٰی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ﴾ سورۃ القیامۃ ، آیت : ۱ ۔ ۴

اے انسان ہماری قدرت میں غور کیوں نہیں کرتا، ایک دن ایسا آئے گا کہ جس دن ہم آرڈر کریں گے کہ سب زندہ ہو جائیں، سب اپنی قبروں سے کھڑے ہو جائیں گے، ہم اس کی ہڈیوں کو جو زمین میں ذرہ ذرہ اور مٹی بن گئی ہیں جمع کریں گے اور دیکھتے نہیں ہم نے انگلیوں کے پورے کیسے بنائے۔ آج نادرا والے آگئے، دہشت گردوں کو پکڑنے کے لئے، انگلیوں کی تصویریں لے رہے ہیں، ان کی تصویریں دوسرے لوگوں کے ساتھ برابر نہیں آسکتیں، کسی ایک کے انگلی کے نشان پوری دنیا میں انسانوں میں سے کسی دوسرے کے ساتھ برابر نہیں آسکتے یہ تو کر رہے ہو یہ نہیں سوچتے کہ ان کو بنانے والا کون ہے اللہ کو سمجھنا آسان ہے فرمایا" یُجْبِرُ کَسِیْرًا " وہ ہڈیوں کو جوڑے گا پھر انسان کو کھڑا کردے گا حساب کتاب کے لئے "وَیُغْنِیْ فَقِیْرًا" اور فقیروں کو بادشاہ بنا دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں مسجد نبوی کے صحن میں میں بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتا تھا لوگ سمجھتے تھے ابو ہریرہ کو مرگی ہوگئی ہے، مجھے مرگی نہیں ہوتی تھی بلکہ بھوک کی وجہ سے بے ہوش پڑا رہتا تھا یہ فقیری کا زمانہ ہے دوستو پھر غنیٰ کا زمانہ آیا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس کے بعد ان کو بحرین کا گورنر بنا دیا گیا۔ (سیر صحابہؓ ج ۲، ص ۷۷ پھر ابو ہریرہؓ دار القضاۃ میں بیٹھ کر اپنے اس پھٹے ہوئے جبے کو اپنے اس تھیلے سے نکال کر دیکھا کرتے تھے اور دیکھ کر کہتے تھے ابو ہریرہ اپنی اوقات کو نہ بھول جانا تو اس فقیری میں تھا کہ تو مسجد نبوی کے صحن میں بے ہوش ہو جاتا تھا اور تیرے کرتے پر اتنے پیوند ہوتے تھے تو اپنا کرتہ دیکھ لے لہذا نبی کی

بات ماننے کی وجہ سے اللہ نے تجھے دنیا میں بادشاہ بنا دیا لیکن اپنے اللہ اور اپنے نبی ﷺ کو نہ بھولنا اللہ اللہ کرتے رہنا اور اسی کے احکام پر عمل کرتے رہنا۔

اسی کے نام پر مر لے اسی کا نام لیتا جا
اسی کے نام کی ہو تو بھر بھر جام پیتا جا

اللہ اللہ کرنے سے امتحان کی گھڑیاں بہت جلدی ختم ہو جاتی ہیں اور اللہ اللہ کرنے والے اگر امتحان کی گھڑیوں میں بھی ہوں تو ان کو اس میں بھی سکون راحت ہوتی ہے۔ حضرت مقداد بن اسودؓ صحابی رسول ہیں دور سے سفر کر کے مدینہ میں مقیم ہوئے غربت کی حالت میں اللہ کو یاد کر رہے ہیں پکار رہے ہیں، اللہ اللہ کر رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد کر رہے ہیں کہ جو شخص خوشیوں میں اللہ کو یاد کرتا ہے تو دکھوں میں جب اللہ کو یاد کرے تو اللہ کی مدد فوراً آتی ہے جو یہ چاہے کہ دکھوں میں اللہ اس کی مدد کے لئے آئے تو وہ اپنی خوشیوں میں اللہ کو یاد کیا کرے۔ اب اسی رنج میں جا رہے ہے قبا مسجد کی طرف دوگانہ پڑھنے کے لئے کہ عمرے کا ثواب ملتا ہے راستے میں پیشاب کے لئے بیٹھ گئے اور یہ سوچ دماغ میں ہے کہ کب میرے اوپر رنج و غم ختم ہوگا ادھر سوراخ سے چوہا آ رہا ہے مسجد قبا کے قریب بیٹھے ہیں پیشاب کیلئے اور چوہا آ رہا ہے اشرفی لیکر حتی کہ ستر مرتبہ جا کر ستر اشرفیاں لا کر حضرت مقداد بن اسودؓ کو اشارہ کر رہا ہے گویا اپنی زبان حال سے اشارہ کر کے کہہ رہا ہے یہ آپ کے لئے ہیں اور گم ہو گیا یہ قضاء حاجت سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ کے در پر حاضر ہوئے اشرفیاں رکھ دیں اور قصہ سنایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مقداد اس چوہے کو ڈانٹا تو نہیں تھا، اس کو بھگایا تو نہیں تھا اس کے ساتھ تم نے کوئی زیادتی تو نہیں کی عرض کیا اللہ کے رسول کوئی کارروائی نہیں کی فرمایا جو آپ نے دعا کی کہ اللہ مجھے رنج و غم سے کب نجات دے گا تو آپ کو اللہ کی طرف سے یہ غیبی مدد آئی ہے قبول کر لو۔

اللہ ہمیں دین کی سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

"......وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ......"

(۱۴) اللہ ہی مشکل کشا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ . اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الانبِیآء وَعَلیٰ آلِہ وَ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوفَوْا عَھْدَہ اَلَّذِیْنَ ھُمْ خُلاصَۃُ العَرَبِ العَرْبَآءِ وَخَیْرُ الخَلائِقِ بَعْدَ الاَنبِیَآءِ .اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ﴿ تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ،الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ آلِھَۃً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِھِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّ لَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّ لَاحَیٰوۃً وَّلَا نُشُوْرًا﴾سورۃ الفرقان ، آیت : ۱،۲،۳

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَایَعْنِیْہِ ".(سنن الترمذی ، کتاب الزھد ، باب منہ ، الحدیث :۲۳۱۷)

صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الاُمِّیُّ الکَرِیْم ، وَنَحْنُ عَلیٰ ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین .

آیت قرآنی کا مفہوم:

سورۃ فرقان کی ابتدائی تین آیات اور جناب نبی پاک ﷺ کا ایک ارشاد تلاوت کیا ہے،

جس میں اللہ رب العزت نے قرآن مجید کے نزول کے متعلق اور مقصدِ قرآن مجید کے متعلق اور توحید کے متعلق بیان کیا ہے اور خصوصاً اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی مشکل کشا نہیں ہے، فرمایا

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ سورة الفرقان ، آیت : ۱

مبارک ہے وہ ذات، جس نے قرآن مجید جیسی کتاب کو نازل کیا ہے، اپنے بندے یعنی رسول اکرم ﷺ پر، تاکہ لوگوں کو اس کتاب کے ذریعہ سے سمجھائے اور لوگ اپنا عقیدہ، اپنے اعمال، اپنی زندگی، اپنا نظریہ اس کتاب کے مطابق بنائیں۔

﴿ اَلَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ﴾ سورة الفرقان ، آیت : ۲

اسی کی بادشاہت ہے زمین و آسمان میں، اس کی کوئی اولاد نہیں ہے، اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

﴿ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴾ سورة الفرقان ، آیت : ۲

اور ہر چیز کو اللہ رب العزت نے پیدا کیا اور اس کو صحیح درست انداز میں رکھا ہے، جس جس عضو کو جہاں رکھنا تھا وہاں ناپ تول کر کے رکھا ہے۔

﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴾ سورة الفرقان ، آیت : ۳

لوگوں نے اللہ کے علاوہ کئی معبود بنا رکھے ہیں، حالانکہ سارے کے سارے معبود باطلہ ذرہ برابر بھی کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ تو خود پیدائش میں اللہ کے محتاج ہیں، اللہ ہی نے ان کو پیدا کیا ہے۔

﴿ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴾ سورة الفرقان ، آیت : ۳

ان لوگوں نے اپنی سمجھ کے مطابق اپنا معبود اور مشکل کشا بنا رکھا اور سمجھا ہوا ہے، حالانکہ وہ

معبود باطل اور مشکل کشا اپنی جانوں کے لئے بھی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں، چہ جائیکہ وہ دوسروں کو نفع اور فائدہ پہنچائے یا نقصان اور جن لوگوں کو اپنی سمجھ کے مطابق اپنا معبود بنایا ہوا ہے، وہ نہ موت کے مالک ہیں، نہ حیات کے مالک ہیں اور جب ہم ماردیں گے، تو میدان حشر میں جب اٹھایا جائے گا، اس اٹھنے میں بھی ہمارے محتاج ہیں۔

حدیث کا مفہوم:

جناب نبی کریم ﷺ کا جو فرمان تلاوت کیا ہے، اس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

" مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ " (سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب منه، الحدیث: ۲۳۱۷)

انسان کے اسلام وایمان کی اچھائی یہ ہے کہ فضول باتوں کو چھوڑ دے۔ یعنی عام گفتگو میں بھی جس گفتگو کا نفع نہیں ہے، وقت گذاری ہے، صحیح اسلام والا شخص ایسی گفتگو سے بھی احتراز کرتا ہے، چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ انسان جب گفتگو، یا کوئی کام کررہا ہو، مباح کام ہو، جو جائز ہو، اس میں سوچے کہ اس میں میرا دنیاوی فائدہ ہے، تو ٹھیک اور اخروی فائدہ ہے، تو اچھی بات ہے، لیکن اس گفتگو میں اور اس فعل میں، کام میں نہ دنیاوی فائدہ ہے اور نہ اخروی فائدہ ہے، بلکہ وقت کا ضیاع ہے، تو اس کو چھوڑ دے۔

جس چیز میں عقیدے کا نقصان ہے، آخرت کا نقصان ہے، یا دنیاوی نقصان ہورہا ہے، ہر حال میں اس کا چھوڑنا ضروری ہے، اس کے علاوہ انسان کی دنیاوی اور اخروی مکمل اور کامل کامیابی نہیں ہوسکتی کہ جب تک وہ ایسے جملے نہ چھوڑ دے، جن میں بدعت ہو، شرک ہو، گناہ ہو، گالی دینا ہے، عیب لگانا ہے، گناہ والی گفتگو ہے، ان کو چھوڑنا واجب اور ضروری ہے، تو اسی لئے اپنی گفتگو میں ایسا کوئی جملہ لانا جس میں کوئی شرک کا شبہ ہو جائے، تو ایک ایمان والے کے ذمہ فرض ہے، ایسی گفتگو ہرگز نہ کرے، ورنہ اگر ذرہ برابر بھی گفتگو میں شرک ہوگیا، اگر شرک خفی ہے، تو عمل خراب ہوگیا۔ اگر شرک جلی ہے (بڑا شرک) اللہ کی ذات میں، یا صفات میں، یا عبادات میں شرک ہوگیا، تو عقیدہ ہی ختم ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا، رسول اکرم ﷺ کی سواری پر پیچھے بیٹھتا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا اے غلام! میں نے کہا حاضر جناب! آپ ﷺ نے فرمایا میں آپ کو کچھ باتیں سکھانا چاہتا ہوں، ان کو یاد کرو، اللہ تیری حفاظت کرے گا۔

اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ

ہر وقت اللہ کو حاظر ناظر سمجھو کہ اللہ میرے ساتھ ہے، میرا ہر کام، ہر فعل وہ دیکھ رہا ہے، یہ عقیدہ ہو کہ ہر وقت اللہ تو دیکھ رہا ہے، جس کا عقیدہ یقینی ہے کہ اللہ مجھے دیکھے رہا ہے، وہ اچھے کام کرے گا، برے کام نہیں کرے گا، لیکن اگر کسی کا عقیدہ نہیں ہے، وہ تو کافر ہے، لیکن پھر بھی اللہ ہر جگہ حاظر و ناظر ہے، دیکھ رہے ہیں، وہ علیم بذات الصدور ہیں، تو فرمایا ہر وقت اللہ کو اپنے ساتھ رکھو، یہ نظریہ اور عقیدہ بنالو تو ہر وقت اپنے رب کو اپنی مدد کے لئے ہر گھڑی پاؤ گے۔ ہر مشکل میں اپنے اللہ کو اپنا مددگار پاؤ گے۔

وَ اِذَا سَأَلْتَ فَسْئَلِ اللّٰهَ ...... جب کچھ مانگنا ہو، کوئی چیز بھی تو صرف اللہ سے مانگنا۔

وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ...... اور اگر مدد مانگنی پڑے، تو صرف اللہ سے مدد مانگنا اور کسی سے مدد نہ مانگنا۔

" اِعْلَمْ اِنَّ الْاُمَّةَ لَاجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ "(رواہ ترمذی)

سنو! اگر پوری دنیا جمع ہو جائے اور کوئی نفع دینا چاہے، نفع نہیں دے سکتی، مگر اتنا ہی کچھ نفع ہوگا جو اللہ کی مرضی میں ہے، لوگ اپنی مرضی سے کچھ نہیں دے سکتے۔

" اِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَضُرُّوْكَ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ " (مسند احمد، مسند عبداللہ بن العباس، الحدیث: ۲۶۶۹)

اور اگر سارے جمع ہو جائیں اور تکلیف دینا چاہیں، تو تکلیف نہیں دے سکتے، مگر وہ پریشانی آئے گی، جو اللہ نے آپ کے لئے لکھی ہو گی۔ لوگ آپ کو تکلیف نہیں دے سکتے اگر اللہ نہ دینا چاہیں۔

اور سنو! یہ عقیدہ اور نظریہ ضروری ہے کہ سوال بھی صرف اللہ سے کرنا ہے...... مشکل کے

وقت بھی مدد صرف اللہ سے مانگنی ہے اور اللہ ہی کو حاظر ناظر اور مشکل کشا سمجھنا چاہیے۔ یہ عزم اور عقیدہ ہو تو پھر دنیا میں کبھی کوئی مشکل نہیں آئے گے، مشکل جب آئے گی، تو اس کا عقیدہ اس کو بتائے گا کہ یہ اللہ رب العزت کی طرف سے ہے اور ایمان والا ہر گھڑی اللہ کے فیصلے پر خوش ہوتا ہے۔ اور اگر اللہ کے فیصلے پر خوش نہیں ہے، تو اس کا ایمان صحیح نہیں ہے۔ راحت پر خوش ہوتا ہے اور مصیبت پر بھی راضی ہوتا ہے، اللہ سے مصیبت سے چھٹکارہ مانگ رہا ہے۔
ایک حدیث میں جناب نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے:

" اِذَا سَرَّتکَ حَسَنَتُکَ وَسَاءَ تکَ سَیِّئَتُکَ فَاَنْتَ مُؤمِنٌ "

(مسند احمد، حدیث ابو امامہ الباھلی: ۲۲۱۹۹)

اگر تجھے نیکی خوش کر دے اور اگر گناہ ہو گیا ہے اور گناہ پریشان کر دے پھر سمجھ لے کہ تو ایمان والا ہے۔

انسان جب کوئی نیک کام کرتا ہے، تو طبیعت خوش ہوتی ہے، تو یہ خوشی کسی کے سامنے نہیں بیان کرنی چاہئے اور جب کوئی غلطی یا گناہ ہو گیا، تو سب سے پہلے اس کو اپنا نفس متوجہ کرے گا کہ آپ نے یہ غلط کام کیا ہے، جب ایسی صورت آگئی، تو تیرے گناہ نے تجھے پریشان کیا اور تیری نیکی نے تجھے خوش کر دیا تو اب سمجھ لے کہ تو مؤمن ہے، تو ایمان والا ہے، اور اگر یہ مقام حاصل نہیں ہے، یہ فیصلے دل کے ہیں، اس کا دل فیصلہ کرے گا۔ جس کے پاس کچھ نیکیوں کی پونجی ہے، جس کا دل بیدار ہے، وہ دل فیصلہ کرے گا، نیکی پر خوش ہونے کا، گناہ پر غمگین ہونے کا اور جس کا دل گناہ کر کر کے سیاہ ہو چکا ہے، وہ کیا فیصلہ کرے گا، وہ تو مر چکا ہے، وہ مردود ہو گیا ہے، وہ دل صحیح توبہ اور ندامت اور گریہ زاری سے جاگے گا، بیدار ہو گا، ایک مقام میں جناب نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ حلاوتِ ایمانی محسوس کرنا یہ دل کا فعل ہے، اور اللہ کے رسول سے محبت یہ دل کا فعل ہے، شریعت سے محبت، اسلام سے محبت یہ دل کا فعل ہے اور کسی نیکی میں ایمان کی حلاوت محسوس کرنا یہ دل کا فعل ہے اور فرمایا کہ جب اس کا دل اللہ کی محبت سے بھرا ہوا ہے اور اللہ کے رسول کی محبت سے بھرا ہوا ہے، تو پھر اسلام کی ظاہری ہر ادا اس کو اچھی لگے گی اور ہر حکم اچھا لگے گا، گناہوں سے نفرت ہو گی، یہ دل جب اللہ اور اللہ کے رسول کی

محبت سے بھرا ہوگا اور حلاوت ایمانی محسوس کرے گا۔

دوستو! جب زبان بیمار نہیں ہوگی، تو اچھے کھانوں کے ذائقے بتائے گی اور جب زبان بیمار ہوگی، تو اسے شہد کڑوا لگے گا، جب انسان کی روحانیت بیمار ہے، مختلف بیماریوں کا شکار ہے، تو پھر وہ ایمانی ذائقہ کیسے بتائے گی؟ دل کا کام ہے ایمان کا ذائقہ بتانا، جب دل ہی روحانی امراض کا شکار ہے تو وہ کیسے ذائقہ بتائے گا۔

رنگ رلیوں کی زمانے پہ نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو باندازِ بہار آئی

یہ دنیا منقش سانپ ہے، ڈس جائے گا، سانپ بہت خوبصورت ہوتا ہے، لیکن اس کا زہر مہلک ہوتا ہے، سانپ کی جلد کے اوپر بڑے نقش ونگار ہوتے ہیں، لیکن اس میں زہر ہے، جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔ یہ دنیا منقش سانپ کی طرح ہے، یہ رنگین ہو کر سامنے آتی ہے اور جو اس میں مبتلاء ہوگیا، تو یہ زہر ہے، اسے ڈس دے گی اور روحانیت ختم ہو جائے گی، پھر اس کو نماز میں ذائقہ، مزہ اور سرور نہیں آئے گا اور نماز پڑھنے کو دل نہیں چاہے گا، مسجد کی طرف آنے کو دل نہیں چاہے گا، نیک کام کرنے کو دل نہیں چاہے گا۔

مشکل کشا اللہ ہی ہے:

تو بات یہ چل رہی تھی کہ سب کچھ اللہ رب العزت کرنے والے ہیں، آج ہمارا موضوع ہے ''مشکل کشا'' مشکلوں کا حل صرف اللہ سے ملتا ہے، وہ شخص جو اللہ کے علاوہ اپنی مشکلوں کا حل کسی اور سے تلاش کرے، وہ وقت ضائع کر رہا ہے، ایک تو عقیدہ خراب ہو رہا ہے اور ایک وقت ضائع ہو رہا ہے، شرک ہو رہا ہے، سب سے پہلے اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، مشکل میں انہوں نے اللہ کو پکارا، پھر اس کے بعد تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی طریقہ رہا ہے، خصوصاً حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کتنی مصیبت اور پریشانی آئی، زکریا علیہ السلام پر، تمام انبیاء پر دنیا میں آلام اور پریشانیاں آئیں، کسی چھوٹے نبی نے کسی بڑے نبی کو نہیں پکارا، اور کسی بڑے نبی نے یہ نہیں کہا کہ کچھ ہمارا اختیار بھی ہے، ہم خود

بھی اپنی مشکل کو دور کر سکتے ہیں، سب انبیاء علیہم السلام اللہ کو پکارنے والے ہیں اور رسول اللہ ﷺ بھی ہر گھڑی اللہ کو پکارنے والے ہیں۔

مشکل کا حل صرف اللہ کے پاس ہے:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جناب نبی پاک ﷺ کو جب بھی کوئی معاملہ پیش آیا، خواہ چھوٹا ہو، یا بڑا، فوراً آپ ﷺ نے وضو کر کے دوگانہ ادا کیے اور اللہ سے اس کا حل مانگا۔ امام الانبیاء اللہ رب العزت کے سوالی ہیں اور اللہ سے اپنی مشکل کشائی چاہ رہے ہیں۔ خلفائے راشدین اللہ سے مدد مانگ رہے ہیں۔

کسی نے حضرت علیؓ کو مشکل کشا مانا...... کسی نے حضرت حسینؓ کو ''یا حسین مدد'' کہہ دیا ...... کسی نے عبدالقادر کو ''یا عبدالقادر مدد'' کہہ دیا، یہ سب شرک ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یا کوئی اور اللہ کا ولی ہو، وہ ولی بعد میں ہے، ان سے اونچے صحابہ ہیں، سب صحابہ کرام نے اللہ رب العزت کو مشکل کشا مانا، ہر دعا میں بعض دفعہ نبی کا واسطہ دیا، یا نبی کے خاندان کا واسطہ دیا، حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں جب بارشیں نہیں آرہی تھیں، تو لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین ! آپ نماز استسقاء پڑھائیں، اس زمانے میں بادشاہ نماز استسقاء پڑھاتے تھے، یہ مسلمانوں کے بادشاہوں کی بات کر رہا ہوں، ہم بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے رہنے والے ہیں، تو حضرت عمرؓ نے نماز استسقاء پڑھا دی، پھر صف سے حضرت عباسؓ کو سامنے لائے اور بازو پکڑ لیا اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا اللہ! یہ وہ میدان ہے، جس میں آپ کے محبوب نماز استسقاء پڑھاتے تھے، بارش آجاتی تھی، آج وہ بظاہر ہمارے پاس نہیں ہے، لیکن آپ ﷺ کے چچا موجود ہیں، آپ کے چچا کا واسطہ دے کر آپ سے بارش کی درخواست کرتا ہوں، اے اللہ ! بارش عطا کر، بارش شروع ہوگئی۔

تو بات یہ ہے کہ اللہ سے مانگا جا رہا ہے، ہاں بعض دفعہ کسی نیک اعمال کا واسطہ جہاں تک ثابت ہے، وہاں تک رہنا چاہیے، اب ایسا نہیں ہے کہ درخت اور پتھر کا واسطہ دینا شروع کر دیا جائے۔ انبیاءؑ مقدس ہستیاں ہیں، ان کو ذرہ برابر شبہ نہیں ہے کہ اللہ رب العزت ہم سے

ناراض ہیں، وہ اللہ کے مقرب ہیں اور جو اللہ کے ولی ہیں، ان کے نام کے ساتھ قرآن میں کوئی آیت تو نازل نہیں ہوئی، کہ یہ اللہ کا ولی ہے، یہ میرا واقعتاً پکا ولی ہے، یہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ یہ اس کا ولی ہے یا کہ نہیں؟ کسی مخصوص اللہ کے ولی کا واسطہ دینا یہ جائز نہیں ہے، کیا خبر کون کس حالت میں ہے؟ وہ اللہ بہتر جانتا ہے، تو یہ سب اللہ رب العزت کے در کے سوالی ہیں۔

عجیب بات بتاؤں آپ لوگوں کو کہ جب بدر کی لڑائی ہوئی، تو اللہ کے نبی غزوہ بدر میں عریشہ (چھپر) کے نیچے تھے، اب وہاں مسجد بنادی ہے، جس کا نام مسجد عریش رکھ دیا ہے۔

البتہ اس طرح دعا مانگ سکتا ہے کہ یا اللہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے یا حضرات صحابہؓ اور جو تیرے نیک بندے ہیں ان کے واسطے سے میری دعا قبول فرما۔

میدان بدر میں آپ ﷺ اتنی لمبی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! میری اتنی ہی پونجی ہے، میں نے اتنے سال محنت کی ہے، ان لوگوں کا میں نے ایمان بنایا، عقیدہ بنایا، اعمال بنائے، ان کو ضائع نہ کرنا۔ اللہ سے دعا مانگی جارہی ہے، یہ تو اپنی جگہ پر ہے اور ادھر ابو جہل غلاف کعبہ کو پکڑ کر اپنی پارٹی کے ساتھ دعا کر رہا ہے، جب کہ وہ پکارنے والا بتوں کا لات، منات، عزیٰ کا وہ بھی اللہ کو پکار رہا ہے، بے ادبی سے لڑائی کرنے والا ہے، اسے بھی پتہ ہے، ایسی مشکل میں ہمارے بت کچھ بھی نہیں کر سکتے، نذرانے چڑھاتے ہیں، ان کو نہلاتے ہیں، ان کے سامنے مٹھایاں رکھتے ہیں، دیئے جلاتے ہیں، چراغاں کرتے ہیں، سجا سجا کر رکھتے ہیں، لیکن مشکل کے وقت اللہ کو پکارتے ہیں کہ اتنی بڑی مشکل ہے، یہ بت مشکل کو دور نہیں کر سکتے، اللہ رب العزت نے قرآن میں سورۃ انفال میں یہ بات نقل کی ہے:

﴿ وَ اِنۡ كَانَ هٰذَا هُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِكَ فَاَمۡطِرۡ عَلَيۡنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴾ سورة الأنفال ، آیت : ۳۲

رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مقابلے کے لئے نکلے، مشرکین مکہ، ابو جہل کی قیادت میں بیت اللہ کے قریب پہنچ گئے، وہ غلاف کعبہ کو پکڑ کر کہہ رہے ہیں

﴿ وَ اِنۡ كَانَ هٰذَا هُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِكَ فَاَمۡطِرۡ عَلَيۡنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴾ سورة الأنفال ، آیت : ۳۲

اے اللہ! یہ (یعنی محمد عربی ﷺ) اگر حق پر ہے، تو آپ اس معرکہ میں ہمیں زندہ نہ چھوڑنا، ہمارے اوپر پتھر برسا دینا، یا پھر عذاب ہم پہ نازل کر دینا۔ اس پر اللہ رب العزت نے فرمایا

﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ سورة الأنفال ، آیت :۳۳

نمک حرامی ہونے کی انتہاء:

میں یہ بات کر رہا ہوں کہ کافر ہے، مشرک ہے، نبی کے مقابلے میں لڑائی کے لئے آرہا ہے، لیکن وہ اس مشکل میں اللہ سے مانگ رہا ہے، ہمارے ہاں تو عجیب بات یہ ہے کہ نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں، دین کو بھی مانتے ہیں، حج بھی کرتے ہیں، زکوۃ بھی ادا کرتے ہیں، ظاہراً مسلمان بھی ہیں، لیکن جب مشکل ہو جائے، یا مشکل پیش آجائے، تو غیر اللہ پر نظرانے چڑھاتے ہیں، غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں، پھر بھی مسلمان ہیں، ان میں اور ہم میں تو فرق ہوا۔ مشرکین مکہ کا تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ عنکبوت میں ذکر کیا ہے کہ جب وہ مشکل میں پھنس جاتے ہیں، تو پھر وہ لات، منات، عزیٰ سب کو بھول جاتے ہیں۔

﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ سورة العنكبوت ، آیت :۶۵

یہ مشرکین مکہ کی بات ہو رہی ہے، کہ اے دنیا والو! نبی کی جماعت کے مقابلے میں جو جماعت لڑائی کے لئے آئی، ان کی بات کر رہا ہوں، کشتی میں بیٹھ گئے، کشتی پھنس گئی، مشرکین کو یہ بات پتہ تھی کہ بچانے والا ''لات'' نہیں ہے، ''منات'' نہیں ہے اور نہ ہی ''عزیٰ'' ہے، خالص اللہ رب العزت کو پکارنے والے بن گئے۔

پاکستانیو! مسلمانوں کی کشتیوں کو پار لگانے والا کون ہے؟ (اللہ ہی) اللہ ہی مشکلیں دور کرنے والا ہے...... انبیاء اور اولیاء سب اسی کے در کے سوالی ہیں ...... حاجت روا بھی وہی ہے...... مشکل کشا بھی وہی ہے...... اور اس کو کسی وقت بھی اونگھ نہیں آتی ...... ہر وقت سائلین

اور محتاجوں کی سننے والا ہے...... جب مشکل میں مشرکین مکہ نے اللہ ہی کو پکارا ﴿فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ﴾ جب ہم نے نجات دی، خشکی کے راستے کی طرف پہنچ گئے، تو ﴿اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ پھر شرک کرنے لگے، کتنے نمک حرامی ہیں، کشتی جب موجوں میں پھنسی، تو مجھے پکارنے لگے اور جب میں نے نجات دے دی، تو پھر نذرانے غیر اللہ کے نام پر چڑھانے لگے، شرک کرنے لگے۔

تو بات یہ ہے دوستو! ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اٰلِهَةً﴾ لوگوں نے اللہ کے علاوہ کئی الہ بنا لئے ہیں، اللہ کا یہ احسان ہے کہ ہمیں صرف اپنے در کا سوالی بنایا ہے، یہ بہت بڑا احسان ہے، کس کس کے دروازے پر ہم جاتے؟ اور کس کس کو خوش کرتے؟ آج کل تو تنخواہیں اتنی نہیں ہیں اور مہنگائی ہے، کتنوں کو نذرانے دیتے، پھر بھی مسائل حل نہ ہوتے، یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہے کہ اپنے در کا سوالی بنایا ہے اور اس سے سب کچھ ہوتا ہے، جب شرک کرتا ہے تو پھر دل بیمار ہو جاتا ہے، روحانیت فوت ہو جاتی ہے، پھر معبودان باطلہ میں سے ایک پر اکتفاء نہیں کرتا ،، انہوں نے اللہ کے علاوہ کئی معبودان کو الہ بنا لیا کہ یہ پاؤں کے درد کو ٹھیک کرنے والا ہے ، یہ بازو کے درد کو ٹھیک کرنے والا ہے، یہ اولاد دینے والا ہے، یہ صحت دینے والا ہے، بھلے پیر صاحب خود بھی نہ اٹھ سکتا ہو۔

کئی معبود بنا لئے۔ ﴿لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ﴾ کن کو معبود بنا رہے ہو، وہ تو ذرہ برابر بھی کوئی چیز نہیں بنا سکتے ہیں، وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں، کسی نے حضرت عیسیٰؑ کو الہ کہہ دیا اور کسی نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا کہہ دیا، تم بتوں کو کیسے معبود بناتے ہو؟ یہ تو خود پیدا نہیں ہوئے، میں نے خود ان کو پیدا کیا ہے ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا﴾ اپنے لئے بھی نفع نقصان کے مالک نہیں، ﴿وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾ جن کو تم پکار رہے ہو اپنی موت کے، اپنی حیات کے، اور میدان حشر میں دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کے خود مالک نہیں، یہ قرآن مجید اعلان کر رہا ہے کوئی مشکل کشا نہیں۔

انبیاءؑ نے کس کو پکارا؟

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سوچنا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے کس کو پکارا؟ سورۂ جن

میں رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کو قرآن نے ذکر کیا ہے، فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴾سورۃ الجن: ۲۰

اے نبی! آپ فرما دیجئے میں اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں، اس کے علاوہ کسی کو نہیں پکارتا اور میں اپنے رب ہی کی طرف تم کو دعوت دیتا ہوں، نہ کوئی معبود اللہ کے علاوہ ہے، اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔ اور اس کے ساتھ ذرہ برابر بھی کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، یہ عقیدہ رسول اللہ ﷺ اپنا بیان کر رہے ہیں، گویا پہلے مبلغ اپنا عقیدہ بیان کرے کہ میں اس عقیدہ پر ہوں، میں حیران ہوتا ہوں، اپنے ان مقتدیوں پر بعض دفعہ مجھے دعوت دیتے ہیں کہ آج ہمارا چالیسواں ہے، آپ آئیں اور دعا کروائیں، آج تک یہ نہیں سمجھے کہ ہمارے امام صاحب کا نظریہ کیا ہے؟ جمعہ کے دن پہلے آتے، تو کچھ سنتے، آپ تو پہلے آتے ہیں اور سنتے ہیں، بعض تو آخر میں ٹکر لگانے والے ہوتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ کب جمعہ کا بیان ختم ہوگا، بس اس کا انتظار کرتے رہتے ہیں، پہلے آتے، قرآن سنتے، ان کو فائدہ ہوتا اور معلوم ہو جاتا کہ ہمارے امام کا عقیدہ کیا ہے؟

سنو مکہ والو! مدینہ والو! جن وانس! رہتی دنیا تک تمام آنے والے انسانوں اور جنوں سنو!

﴿ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴾سورۃ الجن: ۲۱

اے نبی! فرما دیجئے کہ میں ذرا برابر بھی تمہیں نقصان دینے کی قدرت نہیں رکھتا، اور تمہیں مجبور کر کے ہدایت پر لانے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ہاں ہدایت کی دعاء یا سرکشوں کے لئے بد دعاء کر سکتا ہوں اور نبی کی دعاء اور بد دعاء رد نہیں ہوتی، لیکن نقصان کے فیصلے اللہ کی طرف سے آتے ہیں، میں اگر نقصان دینے پر آؤں، تو اللہ کے فیصلے کے بغیر نہیں دے سکتا۔ فرمایا

﴿ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ﴾سورۃ الجن، آیت: ۲۲

اے نبی! آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے عذاب سے اللہ کے علاوہ مجھے بھی کوئی نہیں بچا سکتا نبی پاک ﷺ بیان فرما رہے ہیں کہ بالفرض والمحال اللہ کی پکڑ میں میں بھی آ جاؤں، تو مجھے بھی اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا، ایسا ہوگا نہیں، لیکن ہمیں سمجھانا مقصود ہے۔

﴿ وَلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴾سورۃ الجن، آیت: ۲۲

اور اللہ کے علاوہ میری کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

﴿اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ﴾سورۃ الجن ،آیت:۲۳

میرے ذمہ اللہ نے یہ کام لگایا ہے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی توحید سناؤ اور اپنی رسالت کا اعلان کروں اور یہ بتاؤں کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں مجھ پر ایمان لاؤ۔

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾سورۃ الجن ،آیت:۲۳

جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کی ،سن لو! اس کا ٹھکانا دائمی جہنم ہے، جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کی بات کو نہ مانا، تو بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ میں تمہارے نقصان کا مالک نہیں ہوں، اللہ کے پاس ہے سب کچھ اور میں بھی اللہ سے مانگتا ہوں۔

سورۃ عنکبوت میں فرمایا:

﴿اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا﴾سورۃ العنکبوت ، آیت: ۱۷

تم پکارتے ہو، اللہ کے علاوہ بتوں کو اور بدبختو! تم جھوٹ بولتے ہو کہ یہ تمہارے مشکل کشا ہیں ،یہ کیا مشکل کشا ہیں ؟ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں عصاء (لاٹھی) تھی اور مشرکین مکہ نے بیت اللہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت لائن میں رکھے ہوئے تھے، لات ، منات تو بڑے تھے ، چھوٹوں کی بھی لائین لگی ہوئی تھی ، فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ مطاف میں اترے اور اپنے عصاء مبارک کے ذریعے یوں اشارہ کرتے گئے ،کسی بت کی پیشانی پر آپ کی لاٹھی لگتی تھی اور کسی کی گردن پر، جس بت کی پیشانی پر جناب نبی پاک ﷺ کی لاٹھی لگتی تھی ، وہ پیچھے گرتا تھا اور جس بت کے پیچھے لاٹھی لگتی تھی ، وہ سجدہ کے بل گرتا تھا، اور رسول اللہ ﷺ اعلان فرما رہے تھے کہ یہ نفع نقصان کے مالک نہیں ، یہ پتھر ہیں ، معبود نہیں، معبود اور مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ ذات میں اور نہ صفات میں، نہ عبادات میں۔

﴿اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا﴾سورۃ العنکبوت ۱۷

تم نے اللہ کے علاوہ بتوں کو اپنا معبود سمجھا﴿وَ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا﴾ جھوٹ بولتے ہو بدبختو! یہ معبود نہیں، بلکہ یہ پتھر ہیں﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾تم جو اللہ کے علاوہ جن کو پکارتے ہو ﴿ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا ﴾وہ تمہیں رزق دینے کے مالک نہیں

﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ سورۃ العنکبوت ، آیت : ۱۷

صرف اسی ذات سے رزق مانگو، اسی کی عبادت کرو، اس کی نعمتوں پر شکر بجالاؤ اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائیگا، حساب کتاب کے وقت اور پھر اس وقت پوچھ ہوگی کہ کیا عقیدہ اور کیا نظریہ بنا رکھا تھا؟

ایک اور مقام پہ فرمایا:

﴿ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ﴾سورۃ یونس:۱۸

تم بھی اللہ کے علاوہ جن کو پکارتے ہو، وہ نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں، تو مشرکین کہتے ہیں:

﴿ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾سورۃ یونس :۱۸

ہم ان قبروں کی ڈھیریوں پر، ان پتھروں کے پاس اس لئے جاتے ہیں، کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کریں گے۔ فرمایا

﴿ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ﴾سورۃ یونس، آیت :۱۸

کیا یہ تم اللہ کو بات بتا رہے ہو، جو اللہ نے قرآن میں اور نبی نے حدیث میں بیان نہیں کیا کہ یہ معبودان باطلہ سفارشی ہیں، گویا کہ آج تم بتا رہے ہو، سنو لوگو!

﴿ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾سورۃ یونس ، آیت :۱۸

کہ اللہ پاک ہیں۔ اللہ ان تمام چیزوں سے مبراء اور منزہ ہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، ہر لحاظ سے ہر آن وہی مشکل کشا ہے ۔۔۔ انبیاءؑ اسی سے سوال کرتے ہیں، دیکھو! حضرت زکریاؑ اسی یا پچاسی سال میں اللہ سے بیٹا ۔۔۔ ہے ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کی توحید پر مبنی نصیحت :

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بیٹے عبدالوہاب کی بات بتا رہا ہوں، کہ جب شیخ عبدالقادر جیلانی مرض الوفات میں تھے، تو بیٹا قریب آیا، تو کہا ابا جی آخری وقت لگتا ہے، کوئی نصیحت فرما دیجئے۔ فرمایا عبدالوہاب نصیحت سنو!

" فیقع علی ان لا حقیقة الا اللہ "

یہ نظریہ بنانا کہ سب کام بنانے والا اللہ کے علاوہ کوئی نہیں، حرکت، سکون، موت، حیات، عزت، ذلت تمام چیزیں سب کچھ اللہ رب العزت کے قبضہ قدرت میں ہیں اور اس کے ساتھ ذرہ برابر بھی شرک نہ کرنا، ورنہ اللہ پاک ناراض ہو جائیں گے۔

علامہ ابن قیم کے توحید پر مبنی عجیب اشعار:

اور علامہ ابن قیمؒ نے عجیب بات کہی، اس کے دو شعر ہیں کہتے ہیں

اذا عـــرتک بـلـیـةٌ فـــاصـبـــر لهـــا

صـبـــرا کـــریــمـــا انـــہ بک اعـلـم

جب تیرے اوپر کوئی پریشانی آجائے، مصیبت آجائے صرف اللہ ہی کو پکارنا، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، وہ مصیبت کے سبب کو جانتا ہے، تجھ سے بھی زیادہ تجھ پر آنے والی مصیبت کو وہ جانتا ہے، اس لئے کہ بھیجنے والا وہ ہے، تو پھر دور کرنے والا بھی وہی ہوگا۔

اور آگے فرمایا:

و اذا شـــکـــوت الـــی ابـــن آدم انـــمـــا

تـشـــکـــوا الـــرحـیـم الـی الـذی لا یـرحـم

جب تو شکوہ لے کر جائے گا اللہ کے کسی بندے کے پاس، اے فلاں بزرگ! میری مصیبت کو دور کر...... قبروں پر جائے اور نذرانے چڑھائے ...... منتیں غیر اللہ کے نام پر مانے، جب اپنی مصیبت کی رہائی کیلئے اللہ کے علاوہ کسی اور کے دروازے پر جائے گا، تو سن لے کہ

تو ایسے شخص کے پاس جا کر اپنی مصیبت کی رہائی چاہ رہا ہے، جو اپنے اوپر بھی رحم کرنے کا مالک نہیں، وہ تیرے اوپر کیا رحم کرے گا۔

شیخ فریدالدین کی توحید پر مبنی نصیحت:

او پاکستان والو! شیخ فریدالدینؒ کی بات کو نقل کر کے بات ختم کرتے ہیں، یہ ان اللہ کے ولیوں کی بات کر رہا ہوں، جن کی قبروں پر آج مجاوروں نے نذرانے بٹورنے کے لئے مزار بنائے ہوئے ہیں۔ فرمایا:

بندگان را نیست ناصر جز الہ
یاری از حق خواہ از غیراش مخواہ

بندوں کے لئے اللہ کے علاوہ کوئی مددگار نہیں ہے، یاری صرف اللہ سے لگانا پھر فائدہ ہوگا، اللہ کے علاوہ کسی سے یاری نہ لگانا اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

ازخدا خواہ ہر چہ خواہی اے پسر
نیست در دست خلائق خیر، شر

اے لڑکے! ہر چیز ہر وقت اللہ ہی سے مانگنا اللہ کے علاوہ کسی سے نہ مانگنا، اس لئے کہ مخلوق کے ہاتھوں میں اللہ نے خیر و شر نہیں رکھی، اللہ رب العزت نے اپنے قبضے میں رکھی ہے

......وہی مالک الملک ہے۔

......وہی داتا ہے۔

......وہی معبود بننے کا اور کہلانے کا اہل ہے۔

......وہی حاجت روا ہے۔

......وہی مشکل کشا ہے۔

......وہی ہر وقت، ہر کسی کی بات سننے، قبول کرنے والا اور اپنی نعمتیں دینے والا ہے۔

......وہی بیماری سے شفاء دینے والا ہے۔

......وہی مصیبت زدہ کو صبر عطا کرنے والا ہے۔

......وہی اور اس صابر کو ثواب دینے والا ہے۔

......اور پھر وہی مصیبت دور کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو درست عقیدہ نصیب فرمائے اور اللہ رب العزت ہمیں دین کی سمجھ اور عمل کی توفیق دے۔

"......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ......"

(۱۵) اللہ ہی کے لئے نذر ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ . اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الانْبِیَآ ءِ وَعَلیٰ آلِہ وَ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوفُوْا عَھْدَہ اَلَّذِیْنَ ھُمْ خُلاصَۃُ العَرَبِ العَرْبَآءِ وَخَیْرُ الخَلائِقِ بَعْدَ الاَنْبِیَآءِ .اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّ لَا سَائِبَۃٍ وَّ لَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ وَّ لٰکِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَ اِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْہِ آبَاءَ نَا اَوَلَوْ کَانَ آبَاؤُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّ لَا یَھْتَدُوْنَ﴾سورۃ المائدۃ ،آیت :۱۰۳، ۱۰۴

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ نَذَرَ اَنْ یُطِعَ اللّٰہَ فَلْیُطِعْ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ یَعْصِ اللّٰہَ فَلا یَعْصِیْہِ .(معرفۃ السنن والآثار ، بیہقی الحدیث :۵۸۲۹)

صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیْم وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الاُمِّیُّ الکَرِیْم ، وَنَحْنُ عَلیٰ ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین .

تمہید:

سورۃ مائدہ دو آیات کریمہ اور جناب نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد تلاوت کیا ہے، جس میں

یہ بتایا گیا ہے کہ غیر اللہ کے لئے نذر نیاز ماننا دینا جائز نہیں ہے، نذر یعنی جو بھی صدقہ دیا جاتا ہے، وہ صرف اللہ کے نام پر دیا جائے اور اس کے بعد اس کا ثواب جس کو بھی دینا چاہے اسے دے سکتا ہے، زمانہ جاہلیت میں جہاں کفر و شرک نے عروج پکڑا ہوا تھا، اسی طرح معاشرتی زندگی بھی رسوم اور اس طرح کے خرافات کے اندر مبتلا ہو کر بگڑی ہوئی تھی، جناب نبی کریم ﷺ کے مبعوث ہونے سے چار سو سال پہلے حجاز میں شرک اور بدعت شروع ہوئی، حضرت ابراہیمؑ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ڈیڑھ ہزار سال تک یہ قوم توحید پر رہی، ملت ابراہیمی پر پابندی سے عمل کرتی رہی، شرک خصوصاً بتوں کی عبادت کے لحاظ سے انہیں کچھ علم نہیں تھا۔

خطہ حجاز میں شرک کی ابتداء:

جناب نبی اکرم ﷺ کے مبعوث ہونے سے چار سو سال پہلے یہ قوم شرک کے اندر مبتلا ہوئی اور وہ شخص جو شرک کا سبب اور داعی بنا، حدیث میں اس کا نام عمر ابن لحی بتایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس شخص کو جہنم کے اندر اپنی آنتڑیاں کھینچتے ہوئے دیکھا کیونکہ یہ شخص مکہ مکرمہ میں، خطۂ حجاز میں بت پرستی کرنے کا موجد بنا ہے۔

یہ کسی ایسے علاقے میں سفر کے لئے گیا، جہاں لوگ بتوں کی عبادت کر رہے تھے، عرس لگا ہوا تھا، میلہ لگا تھا، اور بتوں کے سامنے جھک رہے تھے، اس شخص کو یہ بات اچھی لگی، اس نے سارا طریقہ سمجھا اور سیکھا، اور وہاں سے ایک بت بھی ساتھ لیکر آیا، مکہ مکرمہ میں اس کو ایک مخصوص جگہ پر نصب کیا اور لوگوں کو دعوت دینے لگا کہ اس طریقے سے میں نے قوموں کو دیکھا ہے، وہ بتوں کے سامنے یوں جھکتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں، میں بھی بت لیکر آیا ہوں، اس کے سامنے یوں جھکا کرو، یوں سجدہ کیا کرو، اور پھر نذر و نیاز ان بتوں کے نام کرنے لگے، جیسا کہ اس آیت کے اندر قرآن مجید نے ذکر فرمایا:

﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا

وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ﴾ سورۃ المائدۃ، آیت: ۱۰۳۔ ۱۰۴

حضرت اکثم کا ذکر:

ایک صحابی ہیں حضرت اکثمؓ، ان سے ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ فرمانے لگے: اکثم تمہاری شکل عمرابن اللحیٰ سے ملتی ہے، جو مکہ مکرمہ میں خطہ حجاز میں بت پرستی کا موجد بنا، جس کو میں نے جہنم کے اندر اپنی انتڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے، تمہاری شکل اس سے ملتی ہے، یہ صحابی پریشان ہو گئے اور عرض کیا اللہ کے رسول! وہ جہنمی ہے، تو میری شکل اس کے ساتھ ملتی جلتی ہے، تو کہیں میں بھی جہنم میں نہ چلا جاؤں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اکثم! آپ جنتی ہیں اور عمرابن اللحیٰ جہنمی ہے۔

جنس باہم جنس کند پرواز:

میں یہ بتا رہا تھا کہ عمرابن اللحیٰ نے بت پرستی کو رواج دیا اور پھر آہستہ آہستہ لوگ شروع ہو گئے، گندی چیز کے پھیلانے میں اتنی زیادہ محنت کی ضرورت نہیں ہوتی، ادھر بھی گند بھرا ہوا ہے اور سامنے بھی گند ہے، تو گند گند کی طرف جلدی جاتا ہے، اچھی چیز کو پھیلانے کے لئے محنت درکار ہوتی ہے اور محنت مسلسل ہونی چاہیئے، ایک دن کی محنت نہیں، بلکہ مسلسل کرنی پڑتی ہے۔

پنڈی اسلام آباد والوں کو بہت تجربہ ہے، جہاں گند کے ڈبے پڑے ہوئے ہوں اور وہاں سے گاڑی گزر جائے، تو کتنی بدبو آتی ہے، حالانکہ وہ دور ہوتے ہیں، بدبو خود پھلتی ہے، گند خود پھلتا ہے، بس تھوڑی سی بے احتیاطی کی ضرورت ہے، خوشبو بڑی نفیس چیز ہے، بڑی محنت سے حاصل ہوتی ہے اور ذرا منافی (ضد) چیز آ جائے، تو خوشبو زائل ہو جائیگی، عمدہ سے عمدہ عطر لگا دے، اوپر سے گندی چیز لگا دے، عطر کی خوشبو ختم ہو جائیگی، قیمتی سے قیمتی نیکی بھی کرے، مشکل سے مشکل مجاہدے والی نیکی کرے، جیسے ہی گناہ کر دیا، وہ قیمتی نیکی ضائع ہو جائے گی۔

خود ساختہ معبود:

تو بات یہ کر رہا ہوں عمرابن اللحیٰ یہ مکہ مکرمہ، حجاز میں بت پرستی کا موجد بنا اور پھر نذر نیاز

بھی لوگوں کو بتانے لگا، کہ ان بتوں کے نام پر ہی دینا شروع کر دو، انہوں نے قرآن مجید میں بتایا کہ ہم نے انہیں یہ نہیں کہا تھا، بلکہ انہوں نے یہ اپنی طرف سے شرک کیا ہے:

﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾سورة المائدة، آیت: ۱۰۳، ۱۰۴۔

اللہ نے نہیں بتایا بحیرہ کے بارے میں، نہ سائبہ کے بارے میں، نہ وسیلہ کے بارے میں اور نہ حام کے بارے میں، لوگوں نے یہ جھوٹی باتیں اپنی طرف سے گڑھ لی ہیں، کہنے لگے کہ اللہ بھی اسی طرح راضی ہے، اکثر لوگ حقیقت حال کو نہیں سمجھتے ہیں۔

بحیرہ کی حقیقت اور مشرکین کا نظریہ:

اللہ نے کوئی چیز بحیرہ نام کی نہیں بتائی، یہ بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں، جو دس مرتبہ بچے جنے اور ہر مرتبہ نر بچہ پیدا کرے، تو دسویں مرتبہ جب یہ نر بچہ پیدا کرے، تو بتوں کے نام پر اس کو وقف کر دیتے تھے، اس کے دودھ کو بھی وقف کر دیتے تھے اور بعض دفعہ کانوں کو چیر دیتے تھے، تا کہ علامت ہو کہ یہ خاص ہے اور ہر کوئی پہچان لے کہ یہ علامت لگی ہوئی ہے، یہ سب شرک ہے، جس کو قرآن مجید نے پانچویں پارے کے آخری پاؤ میں ذکر کیا ہے فرمایا

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ، اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا وَّ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ، لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ، وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ،

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ، اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا﴾سورۃ النساء ،آیت ۱۱۶،۱۲۱:

فرمایا جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھراتے ہیں اور اسی شرک کی حالت میں دنیا سے چلے گئے، ان کی مغفرت نہیں ہوگی ، خاص شرک اللہ کے اختیارات کسی کے لئے ثابت کرنا، اللہ کی صفات کو کسی غیر اللہ میں ثابت کرنا، یہ بھی شرک ہے، یا یہ کہ انسانی حاجات ضروریات اللہ کے لئے ثابت کرنا، جیسا کہ اللہ کا بیٹا، یہ بھی شرک ہے اور اللہ کے علاوہ کسی کو مشکل کشا سمجھنا، کسی کو حاجت روا سمجھنا، دستگیر سمجھنا، داتا سمجھنا، بچے دینے والا سمجھنا، مشکلیں دور کرنے والا سمجھنا، درد دور کرنے والا سمجھنا یہ اللہ کی صفات میں غیر اللہ کو شریک کرنا ہے اور یہ شرک جلی ہے، انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

داتا صرف اللہ:

لاہور میں ٹانگے والے نعرہ لگاتے ہیں داتا دربار ، یہ غلط ہے ،داتا صرف اللہ ہی ہے، باقی تو سارے فقیر ہیں، دنیا کے سب سے بڑے انسان انبیاءؑ ہوتے تھے اور وہ اللہ کے در کے سوالی ہوتے ہیں، کون مخلوق ایسی ہے، جو لوگوں کو کچھ دے سکے؟ وہ تو خود اللہ کے در کے سوالی ہوتے ہیں، یہ عقیدہ ہی غلط ہے، اس سے اللہ کتنے ناراض ہوتے ہوں گے۔

میں لاہور میں ہسپتال میں گلا چیک کرانے گیا تھا، وہاں باہر ٹانگے والے داتا دربار کا نعرہ لگا رہے تھے، کہ ادھر کسی نے جانا ہے، تو آؤ، ایک ٹانگے والا عجیب آدمی تھا، وہ نعرہ لگا رہا تھا کہ داتا صرف اللہ ہی ہے، میں حضرت علی ہجویری صاحبؒ کی قبر کی طرف جا رہا ہوں، جس نے جانا ہے، ساتھ بیٹھ جائے ،اللہ کا نظام ہے نا، جہاں گند ہوتا ہے، وہاں اللہ اپنا نمائندہ بھیج دیتا ہے، جس کو سمجھنا ہو، وہ سمجھ سکتا ہے۔

شرک کی معافی نہیں:

فرمایا اللہ کو شرک برداشت نہیں ہے، خواہ اللہ کے اختیارات کو غیر اللہ کے لئے ثابت کرے

،یا انسانی ضروریات کو اللہ کے لئے ثابت کرے، جیسے لوگوں نے کہا عیسیٰ ابن اللہ، بیٹا انسان کی احتیاج ہے اور انسان محتاج ہے، اگر اولاد نہ ہو، تو یہ پریشان رہتا ہے، کاش کہ اولاد ہو جائے، اللہ تو

﴿لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ﴾

سورۃ الاخلاص، آیت :۳، ۴

اس کی کوئی رشتہ داری نہیں، اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا، تو اگر کوئی اللہ کے لئے بیٹا ہونا، یا باپ ہونا ثابت کرے، تو اللہ کے ساتھ تشبیہ کر رہا ہے ،یہ بھی شرک ہے، یا اللہ کے اختیارات کو غیر اللہ کے ساتھ ملا رہا ہے، یہ بھی کچھ کر لیتے ہیں۔

فقیروں کو پیدا کیوں کیا؟

بعض عجیب بات کرتے ہیں، اچھا جی یہ پیر فقیر کچھ نہیں کر سکتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے بنائے کیوں ہیں؟ یہ کوئی بات ہے، اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے، اللہ نے ان کو مددگار نہیں بنایا، کوئی بندہ شراب پیئے اور اسے کوئی کہے شراب کیوں پیتے ہو، اسے تو حرام قرار دیا ہے، تو کہتا ہے، یہ کیا بات ہوئی، پھر اللہ نے شراب کو کیوں پیدا کیا؟ اور کیوں بنایا ہے؟ کسی کو گندہ حرام گوشت کھانے سے منع کرو، تو وہ کہے کہ یہ کیا بات ہوئی، اللہ نے ان بلیوں اور کتوں کو کیوں پیدا کیا ہے؟ یہ تو کوئی بات نہیں، یہ تو اللہ نے عقائد اور معاشرت کی رہبری کے لئے آسمانی علوم نازل کئے اور پھر پیغمبر جیسی ہستیاں بھیجیں، کہ ان کی رہبری میں چلو، کچھ حلال چیزیں ہیں اور کچھ حرام چیزیں ہیں، ان دونوں کا امتیاز کر کے چلو، حلال کو اپناؤ اور حرام سے اجتناب کرو، یہ آزمائش ہے، ممنوعات یہ آزمائش ہیں، اس لئے جو ہماری منع کی ہوئی چیزوں سے جو رک گیا، وہ کامیاب ہو گیا اور ممنوعہ اشیاء مضر صحت ہوتی ہیں، تو فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا﴾سورۃ النساء :۱۱۶

دربار کے ملنگ اور بلیاں:

آگے شیطان کے بارے میں بتایا کہ یہ ملعون ہے اور شیطان کہہ رہا ہے میں لوگوں کو گمراہ کروں گا، شیطان کہتا ہے کہ میں لوگوں کی ایسی تربیت کروں گا، یہ جانوروں کان کاٹیں گے ،اب بھی لوگ کاٹتے ہیں، اس وقت بھی مشرکین مکہ جس اونٹنی کے دس بچے پیدا ہوتے ہوں اور دسواں بھی نر پیدا ہو، تو اس کو پھر وقف کر دیتے تھے، بتوں کے نام پر اور پھر اس کا دودھ بھی نہیں پیتے تھے، گوشت بھی نہیں کھاتے تھے، کان کاٹ دیتے تھے، علامت کے طور پر کہ جدھر بھی یہ اونٹنی جائے ،تو معلوم ہو کہ یہ اونٹنی خاص ہے، جیسے پنجاب میں شاہ دولے شاہ کے ملنگ ہیں، ان سے تھاپڑا لگوانا ہے، اونٹنی جا رہی ہے، برکت کے لئے اس کو سلام کرنا ہے، اس کو راستہ دینا ہے، اس طرح لوگ کہتے تھے، اب بھی ہندو لوگ اس طرح نذر مانتے ہیں، گائے کو وقف کر دیتے ہیں، وہ گائے خوب پلی ہوئی ہوتی ہے اور نہ اس سے دودھ نکالنا ہے اور نہ بچے پیدا کرنا ہے، آپ مزاروں پہ جائیں اور دیکھیں کہ بلیاں کتنی پلی ہوئی ہوتی ہیں، اس لئے کہ ادھر ادھر جانے کی ضرورت نہیں ہے، یہ روزانہ کے نذرانے کھا کے موٹی تازی ہو جاتی ہیں، وہاں کے مجاور اور ملنگ بھی موٹے تازے ہوتے ہیں

شیطان کہتا ہے اے اللہ! آپ کی مخلوق کی ایسی تربیت کروں گا، پھر یہ اپنی بھی تخلیق کو تبدیل کریں گے، وضع قطع میں مرد عورت کی طرح چلے گا اور عورتیں مردوں کی طرح چلیں گی اور لباس پہنیں گیں اور بال بنائیں گیں۔

﴿ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللهِ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴾سورة المائدة ،آیت : ١١٩

دوستو! یہ دو راستے ہیں: (١) ایک رحمانی راستہ ہے۔ (٢) اور ایک شیطانی راستہ ہے۔ ان دونوں میں ازل سے یہ جنگ ہے، جیسے اقبال مرحوم نے فرمایا:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بو لہبی

جو شیطان کے راستے پر چلا، وہ دھوکا ہی دھوکا ہے اور رحمانی راستے میں کامیابی ہی کامیابی ہے۔

سائبہ کی حقیقت:

ولا سائبۃ: لوگ اپنی کوئی نذر مانتے تھے کہ میرا بیٹا پیدا ہوا، تو میں یہ والی اونٹنی فلانے بت کے نام پر وقف کر دوں گا، یا اونٹ یا کوئی اور جانور وقف کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں ﴿ولا سائبۃ﴾ یعنی ہم نے تو ایسا کوئی حکم نہیں کیا، بلکہ یہ شرک ہے، غیر اللہ کے نام پر چیز کو وقف کر دینا، میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں، ان کے بچے جب بیمار ہوتے ہیں، تو انہیں مزار پر لاتے ہیں، پھر گنج کرواتے ہیں اور تھوڑے سے بال اوپر سے چھوڑتے رہتے ہیں، اور پھر خاص موقع پر آ کر ان بالوں کو کٹوا دیتے ہے، بکرا دیتے ہیں، یا دیگ دیتے ہیں، یہ شرک ہے۔

جب بھی نذر مانی جائے، وہ اللہ ہی کے لئے ہے اور جدھر بھی آپ دیں گے، ادھر ہی وہ نذر پوری ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، وہ ہر کسی کی سنتا ہے، مخصوص جگہ میں جا کر ذبح کرنا کہ ہماری حویلی میں خون بہانا ہے، یہ بکرا صدقہ کرنا ہے، اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں اور فلانے مزار پر جا کر دینا ہے، یہ شرک ہے۔

کفار کیساتھ تشبیہ بھی جائز نہیں:

حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب نے معارف القرآن میں لکھا ہے کہ اگر کوئی مزاروں پر جا کر اللہ کی رضا کے لئے بکرا ذبح کرتا ہے اور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھتا ہے، تب بھی غلط ہے، کیونکہ دیکھنے والا کیا سمجھے گا کہ مزار کے قریب آ کر کیوں ذبح کر رہا ہے؟ تشبیہ ہوگی، اس میں تشبیہ بھی برداشت نہیں، حدیث میں آتا ہے:

"مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" (سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، الحدیث: ۴۰۳۱)

جس نے اپنی وضع قطع ایسی بنائی، جو کفار کی ہے، یہ برداشت نہیں ہے، کافر نہیں ہے، مسلمان بڑی محبت والا ہے، یہ نظمیں بھی پڑھتا ہے، نعتیں بھی پڑھتا ہے، نعرہ بھی لگاتا ہے،

دکھیں بھی دیتا ہے، لیکن وضع قطع میں ایسا ہے جیسا کافر ہوتا ہے۔

یارب تیرے محبوب کی شباہت لیکر آیا ہوں:

اور اس کے برعکس یارب تیرے محبوب کی شباہت لے کر آیا ہوں، میدان حشر میں یہ امتی اللہ کے سامنے درخواست کر رہا ہے

یا رب تیرے محبوب کی شباہت لیکر آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لیکر آیا ہوں

یہ شباہت بڑا کام دیتی ہے، میں بتا چکا ہوں، وہ ہزاروں جادوگر جو سجدہ میں گر گئے تھے موسیٰؑ کے مقابلے والے، علماء نے لکھا ہے کہ یہ ظاہری جبہ پہن کر وضع قطع موسیٰؑ کی بنا کر آئے تھے، مقابلے میں، ذرا لباس کا بھی مقابلہ ہو، لیکن اللہ کو ان کی یہ ظاہری ادا بھی پسند آ گئی کہ میرے پیغمبر کی نقل کر رہے ہیں، یہ نقل بھی مجھے اتنی پسند ہے کہ میں نے تمہیں اپنا پسندیدہ بنا دیا۔ جیسے ابو محذورہؓ کا اذان کی نقل کرنا قبول ہوا۔

تو بات یہ کر رہا ہوں کہ اللہ نے کوئی حکم نازل نہیں کیا، کام ہو جائے، تو بتوں کے نام پر نذر نہیں، بلکہ اللہ کے نام پر ہے، نذر جب بھی مانی جائے، تو اللہ کے نام پر مانی جائے اور جدھر آسانی ہو ادھر دی جائے، مستحق کو دی جائے، خاص جگہ پر ذبح کرنا ہے، یہ بھی غلط ہے

اللہ سب کچھ جانتا ہے:

قرآن مجید میں یہ بات تیسرے پارے میں بیان فرمائی:

﴿ وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ﴾ سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۷۰

جو تم اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہو، یا تم نذر مانتے ہو، وہ تو علیم بذات الصدور ہے۔

حدیث میں جناب نبی پاک ﷺ نے فرمایا جنگلات میں رات کی تاریکی میں انتہائی آندھیوں میں چھوٹی سی چیونٹی جو چل رہی ہے، اس کے قدموں کی آہٹ اس کے دل کی تمنا وہ

ذات سننے والی ہے ۔

جو تم انفاق کر رہے ہو اور اس میں اخلاص ہے، یا ریا کاری ہے، اس میں اللہ کی رضا ہے ، یا شہرت ہے ، اس میں اللہ اور اللہ کے رسول کی خوشنودی ہے ، یا ٹی ویوں کے لئے ، یا اخباروں کے لئے تصاویر مہیا کرنی مقصود ہیں، جو تم نذر مان رہے ہو، اللہ کے لئے یا غیر اللہ کے لئے مان رہے ہو، وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تمہاری نذر کیسی ہے ، ظالموں کی وہ کبھی بھی مدد نہیں کرے گا اور مشرک سب سے بڑا ظالم ہے، کیوں اللہ کے اختیار کو تقسیم کر رہا ہے

عرسوں کا حال:

مشرکین مکہ کا یہ عقیدہ تھا، کوئی نذر پوری ہو جائے ، تو پھر بتوں کے نام پر وقف کر دیتا ہے ، جدھر عرس ہوتے ہیں، اس میں دیکھا کریں، ادھر کتنے جانور جمع ہوتے ہیں، شریعت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، یہی تو شرک ہوتا ہے، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، عرش کو ہلا دینا ہے، پھر اللہ سے مدد کی کیسے، توقع ہوگی؟ قرآن مجید میں ایک اور مقام پر یہ فرمایا ہے حج کے متعلق اور عمرے کے متعلق، جو نذر مانو، وہ پوری کرو۔ فرمایا

﴿ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ سورة الحج، آیت : ۲۹

حج سے فارغ ہو گئے ہو، تو میل کچیل کو اتار دو، صابن سے نہالو، عمدہ لباس پہن لو، حرم میں جاتے ہوئے اپنی نذروں کو پورا کرو، نذر مانی ہوتی ہے، جب اللہ نے یہ سعادت عطا کی ہے ، اپنے والد کے لئے عمرہ کروں گا ، اپنے استاد کے لئے طواف کروں گا ، یہ نذر مانی ہوئی تھی ، اللہ کے لئے تو اس کو پورا کرو، اس میں میرے پرانے گھر کا طواف کرو ، یہ طواف کرنے والے مجھے سب سے زیادہ پسند ہیں۔

ایک نیک خاتون کی نذر اور آجکل کی خواتین کو تنبیہ:

نذر مانی جارہی ہے۔ تیسرے پارے میں فرمایا:

﴿اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ سورة آل عمران، آیت: ۳۵

عورتوں کا ایمان کمزور ہوتا ہے، عاملوں کے دروازوں پر چکر لگاتی ہیں، درباروں پر جاتی ہیں، تعویز لیتی ہیں، خاوند کو اپنے تابع کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

سنو اے خواتین اسلام! یہ بھی ایک خاتون اسلام گذری ہے اور اللہ کے نام پر نذر مان رہی ہے، کیا دعا کر رہی ہے حضرت مریم کی والدہ، نذر مان رہی ہے کہ اے میرے رب! جو مجھے آپ نے امید میں میرے شوہر سے کیا ہے، عمران سے، اگر میرے پیٹ سے بیٹا پیدا ہو، تو بیت المقدس کی صفائی کے لئے وقف کرتی ہوں، نذر مانی جا رہی ہے۔

اے میرے معبود! میری نذر کو قبول کر، اس لئے کہ میرا عقیدہ یہ ہے، میرا نظریہ یہ ہے کہ میں ایمان کے لحاظ سے کمزور نہیں ہوں، کہ یہ کہنے لگوں کہ اے رب تو بڑے بڑوں کی سنتا ہے، میری نہیں سنتا، میرا نظریہ اور عقیدہ یہ ہے کہ ﴿اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ آپ میری دعا کو سننے والے ہیں اور میرے دل کی دھڑکنوں کو جاننے والے ہیں کہ میں کس نیت سے نذر مان رہی ہوں۔

وصیلہ کی حقیقت:

تو فرمایا ﴿ولا وصیلة﴾ وصیلہ کی بھی کوئی حقیقت نہیں، وصیلہ اس جانور کے ساتھ نام مختص کرتے تھے، جو مادہ اونٹنی سات مرتبہ بچے جنے، ہر مرتبہ مادہ بچی جنے، پھر جب ساتویں مرتبہ بھی اس نے مادہ جنی، تو پھر اس کو یہ لوگ وقف کر دیتے، تبرک ہو گیا ہے، بتوں کے نام پر، پھر وہی بات ہے کہ اس کو چھیڑنا بھی نہیں ہے، یہ بھی شرک ہے۔

حام کی حقیقت:

﴿ولا حام﴾ اور نہ ہی کوئی حام کی حقیقت ہے۔ حام یہ نر اونٹ کو کہتے تھے، اس کی

مخصوص کارکردگی کے بعد اس اونٹ کو بھی بتوں کے نام پر وقف کردیتے تھے، بس اس کو کھلا چھوڑ دو، پھر مجاوروں کا مشورہ ہوتا تھا کہ عرس کے اوپر اس کو ذبح کرنا مناسب ہے تو کرتے تھے، پھر اس میں بھی بڑی شرائط تھیں کہ یہ عورتیں نہیں کھاسکتی ہیں، صرف مرد کھاسکتے ہیں، یہ ان کے اپنے ہی بنائے ہوئے اصول تھے،

﴿ وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ سورة المائدة، آيت: ١٠٣

اللہ کی طرف سے، شریعت کی طرف سے اس میں کوئی ہدایت نہیں ہے، غیر اللہ کے لئے چیزیں دو، پھر اللہ نے فرمایا اے نبی

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ سورة الأنعام، آيت: ١٦٢، ١٦٣

اے نبی! آپ فرمادیں ان کو اپنا عقیدہ بتادیں، اپنا نظریہ بتادیں، میری نماز، میرے روزے، میرا حج، میری زکوۃ، میرا صدقہ سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے اور میں اللہ ہی کو ماننے والا ہوں، اس ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھراتا۔

صراط مستقیم کے لئے تین موانع:

اکثر لوگ جاہل ہیں، شرک اور بدعت ہوتا ہی جہالت کی وجہ سے ہے، جب علم کی روشنی آئے، پھر جہالت دور ہوتی ہے اور عمل کی توفیق ملتی ہے، حضرت شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ انسان کو صراط مستقیم کی طرف جانے کے لئے کل تین موانع ہیں:

(١) ایک ہے حجاب طبع (٢) دوسرا ہے حجاب رسم و رواج (٣) اور تیسرا ہے حجاب سوئے معرفت۔ یہ تین چیزیں انسان کو صراط مستقیم کی طرف جانے کے لئے حائل ہوتی ہیں، رکاوٹ بنتی ہیں۔

١)......پہلی ہے حجاب طبع، یعنی طبیعت رکاوٹ بنتی ہے اور طبیعت سے مراد خواہشات

نفسانی ہیں، نفس امارہ ہے، سرکش نفس، شاہوانی خواہشات جو انسان کے لئے صراط مستقیم کی طرف جانے میں رکاوٹ بنتی ہیں اور غلط کام پر لگا دیتی ہیں اور خواہش نفسانی مٹے گی، تو دل میں اسلامی علوم آئیں گے اور عقل مغلوب بنے گی اور انہیں کو روکنا ہے، تب یہ امام بنے گی، جب خواہش نفسانی کا تعلق عقل کے ساتھ ہوتا ہے، وہ عقل پر غالب آجاتی ہے، تو پھر انسان غلط کاریوں میں لگ جاتا ہے۔ دل بھی اس کے پیچھے چلا جاتا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ" فرماتے ہیں کہ حجاب طبع انسان کے لئے حق کی طرف جانے کیلئے رکاوٹ بنتی ہے

۲)......اور دوسری چیز حجاب رسم کہ ماحول اور معاشرہ کی جو رسوم ہوتی ہیں، کہ لوگ یہ کر رہے ہیں، ہمارے ماحول میں یہ ہو رہا ہے، محلے والے یہ کر رہے ہیں اور ہم بھی نہ کریں، تو لوگ کیا کہیں گے، یہ حجاب رسم جب ایمان والا بھی کرنے لگ جائے، تو پھر غیر ایمان والوں میں اور اس میں کیا فرق ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مشہور حدیث ہے جناب نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

" مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ "(شرح مشکل الآثار، الحدیث: ۴۰۰۰)

اس کی تشریح میں محدثین نے فرمایا کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ پڑھا، اس کے تقاضوں کے مطابق چلا اور اس کے ممنوعات سے بچا، تب "دَخَلَ الْجَنَّةَ" ثابت ہوگا ورنہ صرف کلمہ پڑھنا کافی نہیں ہے، اس کے جو تقاضے ہیں، اس کے مطابق عمل ہو اور اسلام نے جن چیزوں سے روکا ہے، ان چیزوں سے رک جائے، تو پھر "دَخَلَ الْجَنَّةَ" ہے، تو پھر بھی یہی بات ہے کہ جب انسان خواہش کی پیروی نہیں کرے گا، شریعت کی پیروی کرے گا، رسموں سے نہیں ڈرے گا، اللہ سے ڈرے گا، لوگ ناک کاٹ دیں گے، اتنی دفعہ کٹ بھی چکی، پھر بھی ساتھ ہی کھڑی ہوتی ہے، اللہ کے احکام پر عمل نہ کیا، تو کیا اس مسلم کی ناک نہیں کٹتی، رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے ہر روز اپنے گھروں سے جنازے نکالتے ہیں، اس سے ناک نہیں کٹتی، پھر بھی مضبوط ہے، اگر یہود ہنود کے خلاف کرے، تو اس کی ناک کٹ جاتی ہے، یہ کہیں غیرت ایمانی تو نہیں کٹ چکی، شخصی زندگی ہو یا حکومتی لوگ ہوں، سب کے ہاں رواج ہی کو ترجیح دی جاتی

ہے، شریعت کا خیال نہیں کیا جاتا حالانکہ کیا ہماری حکومت ہے!!!۔

خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے؟

اقبال کہتا ہے

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے

او ظالمو!

ٹیکس وصول کر کے حکمرانی کرنے والو! یہ تو حکمرانی نہیں ہے۔

غریبوں کا خون چوس کر گارے بنا کر اپنے محل بنانے والے حکمرانوں!

نگاہ فقر میں کیا ہے شان سکندری؟ یہ فقر تو ایسی چیز ہے کہ اس فقیر نے اپنے دل میں اللہ بٹھایا ہوا ہے، اللہ کے رسول کی محبت بٹھائی ہوئی ہے، جناب نبی پاک ﷺ نے ایک مقام پہ فرمایا

"عَلَيْكُمْ أَنْ تُحِبَّ اللهَ لِأَنَّ اللهَ هُوَ مُنْعِمُكُمْ وَمُحْسِنُكُمْ"

اے ابن آدم! تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم اپنے اللہ کو اپنا محبوب بناؤ، اللہ کے علاوہ کسی کے دروازے پر تمہارے سر بھی نہ جھکیں اور اللہ کے علاوہ تمہارے دل کی دھڑکنوں کو کوئی نہیں سنتا ہے، اس لئے کہ اللہ تمہارا منعم ہے، اس لئے کہ اللہ تمہارا محسن ہے اور وہ سب کچھ عطا کرنے والا ہے، اس لئے اس کو اپنا محبوب بناؤ، اس کو اپنا معبود بناؤ، وہی انعام دینے والا ہے، اس کے علاوہ کسی کو اپنا معبود نہ بناؤ۔

دوستو! بادشاہوں کو اپنا محبوب نہ بناؤ، یہ تو اللہ کی دی ہوئی چیزوں کو چھیننے والے ہیں، وہ نعمتیں دینے والا ہے، اسی کو اپنا معبود بناؤ، تو اقبال کی بات کر رہا تھا۔ فرمایا

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے
بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

خواہ پتھروں سے بنائے ہوئے بت ہوں، جو مشرکین مکہ نے بنائے تھے، ان سے امیدیں لگ جائیں، قبروں سے امیدیں لگ جائیں، یا چلنے پھرنے والے انسانوں سے امیدیں لگ جائیں، بتوں سے امیدیں اور خدا سے ہونا امیدی، مجھے بتاؤ، تو سہی تو پھر کافری کیا ہے، کسے نہیں تمنا اور کون نہیں بادشاہ بننا چاہتا، ہر کوئی تصورات میں ہے کہ کبھی میرا نمبر بھی آ جائے گا، بڑا بادشاہ بن جاؤں گا، یہ کسے نہیں تمنا سروری کی۔ اگلی بات سننا

کسے نہیں ہے تمنائے سروری لیکن
خدی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے

جس میں ضمیر فروشی ہو، دل بیچ دیئے ہوں، جس بادشاہت میں اپنا ایمان بیچنا پڑے، جس بادشاہت میں اسلام کے جنازے اٹھانے ہوں، وہ بادشاہت کیا ہے۔

خوش آ گئی ہے جہاں کو قلندری میری
وگرنہ شعر میرا کیا ہے شاعری کیا ہے

بڑے دانشمند، بڑے علامہ ہو، لوگوں نے اس لئے مانا ہے کہ اقبال کے دل میں حوس نہیں ہے، فقیری کی حوس ہے اور فقیری ہی سب سے اونچی چیز ہے تو فرمایا

لوگوں کو راضی کرنا آسان نہیں:

تو میں حضرت شاہ ولی اللہ کی بات کر رہا تھا کہ تین چیزیں ہیں، جو رکاوٹ ہیں صراط مستقیم کی طرف جانے نہیں دیتیں، ایک ہے حجاب طبع، دوسرا حجاب رسم، رسوم کا حجاب میں کہتا ہوں لوگ باتیں کر بھی لیں، تو کیا ہوتا ہے، وہ باتیں کریں گے، آپ رسموں پر عمل نہیں کریں گے، آپ صبر کریں گے، اس پر آپ کو اجر ملے گا، رسم کے اندر ایک طریقہ کا رزق بھی گیا، زر بھی گیا اور خدا بھی گیا، ناراضگی بھی ہوگئی، لوگ پھر بھی خوش نہیں ہونگے اور کہیں گے اس کے پاس بہت کچھ ہے، اس لئے کھلاتا ہے، بڑی دعوتیں اس لئے کرتا ہے، لوگوں کی کیا بات ہے، اللہ کو

راضی کرنا آسان ہے، اللہ کے رسول ﷺ کو راضی کرنا آسان ہے باقی کسی کو راضی کرنا پڑ جائے تو بڑا مشکل ہے، انسان کو راضی کرنا الامان والحفیظ۔ اس انسان مغرور کو خوش کرنا بڑ امشکل ہے، اللہ کو خوش کرنا آسان ہے، ندامت کے آنسو بہا دیں اور توبہ اپنے تمام گناہوں سے کرلیں، تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتے ہیں۔ یہی مقصد اس حدیث کا ہے کہ ستر مائیں ایک طرف اور اللہ کی شفقت ستر ماؤں سے بھی زیادہ ہے، یہی بات ہے کہ وہ جلد راضی ہو جاتا ہے، اپنے باغی سے، اپنے نافرمان سے، اتنے بڑے نافرمان سے جلدی راضی ہو جاتا ہے، جس نے سید الشہداء حضرت حمزہؓ کو شہید کیا، اس سے بھی راضی ہو گئے اور جس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا اور چبا نہ سکی، دل میں نہیں اترا پیٹ میں نہیں گیا، جب صدق دل سے توبہ کی، تو اللہ نے اپنے پیغمبر کے چچا کے کلیجہ چبانے والی کو بھی معاف کر دیا، یہ ہے ستر ماؤں سے بھی زیادہ شفیق۔

3)......تیسری چیز جو رکاوٹ ہے صراط مستقیم کی طرف جانے کے لئے، وہ ہے حجاب سوء معرفت۔ حجاب طبع خواہش کی پیروی نہیں کرنی، حجاب رسم رسوم پر عمل نہیں کرنا، شریعت پر عمل کرنا، شریعت آسان ہے، واضح ہے، قرآن پاک میں فرمایا

﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ سورہ النحل: ۸۹

ہم نے اپنے لاڈلے پیغمبر پر اپنی مقدس آخری کتاب نازل کی، اس کتاب کی شان یہ ہے کہ ہر چیز کو وضاحت کے ساتھ بیان کر رہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"تبیانا لکل شئی ای من الحلال و الحرام من الشرک والتوحید والسنة والبدعة"

حجاب سوء معرفت صراط مستقیم سے جو چیز رکاوٹ بنتی ہے، اللہ کی معرفت اور قرب رضائے نبی کی محبت اور شفاعت کا مستحق ہونا چاہتا ہے، لیکن راستہ وہ نہیں اختیار کیا، جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا، مقصود ٹھیک ہے، طریقہ غلط ہے، مقصود تو ہر مشرک کا ٹھیک ہوتا ہے، وہ یہ

کہتا ہے ہماری اللہ سنتا نہیں ہے اور نیکوں کی اللہ سن لیتا ہے، ہم تو گنہگار ہیں، مقصود تو ان کا بھی اللہ کی رضا ہی ہے، طریقہ غلط ہے، حجاب سوء معرفت یہ رکاوٹ ہے، صراط مستقیم کے لئے، اللہ کو چاہتا ہے اللہ کی رضا کو چاہتا ہے، یہی مقصود زندگی ہے، دنیا کے لحاظ سے اور آخرت کے لحاظ سے بھی، لیکن راستہ اپنی طرف سے اختیار کرلیا، رضا نہیں ملے گی اور ساتھ گناہ بھی ملے گا، اللہ اور اللہ کے رسول کا بنایا ہوا راستہ اس کے مطابق اللہ اور اللہ کے رسول کو چاہے تو یہ صراط مستقیم ہے۔

قرآن مجید نے اعلان کردیا ہے کہ

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾سورۃ النحل، آیت: ۸۹

میرا نبی بطور نمونہ ہے اور صراط مستقیم لے کر آیا ہے اسی کی پیروی کرنا تو اللہ مل جائے گا، اللہ کا قرب مل جائے گا، اللہ کی معرفت مل جائے گی، نبی آخر الزماں ﷺ کی حشر میں شفاعت مل جائے گی، حوض کوثر سے آپ ﷺ کے دست اطہر سے پانی نصیب ہوگا، لیکن ان نعمتوں کو، ان اعزازات کو، ان اونچی چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ میرے نبی کا جو سیدھا راستہ ہے، اس کی پیروی کرو، بے راہ رویوں کی طرف مت جاؤ، یہود کی طرف نہ جاؤ، ہنود کی طرف نہ جاؤ اور رسم ورواج کی طرف نہ جاؤ، خواہش نفس کی طرف بھی نہ جاؤ

﴿ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾سورۃ آل عمران، آیت: ۳۱

یہی سیدھا راستہ ہے پیغمبر کا اور اس کے علاوہ جتنے راستے ہیں، سب غلط ہیں، ظاہری طور پر کوئی عمدہ نقش نظر آ بھی جائے، اس میں حقیقت نہیں ہے، اس راستے میں نور کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے، قرآن وسنت کے راستے میں حق کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، قرآن وسنت کے راستے میں نوازنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

مشرک کی مت ماری ہوئی ہوتی ہے:

آگے فرمایا:

﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ ﴾سورة المائدة، آیت: ۱۰۴

جب انہیں کہا جائے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف آجاؤ، تو کہتے ہیں، ہمارے لئے وہی راستہ کافی ہے، ہم تو بزرگوں کے ماننے والے ہیں، بھلے بزرگ اعلیٰ درجہ کا مشرک کیوں نہ ہو، کمبخت جاہل کیوں نہ ہو، ڈاکو کیوں نہ ہو، ہمارے لئے کافی ہے اپنے بزرگوں کا راستہ، بس جیسے ہم نے ان کو دیکھا کہ ان بتوں کے سامنے جھک رہے ہیں، تو پھر ہم ایسے نمک حرام نہیں ہیں، پھر اپنے والدین اور اپنے بزرگوں کا دین چھوڑ دیں، والدین کی نمک حلالی اتنی یاد آئی، تو جو رب ہے، اس کی نمک حلالی یاد نہیں، میں ہزار دفع بتا چکا ہوں کہ مشرک کی مت ماری ہوئی ہوتی ہے، حقیقت اس کو سمجھ نہیں آتی۔

﴿ اَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴾سورة المائدة، آیت: ۱۰۴

والدین کی پیروی کرو گے، نہ ان کے پاس علم ہے، نہ ہدایت ہے، ان کے بارے میں قرآن مجید نے بڑا عجیب پیغام دیا ہے، میں اس کو بتا کر بات ختم کرتا ہوں، قرآن نے کہا دوستو جب ان کو کہا گیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے راستے کی طرف آجاؤ، تو انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے ہمارے آباء واجداد کا راستہ کافی ہے، بزرگوں کے طریقے پر ہیں، قرآن و سنت پتہ نہیں کیا ہے اور بزرگوں کے راستے پر ہیں۔ قرآن نے فرمایا ہے کیا پھر بھی اپنے آباء و اجداد کے مذہب پر رہو گے، طریقے پر رہو گے، باوجود اس کے کہ آباء واجداد نہ علم آسمانی سے واقف ہیں، نہ ہی یہ ہدایت والے تھے، پھر بھی اپنے آباء واجداد کے دین کو نہیں چھوڑو گے؟

اس سے یہ بات سمجھانا مقصود ہے کہ اگر ان کے آباء واجداد علم آسمانی سے واقف ہیں اور ہدایت والے ہیں، تو پھر ان کی پیروی میں کوئی غلطی نہیں ہے، کیونکہ آباء واجداد صراط مستقیم کی

دعوت دے رہے ہیں اور وہ قرآن وسنت کے پیروکار ہیں، پھر آباء واجداد کی پیروی قرآن وسنت کی ہی پیروی ہے، لیکن جب آباء واجداد ہوں ہی غلط، اور قرآن وسنت کے خلاف، تو پھر ان کی پیروی کرنا ثواب نہیں، بلکہ گناہ ہے اور یہ فرمانبرداری جائز نہیں ہے، اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری مقدم ہے، اگر والد کوئی بات غلط بھی کہے، تو اس پر قرآن کہتا ہے کہ اگر والدین شرک کی بات کر رہے ہیں اور شرک کرنے کا کہہ رہے ہیں، تو ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔

بات یہ ہے دوستو! اللہ کی اطاعت اور رسول ﷺ کی اطاعت اس میں تو آنکھیں بند کر کے اطاعت کرنی ہے، حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے، حقیقت سمجھ میں آئے یا نہ آئے، قرآن و سنت میں جو فرمایا دیا، اس کو آنکھیں بند کر کے ماننا ہے۔

ایک عجیب مثال:

اس بات کو سمجھانے کے لئے میں ایک آسان مثال دیتا ہوں، ایک شخص کا وضو ٹوٹ گیا، ہوا کا خروج ہوا، شریعت تو کہتی ہے کہ ہاتھ، منہ، مسح سر کا، اور پاؤں دھولو، آپ کا وضو ہو جائے گا، حالانکہ اس کی تو ہوا خارج ہوئی ہے، اس جگہ کو شریعت کچھ نہیں کہتی، بلکہ دیگر اعضاء دھونے کا نام وضو ہے، اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ دین کے کسی حکم کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اس پر عمل کرنا ہے اور اسی اتباع کا نام اسلام ہے، حالانکہ انسان ہوا خارج ہونے سے تو میلا نہیں ہوتا، منہ صاف ستھرا ہوتا ہے، لیکن شریعت کہہ رہی ہے کہ آپ کے منہ ہاتھ وغیرہ پلید ہو گئے ہوا کہاں سے خارج ہوئی؟ اور اعضاء کون سے پلید ہوئے؟ اسی سے یہ سمجھ میں آ گیا کہ عقل کے تابع نہیں چلنا، اسلام کے حکم کے تابع چلنا ہے۔

پیر فقیر کی اطاعت آنکھیں عقل بند کر کے نہیں کرنی:

دوستو! میں آپ کا ہمدرد اور خیر خواہ دوست ہوں، میں آپ کو بڑی ہمدردی کیساتھ کہتا ہوں کہ اسلام میں مکمل آ جاؤ، اس میں سب خوبیاں ہی خوبیاں ہیں، کامیابیاں ہی کامیابیاں ہیں، اسلام میں ناکامی کی کوئی بات نہیں ہے، لہذا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع میں

بغیر سوچے آؤ، لیکن اگر کسی دوسرے کی بات ماننی ہے، کسی پیر کی بات میں آنا ہے یا، کسی امام کی بات میں آنا ہے، یا کسی عالم کی اطاعت میں آنا ہے، اس میں آنکھیں بند کر کے نہیں جانا ، بلکہ اس میں غور وفکر کر کے جانا ہے، موازنہ کر کے جانا ہے، ہوسکتا ہے اس میں کوئی غلطی ہو، تو جو درست بات ہے، قرآن وسنت سے مطابق ہے، تو ماننی ہے، ورنہ نہیں۔

یعنی اگر وہ قرآن وسنت کے خلاف حکم دے رہا ہے، تو اطاعت نہیں کرنی ، اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کے بند دروازے کھول دے، تا کہ دین سمجھ میں آجائے۔ آمین

"......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ......"

(١٦) علم غیب

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَ کَفیٰ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الاَنبِیَآء وَعَلیٰ آلِہ وَ اَصحَابِہِ الَّذِینَ اَوفَوا عَھدَہ اَلَّذِینَ ھُم خُلَاصَۃُ العَرَبِ العَرباءِ وَخَیرُ الخَلَائِقِ بَعدَ الاَنبِیَآءِ .اَمَّا بَعد فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ﴿اِنَّ اللّٰہَ عِندَہٗ عِلمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الغَیثَ وَیَعلَمُ مَا فِی الاَرحَامِ وَمَا تَدرِی نَفسٌ مَّاذَا تَکسِبُ غَدًا وَّمَا تَدرِی نَفسٌ بِاَیِّ اَرضٍ تَمُوتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیمٌ خَبِیرٌ﴾سورۃ لقمان ،آیت: ٣٤ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَللّٰھُمَّ اسقِ عِبَادَکَ وَ بَھِیمَتَکَ وَانشُر رَحمَتَکَ وَ اَحیِ بَلَدَکَ المَیِّتَ .(سنن ابی داؤد ، الاستسقاء ، باب رفع الیدین فی الاستسقاء ، الحدیث:١١٧٨)

صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیمِ وَ صَدَقَ رَسُولُہُ النَّبِیُّ الاُمِّیُّ الکَرِیمِ ، وَنَحنُ عَلیٰ ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِینَ وَالشَّاکِرِینَ وَالحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین .

آیت قرآنی کا مفہوم:

سورۃ لقمان کی ایک آیت مبارکہ اور آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ میں سے ایک جملہ آپ کے سامنے تلاوت کیا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ بلاشبہ قیامت کا وقوع یقینی ہے اور وہ اللہ رب العزت کو پتہ ہے اور بارش کب برسے گی؟ کہاں برسے گی؟ کتنی برسے گی؟ کیسے ہوگی؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور شکمِ مادر میں جو بچہ ہے، اس کے بارے میں حقیقی علم کہ کتنی عمر ہوگی؟

کیسا ہوگا؟ علم کتنا حاصل کرے گا؟ نیک بخت ہوگا یا بد بخت ہوگا؟ اس بچے کے متعلق تمام امور کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور کل کیا کرے گا؟ اور کیا ہونے والا ہے؟ یہ بھی اللہ ہی کو معلوم ہے اور اس انسان کی کہاں اور کیسے موت آئے گی؟ یہ بھی اللہ رب العزت ہی کو معلوم ہے۔ وہی جاننے والا باخبر ہے۔

حدیث پاک کا مفہوم:

جو حدیث پاک بیان کی دعائیہ جملہ رسول اللہ ﷺ نے خطبے کے دوران فرمایا کہ اے اللہ ! اپنے بندوں کی پیاس کو دور کردے، اپنی دوسری جاندار مخلوق کو سیراب کردے، اپنی رحمت کو زمین پر پھیلادے اور مردہ زمین کو، مردہ علاقوں کو بارش کے ذریعے سے زندہ فرمادے۔

بارش کی طلب کے لئے رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا ہے، انسان کو اللہ رب العزت سے ہی رحمت والی بارش مانگنی ہے۔

یہی مضمون عمومیت کیساتھ:

سورۃ لقمان کی آخری آیت کریمہ میں ان چیزوں کا ذکر ہوا ہے، جو ابھی بیان کی ہیں البتہ دوسرے مقام پہ یہ مضمون عمومیت کے ساتھ بیان ہوا ہے:

﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ﴾سورۃ الأنعام : ٥٩

تمام غیب کی باتیں اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی نہیں جانتا

پانچ میں انحصار مقصود نہیں:

یہاں سورۂ لقمان میں پانچ چیزوں کی تفسیر کی ہے اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ تمام چیزوں کا علم صرف اللہ رب العزت کو ہے۔

سورہ لقمان کی آیات کا شان نزول:

چنانچہ مفسرین نے اس آیت کریمہ کا شان نزول لکھا ہے، جس سے یہ اشکال دور ہو جاتا

ہے، ایک صحابی حارث بن عمرؓ اطراف مدینہ سے تشریف لائے، عرض کرنے لگے، کہ حضور! یہ تو مجھے پتہ ہے کہ میں کب پیدا ہوا ہوں؟ لیکن یہ نہیں پتہ کہ کہاں مروں گا؟ کب مروں گا؟ اور قیامت کے بارے میں آپ سے ہمیں بہت ساری علامات اور خبریں معلوم ہوئیں ہیں، لیکن اس کا یقینی وقوع کس دن ہوگا؟ اور کہنے لگے بعض دفعہ بارش کے اثرات ہوتے ہیں، بارش نہیں آتی اور ہم اس انتظار میں ہوتے ہیں، اور بعض دفعہ ہمارا انتظار نہیں ہوتا اور بارش کے کوئی اثرات نہیں ہوتے اور بارش آجاتی ہے اور اس کی کوئی یقینی خبر کہ بارش کیسے آتی ہے؟ کب آتی ہے؟ یہ معلوم ہو جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اور کیا؟ اس نے کہا کہ شکم مادر میں بعض دفعہ لوگ باتیں کرتے رہتے ہیں، اندازے لگاتے ہیں کہ جی بچہ ایسا ہوگا، یا صحت مند ہوگا، یا فلاں ہوگا، اس کے بارے میں یقینی خبر؟ فرمایا اور؟ کہا اور یہ کہ کل کیا ہوگا؟ میں کل کیا کروں گا؟ بعض دفعہ پروگرام کے مطابق کر گزرتا ہوں اور بعض دفعہ نہیں کہ کوئی یقینی اندازہ ہوتا ہے کہ کل جو کام کرنا ہے، کر لوں، اسی دوران وحی کے آثار رسول اللہ ﷺ پر ظاہر ہونا شروع ہو گئے، جب آثار وحی ختم ہو گئے، تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنا دی

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ سورة لقمان، آیت: ۳۴

اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کے وقوع کا یقینی وقت۔

﴿وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾ سورة لقمان، آیت: ۳۴

بارش برسنے کا بھی یقینی علم کہ کب ہوگی؟ کس زمین میں ہوگی؟ کتنی ہوگی؟ سیلاب بن جائے گی، رحمت بنے گی؟ کسی کو معلوم نہیں ہے، صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔

﴿وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ﴾ سورة لقمان، آیت: ۳۴

اور شکم مادر کو بھی وہی جانتا ہے کہ یہ بچہ شقی ہے یا سعید ہے؟، لمبی عمر والا ہے، یا کم عمر والا ہے؟، صحت مند ہے، یا کمزور ہے؟ وہی جانتا ہے۔

﴿وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ سورة لقمان: ۳۴

کل کیا ہونے والا ہے؟ اور تو کیا کرے گا؟ یہ بھی اسی کو معلوم ہے۔

﴿ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ﴾سورۃ لقمان: ۳۴
کس زمین پر تو مرے گا؟ اللہ ہی کو معلوم ہے۔
چنانچہ یہ آیت ایک صحابی کے سوال کے پر نازل ہوئی، یہ تو ایک صحابی کے پانچ سوال تھے؟ جس پر یہ آیت نازل ہوئی، ان چیزوں کا یقینی علم جس کا تم سوال کرتے ہو اللہ رب العزت کو ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ سب چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، جس کو سورۂ انعام میں بیان کیا گیا:

﴿ قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَ لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ﴾ سورة الأنعام، آیت: ۵۰

اے نبی! فرما دیجئے لوگوں کو، کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں، کہ خزانوں کی لالچ میں میری جماعت میں شامل ہو جائیں اور میرے پاس غیب کا علم نہیں ہے اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

﴿ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ ﴾سورة الأنعام، آیت: ۵۰
پس جو مجھے وحی کے ذریعے سے حکم آتا ہے، میں اس کو پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔

حدیث جبرئیلؑ سے استدلال:

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، مشہور واقعہ ہے، اس واقعہ کو محدثین نے حدیث جبرائیل کے نام سے معنون کیا ہے، صحابہ کرامؓ کی جماعت بیٹھی ہے، کہ ایک شخص آتا ہے، صاف ستھرا سفید لباس ہے، نہایا دھویا ہوا، کوئی میل کے اثرات نہیں، کوئی تھکاوٹ کے اثرات نہیں، نوجوان صحت مند خوبصورت ایک شخص سفید لباس میں ملبوس ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اور صحابہؓ کی جماعت میں داخل ہو رہا ہے اور گزرتا ہوا آپ ﷺ تک جا پہنچا اور اس نے آپ ﷺ کی رانوں پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے، صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ ہم بڑے متعجب ہوئے کہ یہ شخص مدینہ کا ہوتا، تو ہم اسے پہچانتے اور اگر باہر سے آیا ہے، تو اتنا صاف ستھرا لباس اور تھکاوٹ کے کوئی اثرات بھی نہیں ہیں، کوئی میل کچیل، گرد و غبار بھی نہیں ہے، ہم تعجب میں تھے کہ اگر مدینہ کا ہے، تو ہم نہیں جانتے، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ چھوٹا سا تو شہر

تھا مدینہ اور باہر سے آیا ہے تو سفر کے آثار نہیں اور بے تکلف ایسا کہ جو آتا ہے، پیچھے بیٹھتا ہے، یہ شخص چیرتا پھاڑتا ہوا، راستہ لیتا ہوا رسول اللہ کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

کہنے لگا اے اللہ کے رسول! بیان فرمایئے اسلام کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا، انبیاء پر ایمان لانا، کتابوں پر ایمان لانا، فرشتوں پر ایمان لانا، آخرت پر ایمان لانا، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا، حساب کتاب پر ایمان لانا۔ کہنے لگا کہ آپ نے سچ کہا۔

اسلام کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ پانچ وقت کی پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنا، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ، کہنے لگا آپ نے صحیح کہا۔

صحابہ کرامؓ کہتے ہیں، عجیب شخص ہے، سوال بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے کہ آپ جواب صحیح دے رہے ہیں۔ پہلے سوال پوچھے، پھر کہے سمجھ آ گئی، کہتا ہے کہ آپ نے صحیح کہا۔

پھر کہنے لگا قیامت کب واقع ہوگی؟ جو اصل موضوع سے متعلق بات ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا

"مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" (صحیح مسلم کتاب الایمان، الحدیث : ۱)

جس سے پوچھا گیا ہے، وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ کہ قیامت کب واقع ہوگی؟ کہتا ہے کہ آپ نے ٹھیک کہا۔

قیامت کی نشانیاں بتادیں، قیامت کی علامات بتادیں، تو آپ ﷺ نے علامات بیان کیں، دین و دنیا کے اعتبار سے ناقص لوگ جب امت مسلمہ کے حکمران بن گئے، تو انتظار کرنا قیامت کا۔ اسی طریقے سے دو تین علامتیں بیان کیں، پھر السلام علیکم کہا اور واپس چلا گیا

حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو بھیجا کہ اس کو بلاؤ، وہ دیکھتا ہے کوئی بندہ ہی نہیں ہے، واپس آ کر عرض کیا حضور! کوئی بندہ نظر نہیں آ رہا، فرمایا بیٹھ جاؤ، یہ جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام تھے :

" اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ"

(صحیح مسلم کتاب الایمان، الحدیث : ۱)

جو تمہیں سوال و جواب کے ذریعے دین کی باتوں کا علم سکھانے کے لئے آئے تھے، سوالیہ

انداز میں بات بہتر سمجھ میں آتی ہے۔

رہی بات قیامت کی کہ کب واقع ہوگی؟ تو حدیث میں آتا ہے کہ علامات قیامت انبیاء کو بھی بتائی گئیں ہیں اور فرشتوں کو بھی بتائی گئیں ہیں، لیکن اس سے آگے قیامت کی یقینی خبر کہ فلاں صدی، فلاں دن، فلاں وقت قیامت آئے گی، یہ یقینی خبر نہ فرشتوں کو اللہ رب العزت نے دی ہے اور نہ انبیاء علیہم الصلوہ والسلام کو۔

علم کی دو قسمیں:

دوستو! علم دو طرح کا ہے:

ایک علم تشریعی ہے، جس کو احکام شریعت کہتے ہیں۔

اور ایک علم تکوینی ہے، جس کو مفسرین احوال عالم سے تعبیر کرتے ہیں۔

علم تشریعی حرام، حلال، عقیدہ، عبادات، معاملات، رہن سہن، اٹھنا بیٹھنا یہ علم تشریعی ہے، یہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو عطا کیا گیا، کہ لوگوں کے عقیدہ پر، عبادات پر محنت کریں، معاملات پر محنت کریں اور اس کی تفسیر، تشریح، واقعات تمام تفصیلی چیزیں عطا کی گئی ہیں، یہ علم تشریعی ہے، علم شریعت، احکام شریعت یہ ایک علم ہے۔

علم تکوینی کائنات کے انتظام کا علم، بس ہم ختم کردیں گے، قیامت آجائے گی اور کب بارش برسائیں گے؟ کیسے برسائیں گے؟ کتنی برسائیں گے؟ اس علاقے کے لئے رحمت بنا دیں گے یا سیلاب آجائے گا؟ یہ صرف اللہ رب العزت کو علم ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ یہ حکم صادر فرماتے ہیں کہ بارش کے فرشتے کو، تو پھر اس کو علم ہوتا ہے کہ میں نے یہ کرنا ہے، انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی پہلے سے یہ علم نہیں، کہ بارش کہاں، کب اور کس موقع پر آئے گی، کیسے آئے گی؟ یہ تکوینی علم ہے، جس کا کچھ حصہ حضرت خضر علیہ السلام کو دیا گیا ہے۔

اگر کوئی یقینی بات بھی کرے کہ کل بارش آئے گی، شرک کرے گا۔

محکمہ موسمیات والے بھی یوں کہتے ہیں کہ بارش کا امکان ہے۔

علم غیب والے اشعار سے آپ ﷺ کی بیزاری:

ربیعہ بنت معوذ ایک مشہور صحابیہ ہیں، ربیعہ بنت معوذ خود راویہ ہیں، امام بخاریؒ صحیح بخاری میں کئی مقامات پر یہ حدیث لائے ہیں اور عجیب انداز ہے امام بخاری کا کہ ایک حدیث کو کئی مقامات پر لے کر آتے ہیں اور جتنی مرتبہ اس حدیث کو لے کر آتے ہیں، اتنی مرتبہ حدیث سے نیا مسئلہ اخذ کرتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے اور بار بار لے کر آتے ہیں، عجیب علم ہے۔

ربیعہ بنت معوذ کہتی ہیں، میری شادی کا اور رخصتی کا دن تھا، سب لوگ مدعو تھے اور کچھ انصار کی بچیاں دف بجا کر اشعار پڑھ رہی تھیں اور یہ فتح مکہ کے بعد کی تاریخ ہے، شادی کی اس کا وہ ذکر کر رہی تھیں کہ ہمارے آباؤ اجداد ایسے تھے، اچھے تھے، نہتے تھے، اسلحہ نہیں تھا، لباس تک نہیں تھا، صحیح معنی میں مقام بدر میں ایک ہزار دشمن کے لشکر کو جو اسلحہ کے ساتھ لدا ہوا تھا، شکست دے دی تھی، یہ اشعار پڑھ رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، چند صحابہ کرامؓ بھی ساتھ تھے اور وہ اشعار مجاہدین بدر کی تعریف میں پڑھتی رہیں۔ نبی پاک ﷺ کو دیکھا تو فرمایا

"فِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ" (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب منه، الحديث: ۴۰۰۱)

ہمارے ہاں ایسا نبی آیا ہے، جو کل کی باتیں بھی جانتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ رک گئے، فرمایا دوبارہ یہ بات نہ کہنا، کہ میں کل کی باتیں جانتا ہوں، یہ جملہ نہ بولنا کیوں کہ میں کل کی باتیں نہیں جانتا، چھوڑ دو اس جملے کو کہ ہمارے ہاں ایک ایسا نبیؑ ہے کہ کل کے باتوں کو جاننے والا ہے، کہ یہ نہ پڑھو اور پڑھو جو پہلے پڑھ رہی تھیں۔

فرمایا:

﴿ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ﴾ سورة الأنعام: ۵۹

تکوینی امور کا علم صرف اللہ رب العزت ہی کے پاس ہے، علم غیب صرف اللہ کے پاس ہے، اللہ کے علاوہ فرشتے، تمام انبیاء اور امام الانبیاء بھی غیب کا علم نہیں جانتے، ہاں انبیاء علیہم

السلام وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں، جو اللہ رب العزت وحی کے ذریعے انہیں بتا دیں۔

ایک دفعہ مشرکین مکہ نے یہود مدینہ کے مشورے سے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ (۱) ذوالقرنین کے متعلق بتا دیں، (۲) اصحاب کہف کے متعلق بتا دیں، (۳) روح کے متعلق بات بتا دیں۔ اگر نبی نے فوراً بتا دی، تو بھی نبی نہیں ہے، یہ یہودیوں نے مشرکین کو سمجھایا تھا اور بلکل نہ بتا سکے، تو بھی نبی نہیں ہے، اگر وحی کا انتظار کریں اور پھر ان باتوں کی حقیقت بیان کریں، علاوہ روح کے تو پھر یہ نبی برحق ہے۔

ان امور کے بارے میں سوال ہوا، آپ ﷺ نے کہا کہ کل بتاؤں گا، یہ واقعہ سورہ کہف میں ہے، لیکن کل ہوگئی، پرسوں ہوگئی، کئی دن ہو گئے، وحی نہیں آئی، آپ پریشان ہو گئے مشرکین مکہ نے باتیں بنانا شروع کر دیں، ہم کہتے تھے (نعوذ باللہ) یہ نبی نہیں ہے، کل کا کہا تھا، کیوں نہیں بتایا، آپ ﷺ پریشان ہو گئے، تو رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی، فرمایا

﴿وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ﴾

سورۃ کہف، آیت: ۲۳

اے میرے محبوب! کوئی سائل آئے، تو اس کو یہ نہ کہنا کہ میں کل بتا دوں گا، مگر ساتھ انشاء اللہ ضرور کہا کریں، اللہ کی مرضی ہوئی، تو کل بتا دوں گا، نبی پاک ﷺ تاجدار دو عالم ﷺ کو کل کا علم نہیں، چند دن وحی بند ہوگئی، یہی تو فرق ہے کہ ایک نبی ہے اور ایک نبی بنانے والا ہے، دونوں کے مقام اپنی اپنی جگہ ہیں، بیشک نبی کا مقام اونچا، تمام انبیاء کا مقام اونچا، سب سے اونچا رسول اللہ ﷺ کا مقام ہے، لیکن جس ذات نے نبی بنایا، اس کا مقام ان سے بھی اونچا ہے۔

علامہ جامی نے کہا

منم بے دل بجمالش تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمالش بدیں گل عجبی
چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی و ہاشمی و مکی و مطلبی

علامہ عبدالرحمٰن جامی رسول اکرم ﷺ کی شان بیان فرما رہے ہیں کہ جامی تیری ہستی کو نہ

پہچان سکا، تیرے مقام اور عظمت کا میں اندازہ نہ کر سکا۔

جبرائیل آتا ہے اجازت کے لئے دستک دیتا ہے، سرکار دو عالم ﷺ کے دربار میں اللہ رب العزت کا سلام لے کر آتا ہے اور اجازت طلب کر کے گفتگو شروع کر دیتا ہے۔

منم بے دل بجمالِ تو عجب حیرانم

اللہ اللہ چہ جمال بدیں گل عجبی

تیرے اوصاف کو دیکھوں، تو گن نہ سکوں، تیرے مناقب کو شمار کر نہ سکوں، تیرے وحی کے ان کرشموں کو اپنے الفاظ میں سمیٹ نہ سکوں

اللہ اللہ چہ جمال بدیں گل عجبی

اے نبی! آپ کے عقیدت مند بہت ہیں اور اللہ نے تمہیں امام الانبیاء بنا کر بھیجا قیامت تک کے لیے، تیرے عقیدت مند ہوں گے، دار الکفر میں جا کر تیرے شیدائی تیرے مذاق اوڑانے والوں پر حملہ آور ہونگے، وہ نہیں ڈریں گے بادشاہوں سے، نہیں ڈریں گے وہ جمہوریت کے نظام سے، تیرے تقدس میں جس نے حرف لایا دارلکفر میں بھی تیرا نمائندہ شیدائی پہنچے گا، حملہ آور ہو کر اپنی جان کو پیش کر کے کل قیامت کے دن اپنا نام تیرے چاہنے والوں اور صحابہ کرامؓ کے ماننے والوں میں لکھوائے گا۔ تیرے عقیدت منداور شیدائی تو ہر دور میں ہونگے لیکن مقام بتا دیں

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ﴾ سورۃ الأنعام، آیت: ۵۰

میں پیغمبر ہوں اللہ رب العزت کا، میری رسالت اور اللہ رب العزت کی توحید ماننے کے لیے میرے قریب آؤ، یہاں تو دکھ سہنے کے لیے آنا ہوگا، جہاد کے لئے مسلسل سفر کرنا ہوگا اور کئی دنوں تک اپنے چولہے میں آگ بھی نہیں جلانا ہوگی اور میں تمہیں کہتا ہوں کہ میرے پاس خزانے نہیں اور میں غیب کی باتوں کو جاننے والا نہیں ہوں۔

﴿وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ﴾ سورۃ الأنعام، آیت: ۵۰

اور میں یہ بھی نہیں کہتا ہوں کہ فرشتہ ہوں بلکہ انسان ہوں، اور اللہ کا نبی ہوں اور اللہ رب

العزت کا مقام سب سے بلند و بالا ہے۔

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں بیٹھا تھا، کہ ایک شخص آیا، کہنے لگا، حضرت بہت غریب ہوں، فقر و فاقہ ہے۔

تھوڑی سی دیر کے بعد ایک اور شخص آیا، امام بخاری نے مناقب رسول ﷺ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ ایک اور شخص آیا کہتا ہے۔ حضور! آنے کو تو دل بہت چاہتا ہے، لیکن راہزن بہت ہیں، پیسے نہ ہو، تو جان لے لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تم کیسے لوگ ہو کہ پیسے نہیں تمہارے پاس؟

ایک اور شخص آیا وہ بھی اسی طریقے سے اپنی پریشانی اور غربت، بے امنی کی شکایت کرنے لگا۔

مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ نے خطاب کیا عَدِی بات سنو! میرے بعد ممکن ہے کہ تمہاری عمر لمبی ہو، تو تم دیکھ لو گے، کہ اللہ رب العزت تمہیں خزائن ارض عطا کر دے گا اور قیصر و کسریٰ کے خزانے بھی تمہارے پاس آجائیں گے، تو عدی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضور! قیصر فارس کا بادشاہ، انسان تو سوچ نہیں سکتا، کہا قیصرہ بن حرمہ اس کے خزائن تمہارے پاس آجائیں گے، تمہاری زندگی لمبی ہوگی، تو تم دیکھ لو گے۔ کہا عدی سنو! یعنی آپ نے پہلے شخص کا جواب دے دیا، جس نے فقر و فاقہ کی شکایت کی تھی، دوسرے نے یہ کہا تھا راہ زن ڈاکو سے خطرہ رہتا ہے، تو آپ نے فرمایا عدی سنو تمہاری عمر لمبی ہوگی، تو دیکھ لو گے اپنی آنکھوں سے ہیرا کے مقام پہ کوفہ کے قریب مقام ہیرا سے ایک ھودج میں سوار ایک خوبصورت ترین لڑکی اور زیورات سے آراستہ اپنے ھودج میں بیٹھ کر بیت اللہ مکہ مکرمہ کا سفر کرے گی، طواف کرے گی، عمرہ کرے گی، نہ آنے میں راستے میں اس کو سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہ ہوگا، نہ خطرہ، اور واپس جانے میں مقام ہیرا تک، اس کو سوائے اللہ رب العزت کے اور کسی کا خوف اور خطرہ نہیں ہوگا۔ اور اس عورت کو کوئی دیکھے گا بھی نہیں اور ایک وقت آئے گا کہ ممکن ہو، تم زندہ نہ ہو، تمہارا بیٹا دیکھے گا کہ ایک شخص اپنے سونے اور چاندی کو لیے ہوئے پھیرے گا کہ کوئی ہے اللہ کے نام پہ لینے والا مستحق، کہ میں اس کو دے دوں، لوگ بتاتے جائیں گے فلاں شخص کے پاس جاؤ، وہ مستحق ہے، پھر وہ ایک جگہ پر پہنچے گا کہ آپ مستحق ہیں، میں آپ کے پاس آیا

ہوں، تو وہ کہے گا، کل تو مستحق تھا، آج مستحق نہیں ہوں، آپ کل پہنچ جاتے، تو لے لیتا کسی اور مستحق کو تلاش کرو، فرمایا یہ امن کا دور ہوگا۔

عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، کہ ہم نے قیصر کو فتح کرنے میں جو لشکر تشکیل دیا گیا تھا، دورِ فاروقی میں اس لشکر کا سپاہی میں بھی تھا، ہم سوچتے تھے یہ ممکن کیسے؟ لیکن رسول اللہ ﷺ نے بذریعہ وحی اللہ رب العزت کے ارشادات سے، اشاروں سے وہ بات فرمائی، جو ہو کر رہی۔

اور شام سے وہ ہیرا مقام سے چلنے والی لڑکی کو خود ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، کوئی خطرہ نہیں تھا، کسی ڈاکو کا، یہ امن ہی امن کا دور تھا، بھیڑیے بھی بکریوں کے ساتھ امن سے پانی پیتے تھے، یہ دور فاروقی تھا، ہم نے یہ سب دیکھا۔

اقبال کہتا ہے:

دل بیدار فاروقی ، دل بیدار کراری
مس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
دل بیدار پیدا کر کہ خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری

جب سوائے اللہ رب العزت کے اور کسی کا ڈر نہ ہو، تو بادشاہ ایوانوں میں نہیں، جھونپڑوں میں رہیں گے، مدینہ سے باہر ایک کیکر کے درخت کے نیچے دن کو آرام کریں گے، اگر اس مقام کو حاصل کرنا ہے تو پھر آدم کی تاریخ کو یاد کرنا ہوگا کہ جب غلطی ہوئی کہ اللہ رب العزت نے فرمایا

﴿ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ﴾ سورۃ البقرۃ، آیت: ۳۵

لیکن ہوگئی غلطی، اس درخت کو ہاتھ لگا دیا، تو پھر آدم کی دوسری تاریخ بھی ہے

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ﴾ سورۃ الأعراف، آیت: ۲۳

دوبارہ رشتہ جوڑ دو۔

جب دل میں صحیح معنی میں محبوب حقیقی کی محبت نہیں ہوگی، جب دل میں اللہ رب العزت

کے سب او نچے پیغمبر کی محبت نہیں ہوگی ،تو دل مردہ ہے، مردہ جب تک یہ خابیدہ ہے خابیدہ

نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری

اور جب یہ بیدار ہو جائے گا،تو ضرب کاری لگے گی ،عدی جب تمہاری عمر لمبی ہو گی ،تو دیکھو لوگے ۔یہ واقعہ ہے۔

پھر ایک فتنوں کا دور شروع ہوگا،نفسا نفسی میں ہر کوئی مال کو اپنے لیے جائز سمجھے گا اور اسی طریقے سے جب میدان حشر میں پہنچے گا ،حساب و کتاب کے وقت وہ ناکام ہو جائے گا۔عقیدے کے اعتبار سے ناکام ہو جائے گا،تو اللہ رب العزت کے جن فرشتوں کے ذریعے سے حساب وکتاب ہونا ہے، وہ شخص جو ناکام ہوگا، اس کو کہیں گے دائیں دیکھ، وہ جب دائیں دیکھے گا ،تو سب جہنم ہی جہنم ہے اور اس سے فرشتے کہیں گے، کہ بائیں دیکھ، بائیں دیکھے گا ،سب جہنم ہی جہنم ہے،تو فرشتے کہیں گے کہ اللہ رب العزت کے حکم سے

﴿ اَلَمْ تَكُنْ آيَاتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ ﴾سورۃ المؤمنون ،آیت:۱۰۵

کیا میری آیات تمہارے اوپر تلاوت نہیں کی جاتی تھیں، میں نے جو اپنے پیغمبر پر کتاب نازل کی تھی ،تمہارے سامنے نہیں آئی ، میرے نبی کی تعلیمات نہیں آئیں ،عقیدہ کس کے ساتھ بنایا تھا، اعمال تمہارے کس طریقے سے تھے، یہ تمہارے سامنے روشن کتاب آئی تھی اور یہ سب باتیں بتائی گئی تھیں۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ﴾سورۃ لقمان ،آیت: ۳۴

کہ وہی بارش برسانے والا ہے کہ کب برسائے گا، کیسے برسائے گا، کتنی برسائے گا، وہ رحمت بنے گی یا زحمت بنے گی ،فرمایا

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ﴾سورۃ لقمان ،آیت: ۳۴

باقی سب کچھ اللہ رب العزت جانتا ہے۔

ارے! تم تو اتنا بھی نہیں جانتے ہو، کہ اپنا بیج جو آپ نے زمین کے حوالے کیا ہے، وہ

واقعتاً پھل آور ہوگا یا نہیں ؟ جو اپنے ہاتھوں سے بویا ہے اور اتنی سی مٹی کے اندر اس کو دفن کیا ہے۔ اس کو بھی نہیں جانتے ہو کہ واقعتاً پھل آور ہوگا یا نہیں اور اگر کوئی شخص دعوی کرے کہ میں جانتا ہوں، تو شرک ہے یہ، سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔

اقبال کہتا ہے

پالیتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون ؟
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب ؟
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار ؟
یہ خاک کس کی ہے؟ یہ کس کا ہے نور آفتاب؟
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
کس نے سکھلائی ہے موسموں کو خوئے انقلاب؟

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کرنے والے ہیں۔
اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ اور عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

"......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ......"

(۱۷) اللہ ہی عالم الغیب ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ . اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الاَنْبِیَآء وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوفَوْا عَھْدَہٗ اَلَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَآءِ وَخَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الاَنْبِیَآءِ .اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَا اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ ﴾ سورۃ الأنعام ، آیت : ۵۰

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ "لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبْعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ" کنز العمال ،الحدیث : ۱۰۸۴

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الاُمِّیُّ الْکَرِیْم ، وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِین .

تمہید:

ساتواں پارہ کی سورۃ انعام کی ایک آیت کریمہ اور نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان تلاوت کیا ہے ،جس میں اللہ رب العزت کے اختیارات کا ذکر ہے اور انسان کی کامیابی کے راز کا ذکر ہے۔

آیت قرآنی کا مفہوم:

فرمایا آپ فرما دیجئے کہ میں اللہ کے خزائن کا مالک نہیں ہوں اور نہ ہی غیب جانتا ہوں اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، بس میں پیروی کرتا ہوں اس وحی کی، جو اللہ رب العزت کی طرف سے مجھ پر آتی ہے۔

اے نبی! آپ فرما دیجئے کہ نابینا اور بینا کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم پھر بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

حدیث رسول ﷺ کا مفہوم:

جناب نبی پاک ﷺ کے فرمان کا مفہوم یہ ہے، نبی پاک ﷺ نے فرمایا

"لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ

"کنز العمال، الحدیث : ۱۰۸۴

تم میں سے کوئی شخص بھی کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ مکمل پیروکار نہ بن جائے، اس چیز کا جو میں لیکر آیا ہوں، کامل ایمان والا تب ہوگا کہ جب مکمل رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے گا

آیت کا شان نزول:

جو آیت کریمہ تلاوت کی، اس کا خاص شان نزول ہے، جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور اعلانیہ تبلیغ شروع کر دی، تو مشرکین مکہ نے کچھ سوال کرنے شروع کر دیئے، کچھ مطالبے شروع کر دیئے، کہنے لگے کہ اگر واقعتاً آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، تو پھر اللہ کے جو خزائن ہیں، وہ ہمیں بتا دیں، کیا کیا ہیں؟ جو کچھ پریشانی کے احوال آنے والے ہیں، ان کی آپ ہمیں خبر دے دیں، ایک مقام پہ کہنے لگے، جو تیسرے پارے اور پندرھویں پارے میں ہے، مشرکین مکہ نے سوال کیا جو قرآن مجید نے ذکر کیا کہنے لگے آپ اگر اللہ کے

سچے رسول ہیں، تو پھر مکہ کے باہر جو پہاڑی علاقہ ہے، برابر ہو جائے، یہ زرخیز ہموار زمین بن جائے اور اس میں کھیتی باڑی اور باغات اور دیگر اناج اگنے شروع ہو جائیں، یہاں سے پہاڑوں کو ہٹا کر دور کر دیا جائے مختلف سوالات کرنے لگے، تو اس کے جواب میں نبی پاک ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی، کہ اے نبی آپ اپنا تعارف کروادیں اوران کا مطالبہ کرنے والوں کو اپنے اختیارات بتادیں۔

فرمایا

﴿ قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ ﴾سورة الأنعام، آیت: ۵۰

اے نبی! آپ فرمادیجئے، میں نے اپنے وعظ ونصیحت میں، بیان میں، تبلیغ میں کب کہا ہے کہ میں اللہ کے خزائن کا مالک ہوں، تم مسلمان ہو جاؤ، تو میں تمہارے لیے یہ خزائن الاٹ کروادوں گا، میں نے یہ کب کہا کہ میں اللہ کے خزائنوں کا مالک ہوں، اللہ کے خزائنوں کا مالک اللہ خود ہی ہے اور میں غیب کی باتیں بھی نہیں جانتا کل کیا ہونے والا ہے؟ کیا مصیبت تمہارے اوپر آنے والی ہے؟ خشک سالی آنے والی ہے یا نہیں؟

﴿ وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ﴾سورة الأنعام، آیت: ۵۰

اور نہ میں نے یہ کہا ہے کہ میں فرشتہ ہوں، بلکہ میں انسان ہوں، اللہ کا پیغمبر ہوں، اللہ نے مجھے آخری رسول بنا کر بھیجا ہے، بس میرا کام یہ ہے کہ اللہ نے مجھے پیغمبر بنایا ہے، جو وحی مجھ پر آتی ہے، میں اس وحی کی پیروی کرتا ہوں، آپ کو بھی اس وحی کی اطلاع دیتا ہوں۔

اب یہ حکم نازل ہوا ہے، اے نبی! فرمادیجئے

﴿ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴾سورة الأنعام، آیت: ۵۰

نابینا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے ہیں، بات سمجھ میں آجائے جن لوگوں کو، وہ بینا ہیں اور جن کو شریعت کی بات سمجھ میں نہ آئے، وہ نابینا ہیں، میرا دائرۂ اختیار یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے مجھ پر وحی آتی ہے، میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور وہ وحی آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں، کہ یہ کامیابی

والا راستہ ہے، جس طریقہ سے مشرکین مکہ نے بہت کچھ عقیدے کے اعتبار سے اپنے معاملات، معاشرتی اور عبادات کے لحاظ سے اپنے اندر خرافات بنالیں تھیں، انہیں میں سے یہ بھی ایک گھڑی ہوئی تھی کہ ان بتوں کو، یا فلانوں کو غیب کی باتیں پتہ ہوتی ہیں، لہذا نذرانے چڑھاتے رہا کرو، ان کو خوش رکھا کرو، تاکہ جو مصیبت آتی ہوگی، تو پھر یہ دور ہو جائے گی۔

بعض کہتے تھے کہ یہ سورج آتا ہے اور جاتا ہے، چاند آتا ہے اور جاتا ہے، یہ جو خطرات کا نظام ہے، اس کے جو تغیر اور تبدیل والی چیزیں ہیں، اس کو اپنا معبود بنالیا کرو، کوئی سورج پرست ہو گئے، کوئی نجوم پرست ہو گے اور بعضوں نے غیر مرئی (نہ نظر آنے والی) چیزیں کو اپنا معبود اور مشکل کشا سمجھ لیا، یعنی بعض نے جنات کو اپنا مشکل کشا سمجھ لیا، بعضوں نے فرشتوں کو اپنا مشکل کشاء سمجھ لیا، بعضوں نے اپنے انسانوں میں سے جو بہتر اور قوی اور نیک محسوس ہوا، اس کو سب کچھ سمجھنے لگے، اسی طریقے سے یہ جو خرافات ہیں، اسی طرح غیر اللہ کے نام پر نذر نیاز کرتے ہوئے یہ لوگ یہ تصور، نذریہ اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ بت غیب کی باتیں بھی جانتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ مستقبل کے بارے میں بتادیا کرو، کیا ہونے والا ہے؟ اگر آپ اللہ کے سچے نبی ہیں، تو اللہ کے خزائن آپ کے پاس ہیں، ہمیں بتادیں، وہ خزانے کیا ہیں؟ اور کہاں ہیں؟ اور دیگر مطالبات کرنے لگے، حقیقت یہ ہے کہ جس کو ماننا ہو، حجتیں اور حیلے نہیں تلاش کرتے، صداقت کی ایک علامت ہی کافی ہے، جن کے دل سلیم تھے، وہ قبول کرنے لگے۔

علم غیب کی تعریف وحقیقت:

آج کی گزارشات میں یہ بتانا ہے کہ عالم الغیب ہونا یہ صرف اللہ ہی کی صفت ہے، اللہ کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں ہوسکتا، قرآن مجید نے اس موضوع کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے، اللہ ہی عالم الغیب ہے، پہلے یہ بات سمجھنی چاہیے کہ غیب ہوتا کیا ہے؟ غیب کہتے کس چیز کو ہیں؟ علم الغیب کی تعریف کیا ہے؟ اور ہوتا کیا ہے؟

یاد رکھیے! غیب ان چیزوں کو کہتے ہیں، جو چیزیں ابھی وجود میں ہی نہیں ہیں، یا یہ کہ وجود

میں ہیں، لیکن ان کی اطلاع اللہ رب العزت نے کسی کو نہیں دی، نہ انبیاء کو، نہ فرشتوں کو، نہ کسی کو، جو چیزیں ابھی وجود میں ہی نہیں آئیں، ان کا بھی علم کلی اللہ رب العزت کو ہے، یا آچکی ہیں، لیکن اللہ نے کسی کو اطلاع نہیں دی، ان چیزوں کا علم سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا

﴿ وَ لِلّٰہِ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اِلَیۡہِ یُرۡجَعُ الۡاَمۡرُ کُلُّہٗ فَاعۡبُدۡہُ وَ تَوَکَّلۡ عَلَیۡہِ وَ مَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴾ سورۃ ھود، آیت: ۱۲۳

اللہ ہی کے پاس ہے، زمین اور آسمان کے غیب کا علم، سب چیزوں نے اللہ رب العزت کی طرف جانا ہے، آپ لوگوں کے ذمے یہ ہے کہ اللہ رب العزت ہی کی عبادت کرو، اسی پر کامل ایمان اور بھروسہ رکھو اور تمہارے اعمال سے تمہارا رب بے خبر نہیں ہے، تو جو علم مستقبل کا ہے، وہ صرف اللہ رب العزت کو ہے، پہلے سے اور قیامت تک اور قیامت کے بعد کا اس کو علم محیط حاصل ہے۔

اسی کو سورۃ نحل فرمایا:

﴿ وَ لِلّٰہِ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَاۤ اَمۡرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ ہُوَ اَقۡرَبُ ﴾ سورۃ النحل، آیت: ۷۷

کہ اللہ کے علم میں ہے، کہ قیامت کب واقع ہوگی؟ بس ایسے ہو جائے، جیسے آنکھ کا جھپکنا ہے۔

سورۃ انعام میں فرمایا:

﴿ وَ عِنۡدَہٗ مَفَاتِحُ الۡغَیۡبِ لَا یَعۡلَمُہَاۤ اِلَّا ہُوَ وَ یَعۡلَمُ مَا فِی الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ وَ مَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَۃٍ اِلَّا یَعۡلَمُہَا وَ لَا حَبَّۃٍ فِیۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَ لَا رَطۡبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ ﴾ سورۃ الأنعام، آیت: ۵۹

کہ سب کچھ غیب کی چابیاں اللہ رب العزت کے قبضے میں ہیں، ذرے ذرے کا علم اللہ رب العزت کو ہے، خواہ وہ خشکی کا علم ہے، یا سمندری ہے، آسمانوں کا ہے، یا زمین کا

ہے، سب علم اللہ رب العزت کے پاس ہی ہے، کسی کے پاس نہیں ہے، حتیٰ کے درختوں کے اندر ان گنت پتوں کا علم بھی اسی کے پاس ہے، پتوں کے گرنے کا علم بھی اسی کو ہے، سب کچھ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

غیب کی چابیاں کیا ہیں:

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، جو بڑے مشہور صحابی ہیں، حضرت عمر فاروقؓ کے بیٹے ہیں، وہ اپنے شاگردوں کو کہنے لگے، کہ ہمیں پتہ ہے: ﴿وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ یہ غیب کی چابیاں اللہ کے پاس ہیں، یہ کیا ہیں چابیاں؟ جو سورۃ انعام ساتویں پارے میں قرآن مجید نے بیان کیا کہ اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی چابیاں، وہ چابیاں کیا ہیں؟

شاگردوں نے پوچھا کہ حضرت آپ بتائیں کہ کون سی چابیاں ہیں؟ تو عبداللہ بن عمرؓ نے کہا قرآن مجید نے سورۃ لقمان کی آخری آیت میں غیب کی چابیوں کا ذکر کر دیا

﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ سورۃ لقمان، آیت: ۳۴

قیامت کب واقع ہوگی؟ اور بارش کب آئے گی؟ اور شکم مادر میں کیا ہے؟ وہ شقی ہے؟ سعید ہے؟ کتنی عمر والا ہے؟ کتنے دماغ والا ہے؟ کتنے بخت والا ہے؟ سب کچھ اسی کے علم میں ہے، کون؟ کہاں؟ کب پیدا ہوگا؟ اور کون کب مرے گا؟ یہ سب کچھ صرف اللہ رب العزت کے علم میں ہے۔ یہ کنجیاں ہیں غیب کی۔

قیامت کا علم کسی کو نہیں:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ میں تشریف فرما تھے، ایک شخص خوبصورت، صاف ستھرے لباس والا اور خوبصورت چہرے والا، گھنی اور کالی داڑھی والا شخص رسول کریم

ﷺ کی مجلس میں آ گیا اور آ کر قریب بیٹھ گیا اور آ کر قریب بیٹھ کر آپ کے زانوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ دیئے، صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں تعجب ہوا، یہ شخص اتنا بے تکلف کیسے ہے؟ ہم تو ایسا نہیں کرتے ہیں۔

بہر حال! وہ کچھ سوال کرنے لگا، یہ حضرت جبرائیل امین کہلاتے ہیں، جو سوال موضوع کے مطابق ہے، وہ یہ ہے کہ وہ کہنے لگا مَا السَّاعَةُ؟ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس سے سوال کیا جا رہا ہے، وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا، جس سے پوچھ رہے ہو، وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا، جتنا سائل جانتا ہے، اتنا مسئول جانتا ہے۔

بہر حال! وہ چلے گئے، آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ معلوم ہے کہ سائل کون تھا؟ عرض کیا حضرت نہیں معلوم، فرمایا کہ جبرائیل امین تھے، تمہیں تمہارے دین کے بارے میں کچھ اہم باتیں سکھانے آئے تھے، کیونکہ سوالیہ انداز میں بات اچھی طریقے سے سمجھ میں آتی ہے، اس نے سوال کیا تھا کہ ایمان کیا ہے؟ پھر اسلام کیا ہے؟ اور قیامت کی علاماتیں کیا ہیں؟ پھر قیامت کب واقع ہو گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سائل سے زیادہ مسئول نہیں جانتا، یعنی کہ جس طریقے سے سائل کو یقینی خبر قیامت کے وقوع کی نہیں ہے، یعنی جبرائیل کو نہیں، اسی طرح مجھے بھی قیامت کی یقینی خبر، کہ کس دن کس سال واقع ہو گی، اس کا علم نہیں ہے، صرف علامات کا علم تھا، وہ تمہیں بتا دیا۔

سورۃ لقمان کی آخری آیت میں فرمایا

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ سورۃ لقمان، آیت: ۳۴

یہ غیب کی کنجیاں ہیں، اللہ کے قبضے میں ہیں۔

ایک مقام یہ فرمایا

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا

یَشۡعُرُوۡنَ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ﴾ سورة النمل، آیت: ۶۵

آپ فرما دیجئے کوئی بھی نہیں جانتا، جو مخلوق زمینوں میں ہے، یا آسمانوں میں ہے، کوئی غیب کو نہیں جانتا، مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تمہیں تو یہ بھی نہیں پتا کہ تم خود کب مرو گے؟ کون اٹھائے گا تمہیں یہاں سے؟

﴿مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الۡغَیۡبَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ عموم ہے، جو مخلوق بھی زمینوں میں ہے، وہ غیب نہیں جانتی، اس میں فرشتے بھی آگئے، انبیاء بھی آگئے، اولیاء بھی آگئے، جنات بھی آگئے، علماء بھی آگئے، پیر، فقیر، درویش بھی آگئے، صلحاء، محدثین بھی آگئے، شہداء بھی آگئے کہ کوئی بھی غیب نہیں جانتا، سب کی نفی کردی گئی۔

اللہ کے علاوہ غیب کوئی نہیں جانتا:

اب کوئی یہ نظریہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی غیب جانتا ہے، تو یہ غلط ہے اور اسی طرح قرآن مجید میں اور بہت آیات ہیں، جو اللہ رب العزت کے عالم الغیب ہونے کے بارے میں بتاتی ہیں، تمام دیگر جو مخلوق ہے، اس سے علم الغیب کی نفی کی ہے، سورۃ جن میں یہ ذکر ہوا، ہم کچھ باتیں اپنے انبیاء کو بتا دیتے ہیں، سورۃ نساء میں ذکر ہوا ہم کچھ باتیں انبیاء کو بتا دیتے ہیں، سورۃ ھود میں ذکر ہوا کہ ہم کچھ باتیں انبیاء کو بتا دیتے ہیں اور بعض باتیں نہیں بتاتے ہیں۔

علم غیب اور غیب کی خبروں میں فرق:

میں نے بتایا کہ علم غیب کی تعریف یہ ہے کہ جو چیز وجود میں نہ ہو، مستقبل میں آنے والی ہو، اس کا علم اور جو وجود میں ہو، لیکن ابھی کسی کو اطلاع نہ دی گئی ہو، اس کا علم بغیر ذرائع، بغیر اسباب، کسی کے بتائے بغیر، ہر وقت علم ہو، علم الغیب کہلاتا ہے، کسی کے بتانے سے، کسی سبب سے، کسی تجربہ سے، کسی علم و ہنر سے، کسی چیز کا سمجھ لینا، یہ علم غیب نہیں ہے، چنانچہ اس کو سورۃ ھود میں قرآن مجید نے بتایا

﴿ تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْھَا اِلَیْکَ ﴾

سورۃ ھود، آیت: ۴۹

رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سارے علوم سے نوازا ہے، اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو بعض غیب کی خبریں بھی دی ہیں، ایک ہے غیب کا علم، یہ اللہ کی صفت ہے اور ایک ہے غیب کی خبریں، یہ بعض خبریں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو دی ہیں، ان میں سے آخری رسول محمد ﷺ کو زیادہ دی ہیں، کلی علم غیب اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

فرمایا

﴿ تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْھَا اِلَیْکَ مَا کُنْتَ تَعْلَمُھَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُکَ ﴾ سورۃ ھود، آیت: ۴۹

اے نبی! ہم نے آپ کو کچھ غیب کی باتیں بتائی ہیں، اللہ کے بتانے سے اگر نبی علیہ السلام کو پتہ چلیں، تو علم وحی سے پتہ چلی ہیں، یہ علم وحی ہے نہ کہ علم غیب، نہ یہ کہ نبی کو علم غیب بلکلیہ عطاء کر دیا گیا۔

سورۃ نساء میں قرآن مجید نے بتایا:

﴿ وَ رُسُلاً قَدْ قَصَصْنٰھُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْھُمْ عَلَیْکَ وَ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا ﴾ سورۃ النساء ، آیت: ۱۶۴

اے نبی! بہت سارے سابقہ انبیاء کے احوال ہم نے آپ کو بتائے اور بہت سارے سابقہ انبیاء کی باتیں ہم نے آپ کو نہیں بتائیں، بہت سارے سابقہ انبیاء کی نبوت، ان پر نازل ہونے والی کتاب، یا ان کی امت، یا ان کے احوال ہم نے آپ کو بتائے اور بہت سارے انبیاء کی باتیں ہم نے آپ کو نہیں بتائیں۔

سورۃ جن میں فرمایا:

﴿ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾ سورۃ الجن، آیت: ۲۶۔۲۷

اللہ عالم الغیب ہے، اپنے علم کلی پر کسی کو اطلاع نہیں کرتا، مگر رسولوں میں سے جس کو اللہ چاہتے ہیں، کچھ غیب کا علم عطاء کر دیتے ہیں، نبی کے پاس جو کچھ ہوتا ہے، وہ اللہ کی طرف سے نبی کو ملتا ہے، آپ نے سب سے پہلے اعلان کیا نبوت کا، رسالت کا، دین کا، تو آپ نے فرمایا میں تو کچھ بھی نہیں جانتا تھا، کچھ پڑھا ہوا نہیں تھا، اب میرے اوپر علوم نازل ہوئے، تو میں تمہارے سامنے یہ بیان کر رہا ہوں۔

جبرائیل کو بھی آپ ﷺ نے غار حرا میں بھی تو یہی کہا تھا "مَا اَنَا بِقَارِئٍ" میں کیسے پڑھوں؟ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں، بعض اصحاب سیر نے لکھا ہے، کہ جبرئیل نے سامنے کچھ تختی میں لکھی ہوئی تحریر دکھائی، کہ آپ یہ پڑھیں، تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا "مَا اَنَا بِقَارِئٍ" میں تو لکھا پڑھا نہیں ہوں جب کہا

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ سورۃ العلق، آیت: ۱

تو پھر آپ ﷺ نے پڑھنا شروع کر دیا، تو جب آپ ﷺ کچھ نہیں جانتے تھے، کچھ پڑھے لکھے نہیں تھے، جب آسمانوں سے علوم نازل ہونا شروع ہوئے، وحی آئی، تو آپ ﷺ نے یہ بتانا شروع کر دیا، یہ آسمانی علوم کے نزول کے بعد بتانا یہ دلیل ہے کہ آپ ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں۔

آپ ﷺ کے عالم الغیب نہ ہونے پر صلح حدیبیہ سے استدلال:

تو عالم الغیب یہ صفت کلی اللہ رب العزت کی ہے، رہی بات یہ کہ اللہ رب العزت نے انبیاء کو کچھ علوم عطاء کیا، وہ اللہ کے عطاء کردہ علوم ہیں، ان سے عالم الغیب ہونا ثابت نہیں ہوتا، ورنہ مشہور بات یہ ہے کہ جب آپ ﷺ خواب کے بعد ۶ھ میں عمرہ ادا کرنے مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے گئے، یہ خواب تھی اور یہ خواب آپ ﷺ نے صحابہؓ کو بتائی، آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں مقیم تھے، صحابہ کرامؓ میں پہلے ہی سے یہ چیز دلوں میں موجود تھی، کافی عرصہ ہوا اللہ کا گھر نہیں دیکھا، چنانچہ سب تیار ہو گئے، تو صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے ساتھ تیار ہو گئے

اور آپ ﷺ عمرے کیلئے روانہ ہو گئے اور عمرہ نہیں ہو سکا، اگر نبی عالم الغیب ہوتا ہے، تو نبی کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے تھی، جو اتنے لوگوں کو عمرے کیلئے لیکر جا رہا ہوں، عمرہ تو ہمارا ہونا نہیں ہے، اگر عالم الغیب ہوتے، تو نبی کے علم میں ہوتا اور پھر نبی لوگوں کو نہ لے کر جاتے، اور نہ خود جاتے، چنانچہ قرآن مجید کی ایک آیت میں فرمایا نبی پاک ﷺ نے اپنا تعارف کروا دیا

﴿ قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾سورة الأعراف: ۱۸۸

اے نبی! آپ فرما دیجئے، میں اپنے نفع نقصان کا مالک بھی نہیں ہوں، ہاں مگر اللہ تعالیٰ جو مجھے بتائے، اتنا مجھے علم ہوتا ہے، اگر میں عالم الغیب ہوتا، تو کوئی خیر مجھ سے چھوٹنے نہ پاتی اور کبھی بھی مجھے کوئی تکلف نہ ہوتی اس لیے جو عالم الغیب ہوتا ہے اور اسے پتہ ہے کہ کل اسے معرکہ میں حاضر ہونے میں زخم بھی لگیں گے، ساتھی بھی شہید ہوں گے، اس کا کوئی سدباب کر لیتے، کوئی خیر مجھ سے کبھی نہ چھوٹتی اور کبھی نہ کوئی تکلیف آتی، اگر میں عالم الغیب ہوتا، بس میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور برگزیدہ ہوں، بروں کو اچھی باتوں کی رہنمائی کرتا ہوں، جو اچھی باتوں پر چلنے لگے، ان کو خوشخبری سناتا ہوں اور لوگوں کو ڈراتا ہوں، تم اپنے گناہوں سے باز آ جاؤ، اگر تم برائیوں پر ہی رہے، تو آخرت میں عذاب ہوگا۔

خبر شہادت عثمان سے استدلال:

تو صلح حدیبیہ کی بات کر رہا تھا کہ رسول اکرم ﷺ صحابہ کرامؓ کو لیکر ہی نہ جاتے، اگر آپ ﷺ عالم الغیب ہوتے، وہاں جا کر حضرت عثمانؓ کو مکہ بھیجا، جھوٹی خبر مشہور ہو گئی، کہ ان کو شہید کر دیا گیا اور ادھر آپ ﷺ بیعت کر رہے تھے، ہم عثمان کے خون کا بدلہ لیکر ہی رہیں گے اور عثمانؓ شہید نہیں ہوئے، تو العیاذ باللہ نبی جھوٹی بیعت لے رہے تھے، واضح بات ہے کہ نبی کے علم میں نہیں تھی بات، جو مشہور ہو گئی تھی، کہ عثمانؓ شہید ہو گئے اور قرآن مجید نے بڑے پیار سے بیان کیا

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ سورۃ الفتح ، آیت: ۱۸

اللہ تعالیٰ خوش ہو گئے ، جو آپ عثمانؓ کے متعلق بیعت لے رہے تھے ، کہ عثمان شہید کا بدلہ ہم لے کر جائیں گے ، حالانکہ حضرت عثمانؓ شہید نہیں ہوئے تھے ، جھوٹی خبر مشہور ہوئی تھی ، لیکن آپ ﷺ کو پتہ نہیں تھا ، اس لئے کہ آپ ﷺ عالم الغیب نہیں تھے۔

مسجد کی صفائی کرنے والے صحابی کے واقعہ سے استدلال:

اسی طرح ایک واقعہ بعض محدثین نے نقل کیا ہے ، کہ ایک حبشی صحابیؓ تھا اور ہر روز مسجد نبوی کی صفائی کیا کرتا تھا ، آپ ﷺ نے ایک دو دن دیکھا ، وہ صفائی نہیں کر رہا ہے ، آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ وہ جو شخص مسجد کی صفائی کیا کرتا تھا ، ایک دو دن سے نظر نہیں آ رہا ، صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! وہ فوت ہو گیا ہے ، ہم نے اس کا کفن دفن اور جنازہ کر لیا ، اور اس کو جنت البقیع میں دفنا دیا ہے ، آپ ﷺ ناراض ہو گئے ، آپ ﷺ نے فرمایا کیوں تم نے مجھے اس کی فوتگی کی اطلاع نہیں دی ، میں نے اس کا کفن دفن کرنا تھا ، اس کا جنازہ پڑھانا تھا ، وہ اللہ کے گھر کی صفائی کرنے والا تھا ، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بتاؤ ، اس کی قبر کہاں بنائی ہے؟ صحابہ کرام آپ ﷺ کے ساتھ جنت البقیع میں گئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ قبر ہے۔ بعض محدثین نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے وہاں اس کے لئے جنازہ پڑھایا ، آپ ﷺ نے اس کی مغفرت کی دعا کی۔

اس حدیث سے امام بخاری نے بہت سے مسائل اخذ کئے ہیں ، سب سے اہم بات آج کے موضوع سے متعلق ہے ، کہ نبی کی مسجد کی صفائی کرنے والا صحابی فوت ہو گیا ہے اور نبی کے علم میں نہیں ہے ، قبر بھی معلوم نہیں ہے ، اگر نبی عالم الغیب ہوتا ، تو فوتگی کا علم ہوتا اور قبر کا علم ہوتا ، کہ کہاں بنی ہے؟ ، پھر صحابہؓ کے ساتھ قبر میں جانے کی کیا ضرورت پیش آئی ؟

حضرت آدم علیہ السلام اور علم الغیب:

اسی طریقے سے نبی پاک ﷺ کے زندگی کے بہت سارے احوال ہیں، جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں، کہ انبیاء علیہ الصلاۃ والسلام عالم الغیب نہیں ہوتے، عالم الغیب صرف اللہ کی ہی ذات ہے، جس پر میں قرآن مجید کی مختلف آیات سورتوں کے نام سے بیان کر چکا ہوں، کوئی نبی بھی عالم الغیب نہیں، حضرت آدمؑ سے اللہ رب العزت نے فرمایا

﴿ وَ لَا تَـقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾سورۃ البقرۃ، آیت: ۳۵

اے آدم اور آپ کی اہلیہ! دونوں اس درخت کے قریب مت جانا، ورنہ پھر حکم نہ ماننے والوں میں سے ہو جاؤ گے، پھر یہاں سے نکلنا ہوگا، آدم علیہ السلام اس درخت کے قریب چلے گئے۔

بہرحال! یہ خطاء اجتہادی ہوگئی اور پھر اللہ تعالیٰ ناراض ہو گئے، پھر حکم دیا کہ یہاں سے اتر جاؤ، بعض حضرات نے کہا کہ یہ گندم کھانے سے ہوا ہے۔

ذرا غور کرنا چاہیے دوستو! یہ گندم بڑی خطرناک چیز ہے، خیال سے کھانی چاہیے، حساب سے کھانی چاہئے، حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے قحط کے زمانہ میں گندم کی روٹی استعمال نہیں کی، حالانکہ گندم وافر ہو چکی تھی، صحابہ کرام بھی استعمال کرتے تھے، تو فرماتے تھے، ممکن ہے میری سلطنت کے خطے میں کوئی ایک شخص بھی جو کی روٹی کھاتا ہو اور ان کا بادشاہ گندم کی روٹی کھانے لگ جائے، تو یہ میرے لئے جائز نہیں ہے، پورے زمانہ قحط میں گندم کی روٹی استعمال نہیں کی، جو کی روٹی استعمال کرتے تھے اور طاقت کا یہ عالم تھا کہ وفات سے پہلے بھی جہاد میں شریک رہے، بازو میں طاقت تھی، تب ہی تو تلوار نیام سے باہر آتی تھی، جو کھا کر معلوم ہوا کہ ان کھانوں میں طاقت اللہ رب العزت کی طرف سے ہے، اگر اللہ چاہئے تو عمدہ کھانے والوں کو بیماری میں مبتلاء کر دے اور وہ چاہے تو جو کھانے والوں کو جواں مردی کا وہ عالم دے کہ فاروق اعظم بنا دے۔

تو بات یہ کر رہا ہوں عالم الغیب ہونا، صفت صرف اللہ رب العزت ہی کی ہے، کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے، سب سے پہلے نبی کی بات کر رہا ہوں، حضرت آدم علیہ السلام کی، اگر وہ عالم الغیب ہوتے، تو پھر سب کچھ انہیں پتہ ہوتا، کہ اس درخت کے قریب جانے سے پھر جنت سے اترنا ہوگا، پھر صحراؤں میں پھرنا ہوگا، پھر اماں نے اور ابو نے میدان عرفات میں جبل الرحمت کے قریب ملنا ہوگا، یہ اتنی مشقتیں اس درخت کے کھانے سے آئی ہیں، اگر یہ بات آدم علیہ السلام کے علم میں ہوتی اور وہ عالم الغیب ہوتے، تو کبھی بھی قریب نہ آتے، تو معلوم ہوا کہ کوئی نبی عالم الغیب نہیں ہوتا، پھر غلطی کا احساس ہوا، میدان عرفات میں دعا مانگی، فرمایا

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ سورۃ الأعراف، آیت: ۲۳

آدم ایک ہے اور جمع متکلم کا صیغہ استعمال کیا جا رہا ہے، اے انگلش دانو! عربی گرائمر کی بات کر رہا ہوں، آدم ایک اور دعا میں جمع متکلم کا صیغہ استعمال کیا جا رہا ہے

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ﴾

اے ہمارے رب! ہم سے غلطی ہوگی، یعنی مجھ سے اور میری بیوی سے اور مجھ سے پیدا ہونے والی نسل انسانی سے غلطیاں ہوں گی اور ہو جاتی رہیں گی، اب تیرے دروازے کے علاوہ اور کوئی دروازہ معافی دینے والا بھی نہیں، آپ معاف کر دیجئے اور اگر آپ نے معاف نہ کیا، تو آدم ہمیشہ کیلئے خسارے والوں میں ہو جائے گا۔ یہ دعا کی جا رہی ہے۔

نبی پاک ﷺ کی حدیث سے ایک خاص بات بیان کرتا ہوں، آپ ﷺ کا تو ہر فرمان ہی خاص ہے، نبی پاک ﷺ کے ہر فرمان میں امتی کیلئے نجات ہے، کامیابی ہے، برکت ہے، نور ہے، علاج ہے، ہر فرمان ہی آپ ﷺ کا عالیشان ہے، آپ ﷺ نے ایک مقام پہ فرمایا، وہ امام صاحب تباہ و برباد ہو، جو دعا صرف اپنے لئے کرتا ہے اور مقتدیوں کو دعا میں شریک نہیں کرتا، اب میں ان کو کیا بتاؤں کہ دعا کرنی چاہئے یا نہیں کرنی چاہیے؟ نماز کے بعد اٹھ کر بھاگنا شروع کر دیتے ہیں، کہ دعا ثابت ہی نہیں ہے، یہ کیا بات بیان ہو رہی ہے رسول اللہ ﷺ کی، کہ وہ امام جو دعائیہ صیغے صرف اپنی طرف متوجہ کرتا ہے کہ یا اللہ مجھے معاف کر دے،

یا اللہ مجھے رزق عطاء کر، مجھے عزت عطاء کر، جو امام اس طرح کی دعا کرتا ہے، واحد متکلم کا صیغہ استعمال کرتا ہے، فرمایا وہ ہلاک ہو جائے، تباہ ہو جائے، جو اپنے ساتھ مقتدیوں کو دعا میں شریک نہیں کرتا، معلوم ہوا کہ مقتدیوں کو ساتھ شریک کرنا ہے۔

میں سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کی بات کر رہا تھا کہ عالم الغیب نہیں ہے اگر عالم الغیب ہوتے، تو اس درخت کے قریب نہ جاتے، دعا میں حضرت آدم نے بھی جمع کا صیغہ استعمال فرمایا کہ امت بھی سمجھ جائے، دعا کا طریقہ یہ کہ سب کو شریک کرنا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام اور علم الغیب:

اس طرح کا واقعہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں، ایک بڑے عرصے تک تبلیغ کرتے رہے، قوم نہ سمجھی، پھر ہلاکت کیلئے بددعا کر دی، اللہ نے فرمایا، یوں کشتی بناؤ اور آپ کے اہل کو بچالوں گا، بیٹا مشرک تھا، جب طوفان آیا، تو بیٹا بھنور میں پھنسا، تو نوح نے دعا کی

﴿ اِنَّ ابۡـنـِىۡ مِنۡ اَهۡلِىۡ وَاِنَّ وَعۡدَکَ الۡحَقُّ وَاَنۡتَ اَحۡکَمُ الۡحٰکِمِيۡنَ﴾ سورة هود ، آيت :۴۵

اے میرے رب! یہ میرا بیٹا دریا کی موجوں میں، طوفان کی موجوں میں غرق ہونے والا ہے اور آپکا وعدہ ہے کہ آپ میری اہل کو بچائیں گے، بیٹا میری اہل میں سے ہے، ہلاکت کی زد میں جا رہا ہے، اسے بچا دیجئے، آپ تو احکم الحاکمین ہیں، ادھر اللہ رب العزت نے وحی بھیج دی

﴿ يَا نُوۡحُ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِکَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ فَلَا تَسۡئَلۡنِ مَا لَيۡسَ لَکَ بِهٖ عِلۡمٌ اِنِّىۡۤ اَعِظُکَ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ﴾ سورة هود ، آيت :۴۶

اے نوح! یہ آپکا بیٹا تو ہے، لیکن آپ کی اہل نہیں ہے، نبی کا اہل وہ ہوتا ہے، جو نبی کی اتباع کرے، نبی کی پیروی کرے، یہ آپ کی نسل میں تو آپکا بیٹا ہے، آپ کے منشور میں آپکا بیٹا نہیں، اس لئے آپکا بیٹا نہیں کہ آپ کا فرمانبردار نہیں، آپ کی اہل نہیں، آپ کی طرح عمل صالح

نہیں، آپ جیسا عقیدہ نہیں

اب تک تو آپ کے علم میں نہیں تھا کہ آپ کا اہل ہے یا نہیں؟ اب آپ کو بتا دیا ہے اس کے بعد آپ اپنے بیٹے کی نجات کی دعا ہم سے نہ مانگنا، اب بتا رہا ہوں اللہ رب العزت فرما رہے ہیں، اب میں بتا رہا ہوں، آپ کا بیٹا آپ کے اہل نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا عمل صالح نہیں ہے، اب بتا دیا ہے اور بتا دینے کے بعد اب نجات کی دعا نہ مانگنا، ورنہ میں آپ کو نبوت والے مقام سے ہٹا سکتا ہوں۔

اتنی سخت وعید کر دی، اب اگر نوح علیہ السلام کو یہ پتا ہوتا اور عالم الغیب ہوتے کہ بیٹے کیلئے دعا کرنے سے اتنی سخت وعید آئی گی، کبھی بھی ہرگز دعا نہ کرتے، تو نبی عالم الغیب نہیں ہوتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور علم الغیب:

اسی طرح کا واقعہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے گئے، جیسے دیکھا فوراً گھر چلے گئے، گائے کا بچہ ہی موجود تھا، اس کو ذبح کر کے گھر والوں کو کہا، کہ اس کو فٹافٹ بھونوں اور حاضر کر دیا اور دیکھا کہ وہ کھا نہیں رہے، یہ کیسے لوگ ہیں یہ کھانا نہیں کھاتے؟ یہ کیسے مہمان ہیں؟ تو پھر جب ڈر گئے پھر وہ مہمان سمجھ گئے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ہمیں نہیں پہچانا، اگر نبی عالم الغیب ہوتے، تو وہ گائے کا بچہ ذبح نہ کرتے، وہ بھونتے ہی نہیں، تو معلوم ہوا کہ نبی عالم الغیب نہیں ہوتا۔

﴿وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ﴾ سورۃ ھود، آیت: ۶۹۔۷۰

ہمارے فرشتے ہمارے خلیل کے پاس گئے، وہ تو خوشخبری لیکر گئے تھے، کہ آپ کو اللہ بیٹا عطاء کرنے والا ہے، آپ نے دعا کی تھی، اللہ سے بیٹے کی، تو وہ خوشخبری دینے کیلئے آئے تھے، تو فوراً آپ نے گائے کا بچہ بھون کر حاضر کر دیا۔

دوستو! اللہ کا خلیل اگر عالم الغیب ہوتا، تو ان آنے والے مہمانوں کو پہچان لیتا کہ یہ فرشتے

ہیں، کہ یہ کھانا نہیں کھاتے، یہ پانی نہیں پیتے، یہ تھکتے نہیں، یہ سوتے نہیں ہیں، یہ اللہ کے نور سے پیدا کی ہوئی مخلوق ہے، ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

فرشتے بھی غیب نہیں جانتے:

فرشتے بھی عالم الغیب نہیں، تو یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں، ادھر وہ گائے کا بچہ ذبح کر رہے ہیں اور بھون رہے ہیں، گھر والوں کو مصروف کر دیا، فرشتے اگر عالم الغیب ہوتے، تو فوراً ابراہیم علیہ السلام کو بلا لیتے، کہ ابراہیم آپ واپس آؤ، آپ گائے کا بچہ ذبح نہ کرو، نہ بھونو، نہ کھانے پکاؤ، ہم تو یہ نہیں کھانے والے، ہم تو فرشتے ہیں، نہ فرشتے عالم الغیب، نہ انبیاء عالم الغیب ہیں۔

مشرکین کے چند سوالات سے عالم الغیب نہ ہونے پر استدلال:

اور نہ ہی نبی پاک ﷺ عالم الغیب ہیں، آپ ﷺ نے اپنا تعارف کر دوایا کہ میرے پاس خزائن نہیں ہیں، خزانوں کا مالک نہیں ہوں، اللہ کے پاس ہیں خزانے اور نہ میں عالم الغیب ہوں، مجھے کچھ پتہ نہیں ہوتا مستقبل کا، اگر مستقبل کا پتہ ہوتا، تو پھر مشرکین سوال کرنے والے آئے تھے، کہ روح کے متعلق بتاؤ؟ اصحاب کہف کے متعلق بتاؤ اور سکندر ذوالقرنین کے متعلق بتاؤ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کل بتاؤں گا، تو وحی بند ہوگئی، کیوں؟ اس لئے کے آپ ﷺ نے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا، قرآن مجید کی سورۃ کہف میں ہے:

﴿ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ﴾

سورۃ الکھف، آیت: ۲۴

اب کبھی بھی ایسا نہ کہیں کہ میں کل کر دوں گا، مگر یہ کہ ساتھ ان شاء اللہ کہو، آپ نے یہ کیسے بتا دیا کہ میں یہ کل آپ کو بتا دوں گا، اگر آپ کو یہ پتہ ہوتا کہ اتنے دن وحی بند رہے گی، دعائیں کرونگا، تو یہ ان کو نہ کہتے کہ میں کل بتا دوں گا، اس طرح کی ان تمام باتوں یہ بات ثابت ہوئی کہ انبیاء علیہ السلام عالم الغیب نہیں ہیں۔

اولیاء اللہ عالم الغیب نہیں:

دوستو! اصحاب کہف کی ایک مثال دیتے چلیں، بڑے نیک لوگ گزرے ہیں، اور ظالم بادشاہ سے ٹکرانے والے چند لوگ ہوتے ہیں، باقی تو ہماری طرح مصلحت پسند ہوتے ہیں، ظالم بادشاہ، کافر بادشاہ، مشرک بادشاہوں سے ٹکرانے والے اللہ والے چند ہی ہوتے ہیں، کوئی کوئی ہوتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کوئی کوئی ہوتا ہے، مجدد الف ثانی کوئی کوئی ہوتا ہے، سعید بن میتب ؒ جس نے حجاج کو کہا تھا تم ظالم ہو اور تم نے میرے بارے میں جو کرنا ہے، تو کردو، بڑی سے بڑی بات جو تم کرو گے، شہادت ہی ہوگی، شہادت ہی ہمارا مقصود ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی اس سنہری شریعت میں سعید کا نام سعادت مندوں میں لکھا جائے گا، کہ ظالم بادشاہ کی آپ نے پروا نہیں کی اور کہا کہ تم غلط کرتے ہو، اصحاب کہف اللہ کے ولی، نیک بندے گذرے ہیں، جن کے ذکر میں قرآن مجید میں پوری سورۃ کہف نازل ہوئی، جو شخص جمعۃ المبارک میں پابندی سے پڑھتا ہے، آخرت کے لحاظ سے فضیلت ہے، وہ نجات ہی نجات ہے، دنیا کی فضیلت سورۃ کہف کی یہ ہے کہ کبھی دھوکہ آپ کے ساتھ نہیں ہوگا، آپ تجربہ کرکے دیکھ لیں، کبھی ناغہ نہ کریں، جو کام کرو، پہلے اللہ سے مانگ کے جاؤ، سورۃ کہف پابندی سے پڑھو، کبھی دھوکہ نہیں ہوگا، سارا ملک ہمارا دھوکے کی اماجگاہ بن چکا ہے، ہمارے پاس دوستو یہی ایک راستہ ہے نجات کا، اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے، اللہ پاک نے نجات کیلئے اپنا پیارا پیغمبر بھیجا ہے کہ اس کے پیروکار بن جاؤ، دنیا میں بھی کامیابی ہے اور آخرت میں بھی کامیابی ہے، اقبال جیسا درویش یہ کہہ کر گیا۔

محمد کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے
اگر اس میں ہو خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اللہ نے اپنے رضا کے فیصلے، اپنے محبوب کی سنتوں کی پیروی میں رکھ دیئے ہیں او مسلمانو! اللہ رب العزت تب راضی ہوگا نبی کے امتیوں سے، جب نبی کے امتیوں نے اپنے نبی کی

پیروی کر کے دیکھائی، ظاہرا بھی اور باطنا بھی۔

محمد کی غلامی سند ہے آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

محمد کی غلامی میں جو آئے گا، دنیا بھی ان کی ہوتی گئی، آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نے انکے انعامات مقرر کردیئے، اصحاب کہف کی بات کر رہا ہوں، اللہ کے ولیوں کی بات کر رہا ہوں، کہ اللہ کے ولی بھی عالم الغیب نہیں ہوتے

﴿ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا وَّ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ﴾ سورۃ الکھف، آیت :17، 18، 19

ہم نے ان کو سلایا اور تین سو سال سوتے رہے، جب ہم نے انہیں اٹھایا، ایک دوسرے سے پوچھنے لگے او درویش! او زلفوں والی سرکار! کتنا سویا ہے، کہنے لگا ایک دن، دوسرا کہنے لگا نہیں، دوپہر کا قیلولہ کیا، زیادہ تو نہیں سوئے ہیں، تیسرا کہنے لگا جس نے تمہیں سلایا ہے، وہی بہتر جانتا ہے کتنے سوئے ہو، تم سوچو کہ سر کے بال اتنے لمبے کیوں ہو گئے اور ڈاڑھی اتنی لمبی کیسے ہوگئی اور ناخن اتنے بڑے کیسے ہو گئے، قرآن مجید نے یہ اللہ کے ولیوں کی بات کی، ولی کیسے بنے؟ یہ جھنڈیاں لگا کر ولی نہیں بنے، بادشاہ نے کہا میرے سامنے سجدہ کرو، انہوں نے کہا جاؤ، تمہارے سامنے سجدہ کیوں کریں؟ تم بھی مخلوق ہو، ہم بھی مخلوق ہیں، ہمارا رب اللہ ہے، ہم اس کے سامنے جھکنے والے ہیں، تمہارے سامنے نہیں جھکیں گے اور پھر اللہ رب العزت نے سلا دیا، بادشاہ کے مظالم سے اللہ نے ان کو بچا دیا اور جب اٹھے، اللہ کے ولی ہیں، یہ وہ ولی ہیں، جن کی ولایت پر قرآن نے گواہی دی، کسی کو ولی ہم نے کہہ دیا کہ فلاں بھی ولی ہے، فلاں بھی ولی ہے، کسی کے بارے میں قرآن مجید میں آیت تو نازل نہیں ہوئی، لیکن اصحاب کہف کے متعلق قرآن نے بتایا کہ یہ واقعتاً اللہ کے ولی ہیں، یہ ولی جب نیند سے اٹھے،

تو ایک دوسرے کو کہنے لگے، کتنے سوئے ہو؟ ایک کہنے لگا آدھا دن سوئے ہیں، دوسرا کہنے لگا ایک دن سوئے ہیں، پھر کہنے لگے، جس نے سلایا ہے، وہی جانتا ہے، کتنے سوئے ہیں، اب کہنے لگے بھوک لگی ہے، کھانا منگواؤ، ان میں سے ایک کھانا شہر سے لانے گیا، یہ ایک لمبا واقعہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے ولی بھی عالم الغیب نہیں ہوتے، اگر عالم الغیب ہوتے، تو خود کہتے کہ ہم تین سو سال سوئے ہیں، انہیں نہیں پتہ تھا، معلوم ہوا کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہوتا، خواہ نبی ہو، ولی ہو، عالم ہو، پیر ہو، محدث ہو، شہید ہو، کوئی بھی نہیں جانتا، مگر جس کو اللہ جتنا علم دیدے، جتنا دیدے اتنا جانتا ہے۔

پھر انبیاء اللہ کے بتائے ہوئے علم سے لوگوں کی رہبری کرتے ہیں، جو مانے، وہ کامیاب ہوا اور جو نہ مانے، وہ ناکام ہوا۔

اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ اور توفیق عطاء فرمائے۔

”...... وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ......“

(۱۸) رحمتِ حق تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ . اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفیٰ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الانْبِیَآء وَعَلیٰ آلِہ وَ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوفُوْاعَھْدَہ اَلَّذِیْنَ ھُمْ خُلاصَۃُ العَرَبِ العَرْبَآءِ وَخَیرُ الخَلائِقِ بَعْدَ الانْبِیَآءِ .اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْم﴿ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾

سورۃ الزمر، آیت :۵۳

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ :" اِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ بِاللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ حُسْنِ عِبَادَۃِ اللّٰہِ". مسنداحمد ،الحدیث :۸۷۰۹

صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہٗ النَّبِیُ الاُمِّیُّ الکَرِیْمِ ، وَنَحْنُ عَلیٰ ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین .

آیت کا مفہوم:

چوبیسویں پارے کی ایک آیت کریمہ اور جناب نبی پاک ﷺ کا ایک فرمان تلاوت کیا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے نبی پاک ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا اے نبی! فرمادیجئے میرے بندوں کو جنہوں نے گناہ کئے، وہ میری رحمت سے مایوس نہ ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ ہر طرح کے گناہوں کو معاف کرتے ہیں، اس لئے کہ

اسکی صفت یہ ہے کہ وہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

حدیث کا مفہوم:

جناب نبی پاک ﷺ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھتا ہے، یہ اچھی عبادت ہے۔

جیسا گمان کرو گے:

اور ایک اور فرمان میں جناب نبی پاک ﷺ نے ہدایت دی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ جیسا گمان رکھے گا، اللہ تعالیٰ کو ویسا ہی پائے گا۔

ایک اور فرمان میں جناب نبی پاک ﷺ نے ہدایت دی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے تھوڑا قریب آتا ہے، اللہ اس کے زیادہ قریب آتا ہے، پھر اسی حدیث میں مزید تشریح ہے کہ وہ چل کر آئے، تو اللہ تعالیٰ دوڑ کر آتا ہے اور جو پہنچ جائے در پر تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں، میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، اس بندے کا میں کان بن جاتا ہوں، مقصد یہ ہے کہ پھر وہ میرا بن جاتا ہے، میں اس سے راضی ہو جاتا ہوں اور جب وہ صحیح معنی میں پرہیزگار بن جاتا ہے، اس کے ہاتھ کان سے پھر میری مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں ہوتا اور میں اس کی ضروریات کو بخوبی پورا کرتا ہوں۔

سورۂ زمر کا تعارف:

تو فرمایا:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ سورة الزمر ، آیت :۵۳

یہ چوبیسویں پارے کی سورۃ زمر کی آیت ہے، زمر کے معنی ''جماعت'' کے ہوتے ہیں اور اس سورت میں دو جماعتوں کا ذکر ہے، ایک نیک جماعت کا ذکر ہے اور ایک کافر جماعت کا ذکر ہے اور دونوں گروہوں کو گویا جماعت کی شکل میں میدان حشر میں اٹھایا جائے گا، پھر

جنتیوں کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا، فرشتے ان پر یوں سلام کہیں گے، ان کا یوں استقبال کریں گے:

﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ﴾ سورۃ الزمر : ۷۳

اور جو جہنمی گروہ ہے، ان کو یوں حسرت دلائی جائے گی:

﴿ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ﴾ سورۃ الزمر ، آیت : ۷۱

کیا تمہارے پاس ہمارے پیغمبر نہیں آئے تھے؟ وہ تمہیں سمجھا نہیں رہے تھے؟ تم نے کیوں ہدایت حاصل نہیں کی؟ اس لئے سورت کا نام ہی زمر پڑ گیا کہ اس میں جماعتوں کا ذکر ہے۔

آیت کریمہ کا مقصد:

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنی مرضی بتا رہے ہیں کہ میری رضا دو گروہ بنانا نہیں ہے، میری رضا تو ایک ہی گروہ بنانا ہے، میری خوشی تو اس میں ہے کہ لوگوں کا ایک ہی گروہ ہو، ایک ہی جماعت ہو اور وہ جنتی جماعت ہو، لہٰذا جن سے غلطی ہوگئی، گناہ ہوگئے، تو وہ مایوس نہ ہوں، میرے نیک بندوں کی جماعت میں وہ بھی داخل ہو سکتے ہیں، جب سارے گناہوں سے توبہ کرلیں، تو پھر یہ گنہگار نیک لوگوں کی جماعت میں داخل ہو جائیں گے، اس آیت میں یہ فرمایا: اے نبی! آپ فرما دیجئے! میرے بندوں کو جنہوں نے جس طرح کے گناہ کئے، جب کئے ہیں، جتنے کئے ہیں، وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، صدق دل سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔ اللہ سب گناہوں کو معاف کر دیں گے۔

سب گناہ معاف ہوگئے:

حدیث میں آتا ہے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب مسلمان ہوئے، تو ان کو اپنے کچھ سابقہ گناہ یاد آتے تھے، ظاہر ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں گناہ ہو ہی گئے ہوں گے، تو اس پر وہ پریشان ہوتے تھے، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے گناہ معاف نہ ہوں، تو اس پر یہ آیت

آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں۔

اور حدیث میں جناب نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ اسلام لانے کی سب سے پہلی نقد برکت کہ

"إِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ"(صحيح مسلم ، كتاب الايمان ، الحديث : ١٩٢)

سابقہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں، یہ معصوم ہوجاتا ہے، اسلام لانے والا شخص ایمان والا اب اس کے بعد اپنی نیکی کا خیال کریں۔

اللہ کا پسندیدہ انسان:

ایک حدیث میں جناب نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ سب سے زیادہ پسندیدہ شخص اللہ کے ہاں وہ ہے کہ جس کا اللہ پر یقین کامل ہو اور اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوتا رہے، یہ شخص اللہ کو بہت پسند ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں، ان کے گھر کے صحن میں جناب ﷺ کی اونٹنی رکی تھی، اور ایک عرصے تک اپنے گھر سے کھانا بھی آنحضرت ﷺ کے لئے بھیجتے تھے، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حالت نزع میں مبتلا ہوئے، تو ساتھی ساتھ کھڑے تھے، ان کو اشارہ کیا، قریب آجاؤ، کہا آج تک میں نے ایک حدیث بیان نہیں کی، جو میں نے حضرت نبی ﷺ سے سنی تھی، آج اس لئے بیان کررہا ہوں کہ میں خود دنیا سے جارہا ہوں، کہیں کتمان نہ ہوجائے، چھپانا نہ ہوجائے، آپ ﷺ کا فرمان ہے، مجھ سے اگر ایک بات بھی سنی ہے، تو اسے آگے پہنچاؤ اور اسلام اسی طرح پھیلا ہے، تو آج اس لئے یہ بیان کررہا ہوں کہ کہیں حق کے چھپانے کی وعید میں نہ آجاؤں، جناب کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پسند کون ہے:

"كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَّ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ"(شعب الايمان ، باب معالجة كل ذنب بالتوبة ، الحديث : ٦٧٢٥)

وہ گناہ گار اللہ رب العزت کو پسند ہیں، جو توبہ کرنے والے ہوں اور اگر کوئی وقت ایسا آئے کہ دنیا میں کوئی گناہ کرنے والا نہ رہے، ایسا ممکن نہیں ہے، سب نیک متقی پرہیزگار شب زندہ دار، توبہ استغفار والے ہو جائیں، ایک گناہ بھی ان سے نہ ہو، تو اللہ سے وہ توبہ نہیں مانگیں گے، کیونکہ توبہ تو گناہ گار مانگتے ہیں، ان کے پاس تو گناہ ہی نہیں ہے، سب نیکیاں ہیں اللہ کو پسند ہے کہ کسی سے غلطی ہوگی اور وہ توبہ اور استغفار کریں، ایسے لوگوں سے خوش ہوتے ہیں، اللہ کے قریب ہو جاتا ہے، توبہ واستغفار کرنے سے۔

حضرت عمر فاروق کا نظریہ وگمان:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد میں سمجھا تھا کہ اب کسی سے کوئی غلطی ہوگئی، کوئی گناہ ہوگیا، یا یقین میں کمی ہوگئی، کہیں پریشانی کے موقع پر صحیح راہ اختیار نہ کر سکے، غلطی ہوگئی، جیسے کسی جہاد میں بعض دفعہ ہوگئی، تو اللہ معاف نہیں کرے گا، یہ میرا وجدان تھا، میرا نظریہ تھا کہ اللہ نے ہمیں اسلام کی اتنی اونچی دولت عطا کی، کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی صحبت دی ہے، نزول وحی کے مناظر دیکھتے ہیں، آپ کے ہاتھوں سے صادر ہونے والے معجزات دیکھتے ہیں، تو اب ہم سے کوئی غلطی ہوگئی، تو معافی نہیں ہوگی، یہ میرا نظریہ تھا جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ سورة الزمر ، آیت :۵۳

تو میں سمجھ گیا تھا کہ میرا نظریہ غلط ہے ، اللہ ہر وقت ہر طرح کے گناہ معاف کرنے والا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا ہشام کو خط:

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ آیت ہشام بن عاص کی طرف لکھی، جو کچھ

تذبذب میں تھا، اس سے کوئی غلطی ہوگئی تھی، قاصد نے یہ آیت پہنچائی ہشام بن عاص کے پاس، وہ کہتے ہیں کہ میں یہ آیت بار بار پڑھتا رہا، ترجمہ تو سمجھتا تھا، لیکن یہ نہیں سمجھتا تھا کہ بھیجنے والے کا مقصد کیا ہے؟ اصل مفہوم نہیں سمجھ میں آ رہا تھا، ترجمہ سمجھ رہا تھا، میں پڑھتا رہا، ترجمہ بھی سمجھتا تھا، لیکن مقصد نہیں سمجھ رہا تھا، کہ پھر اللہ سے دعا مانگنے لگ گئے، کہ یارب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری طرف یہ آیت لکھ کر بھیجی ہے، اس کا اصل مقصد مجھے سمجھا دے۔

دعا کے بعد مجھے اللہ نے اس آیت کا مقصد سمجھا دیا کہ یہ ہمارے لئے ہے کہ ہم نے کوئی اگر غلطی کی ہوگی، تو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، کہ اللہ معاف کرنے والا ہے، میں بکریاں چرا رہا تھا، واپس بھیجیں اور سواری کا انتظام کر کے مدینہ طیبہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگیا کہ حضرت ہم سے گناہ ہوئے تھے، اور حضرت عمرؓ نے یہ آیت لکھ کر بھیجی، شرح صدر ہوا اور پھر حاضر خدمت ہوگیا ہوں، مقصد یہ ہے کہ ہر طرح کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں۔

حالت نزع سے پہلے پہلے:

آگے فرمایا:

﴿وَ اَنِیْبُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَـهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ سورۃ الزمر، آیت: ۵۴

سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں، لیکن اللہ کے قریب ہوجاؤ، موت سے پہلے پہلے، اچانک عذاب آنے سے پہلے پہلے اللہ کے قریب ہوجاؤ، اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگ جاؤ، تو معاف ہوجائے گا، لیکن اگر روح نکلنا شروع ہوجائے، یا من حیث القوم عذاب آنا شروع ہوجائے، پھر تو ایک ہی قوم ہے، جس کے لئے اللہ نے اصول اپنا بدلا ہے

﴿فَلَوْ لَا کَانَتْ قَرْیَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِیْمَانُهَا اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ لَمَّا اٰمَنُوْا کَشَفْنَا عَنْهُمْ﴾ سورۃ یونس، آیت: ۹۸

کوئی بستی ایسی نہیں گزری، کہ انہوں نے بغاوت کی ہو اور ہمارا عذاب متوجہ ہو چکا ہو اور

پھرانہوں نے توبہ کی ہواور ہم نے اپنے عذاب کو ہٹادیا ہو، ایسانہیں ہوا، مگر قوم یونسؑ کہ انہوں نے صدق دل سے ایمان لایا، توبہ کی، ہم نے اپنے عذاب کے فیصلے واپس لے لئے، یاتو انسان پر حالت نزع شروع ہو جائے، تو توبہ کادروازہ بند ہو جاتا ہے، یا من حیث القوم عذاب آنا شروع ہو جائے، تو توبہ نہیں قبول ہوتی۔

اب یہ کیا خبر کہ کس پر حالت نزع کب آرہی ہے اور من حیث القوم عذاب کا آنا یہ جناب نبی پاک ﷺ کی دعا ہے کہ یارب! میری پوری قوم کو مسخ نہ کرنا، تباہ و برباد نہ کرنا، ان کے چہروں کو نہ بدلنا، تو آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے اس قوم پر تو اس طرح کا عذاب نہیں آئے گا کہ پوری قوم تباہ ہو جائے، جزوی طور پر کسی قبیلے، یا شہر پر مصیبت آتی رہتی ہے، وہ ان کو بھی اور ہمارے لئے بھی بطور نصیحت وعبرت کے ہوتی ہے۔

میدان حشر کا منظر:

فرمایا کہ ایک وقت آئے گا

﴿ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ﴾سورۃ الزمر ، آیت: ۵۶

کہ میدان حشر میں لوگ یہ کہیں گے کہ ہائے افسوس! ہم نے اللہ اور اللہ کے رسول کی بات مانی ہوتی، تو آج یہ رسوائی نہ دیکھتے، یہ آخرت میں کافر یا مشرک یا حد سے زیادہ جو گناہ گار ہیں، جو توبہ کے بغیر چلے گئے، یہ کہیں گے، تو اس وقت کہنا کام نہیں آئے گا، آج کا ایک جملہ استغفار کا بہت وزن رکھتا ہے، اور اس وقت اونچا اونچا رونا بھی کام نہیں آئے گا، آج کا ایک ندامت کا قطرہ اللہ کی رحمت کو متوجہ کر لیتا ہے، اور اس دن کا اتنا رونا کہ اپنے آپ کو آنسوؤں میں ڈوبا دے، تو بھی کام نہیں آئے گا، کچھ یہ کہیں گے کہ اللہ ہمیں ہدایت دیتا، تو ہم گمراہ نہ ہوتے، یعنی ہٹ دھرمی میدان حشر میں بھی کریں گے، ایک جماعت تو یہ کہے گی کہ کاش اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول کا ساتھ دیا ہوتا، تو آج رسوائی نہ دیکھنی ہوتی۔

انیسویں پارے کے ابتدائی رکوع میں قرآن مجید نے معذبین کا تذکرہ کیا ہے، فرمایا:

﴿ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا﴾سورۃ الفرقان ، آیت :۲۷

میدان حشر میں معذبین میں سے ایک اپنے ہاتھوں کو کاٹ رہا ہوگا۔ اللہ کا باغی، نبی پاک ﷺ کی سنت سے روگردانی کرنے والا میدان حشر میں اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کر یہ جملے اونچے بولے گا، کاش کہ دنیا میں میں نے اپنے پیغمبر کا ساتھ دیا ہوتا، اللہ کی تعلیمات کو اپنے سینے سے لگایا ہوتا، اللہ کے محبوب پیغمبر کی سنتوں کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز بنایا ہوتا، آج میں بھی، اس جماعت کے ساتھ تو جارہا ہوتا، جس کو فرشتے استقبال کے طور پر سلام کر رہے ہیں

﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ﴾سورۃ الزمر :۷۳

آج گروہوں کی شکل میں اللہ سے صلح کرنے والوں کو جنت کی طرف لے جایا جا رہا ہے، اور استقبال میں راستے میں اللہ کی معصوم نورانی مقرب مخلوق استقبال کے طور پر کھڑی ہے، اور اس جنتی جماعت کو سلام عرض کر رہی ہے، کہ یہی راستہ ہے، جنت کی طرف جانے والا یہی راستہ ہے۔

تو میدان حشر میں ایک جماعت تو یہ کہے گی کہ ہائے افسوس دنیا میں تعلیمات پر عمل کیا ہوتا اور پھر ساری باتیں سمجھ میں آجائیں گی کہ کوئی مشکل تو نہیں تھا، اس دور میں اللہ اور اللہ کے رسول کی بات ماننے والے لوگ موجود تھے، ہمارے زمانے میں مشکل نہیں تھا، ہم بھی عمل کر سکتے تھے، اور انکو بھی رزق ملتا تھا، تو ہمیں بھی رزق ملتا تھا، ممکن ہے وہ جھونپڑوں میں سکون میں ہم سے زیادہ آرام میں ہوں جو ہمیں اس وقت کوٹھیوں میں سکون نہیں ملتا تھا، یہ انہی سمجھ آجائے گی بات لیکن اب کیا فائدہ سمجھ میں آنے کا ایک جماعت یہ کہے گی۔

اور دوسری جماعت وہ یہ کہے گی کہ اللہ اگر ہدایت دیتے، تو ہم گمراہ نہ ہوتے، وہاں پر بھی الزام اللہ پر ڈال دیا ہے، جیسے یہاں نیکی کی دعوت دو، تو وہ کہتے ہیں دعا کرو کہ اللہ توفیق دے دے، اللہ کو مذاق بناتے ہیں، یہ اللہ کے ساتھ مسخرہ کرتے ہیں۔

کوئی پکڑ کر مسجد میں نہیں لائے گا!

توفیق کا مطلب کیا ہے؟ توفیق کی تعریف یہ ہے کہ خیر کے کام کو بجالانے لئے اسباب خیر

کا مہیا ہونا، یہ توفیق کی تعریف ہے۔ توفیق کی یہ تعریف نہیں ہے کہ اللہ جنات کو یا فرشتوں کو حکم کرے گا کہ فلانے کو پکڑ کر کھینچ کر مسجد میں لاکر سجدے میں گرادو اور او پر ایک من مٹی رکھ دو کہ سجدے سے اٹھے ہی نہیں، یہ توفیق کا مطلب نہیں ہے، کار خیر کے لئے اسباب خیر کا مہیا ہونا یہ توفیق ہے، جب ہاتھ ہیں، پاؤں ہیں، دماغ ہے، نگاہ ہے، سب کچھ ہے، یہ توفیق ہے نا، اب خود ہی کمبخت ہے، جب نیکی کی طرف نہ آئے، تو کتنی بری بات ہے، آپ لوگوں کو میں دعوت دیتا رہتا ہوں، تھوڑی تھوڑی عربی سیکھا کرو، عربی میں روحانیت ہے، کیونکہ نبی ﷺ کی زبان ہے، قرآن کریم کی زبان ہے، جنتیوں کی زبان ہے، قرآن کی زبان ہے، جبرئیل کی زبان ہے، عربیت میں نیکی کی روح ہے۔

اللہ کی دعوتِ فلاح وکامیابی:

او کیا خبر انگلش دان تجھے کہ روحانیت کیا ہوتی ہے؟ روحانیت کا ایک سفر ہے، اور وہ یہ ہوتی ہے کہ دل کو جھنجھوڑ کر خانۂ خدا میں لے آتی ہے، تھوڑی تھوڑی عربی سیکھا کرو، اور جب مسجد میں آذان گونجتی ہے، تو وہ کہتا کیا ہے "اللہ اکبر" اللہ سب سے بڑا ہے، مجھے بتاؤ پھر:

دفتر بڑا ہے؟

وہ مخمل والے صوفے بڑے ہیں؟

وہ پچاس ہزار تنخواہ بڑی ہے؟

وہ پُر کیف خوبصورت نقش ونگار والی دیواریں بڑی ہیں؟

وہ نرم کرسی بڑی ہے؟

وہ ائیر کنڈیشنڈ بڑے ہیں؟

وہ عہدہ بڑا ہے؟

اللہ اکبر کے لفظ نے سب کی نفی کردی، کہ صرف اللہ رب العزت بڑا ہے، اور باقی سب کچھ فانی ہے، اور آگے چلتے چلتے گواہی دی، اللہ کی ذات پر، نبی علیہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا، تو پھر کیا کہا مؤذن نے حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح، کامیابی کی طرف آؤ غور سے

سننا پڑھے لکھے دوستو! دنیا کی ہر چیز ناکامی کی دعوت دینے والی ہے، یہ جملہ تنبیہ کررہا ہے، اذہان غافلہ کو۔سوئے ہوئے دلوں کو یہ جملہ جگا رہا ہے کہ کامیابی کی طرف آؤ، کامیابی اللہ کی بات کو ماننے میں ہے، باقی جہاں بیٹھے ہو کامیابی نہیں عارضی زندگی کا دل لگانا ہے، کامیابی نہیں ہے، ان میں کس نے کس کو کامیاب کیا بھنور میں پھنسا نہیں، یہ دنیا کس کو کامیاب کرتی ہے، سب چیزوں کی نفی کردی، اعلان ہو رہا ہے، یہ اعلان خود ساختہ نہیں ہے، نبی پاک ﷺ کے زمانۂ حیات کا یہ اعلان ہے، آپ ﷺ نے مؤذن مقرر کیے، مسجد حرام میں بھی، مسجد نبوی میں بھی، مسجد قباء میں بھی، کہ حی علی الفلاح یہ مومن کو پیغام دیا جارہا ہے کہ کامیابی کی طرف آؤ، کامیابی ادھر ہے، جہاں تو رہتا ہے، وہاں ناکامی ہے۔

اللہ کی ماننے میں بقاء ہے:

﴿ مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَ مَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ ﴾سورة النحل: ۹۶

اللہ کی ماننے میں بقاء ہے، ایک دفعہ سبحان اللہ جنت کے صحراؤں میں باغ لگادے گا، تیرا ایک تسبیح والا جملہ جنت کے صحراؤں میں نہر جاری کردے گا۔ جو تیرے پاس مال ہے ......وہ دفاتر...... یہ عہدے ...... یہ مرسڈیز...... یہ بینک بیلنس...... یہ تمام فانی ہیں...... بے وفا ہیں......دنیا بے وفا ہے......جو اللہ کے لئے ہیں......وہ سب باقی ہیں......کیونکہ جس کا نام لیا ہے، وہ باقی ہے، اللہ کے نام لینے سے تجھے جو انعام ملیں گے وہ باقی ہیں۔

نماز کی دعوت دو اور نیکی کی دعوت دو، تو مولوی صاحب پرڈالتے ہیں کہ دعا کرو کہ اللہ توفیق دیدے، اسباب خیر کا ہونا یہ توفیق کا معنی ہے، قرآن میں اللہ نے بتایا کہ﴿ وھدیناہ النجدین ﴾ کہ اگر ہم چاہتے تو ایک امت بنادیتے، زبردستی کرسکتا تھا، یہ میرا کلام ہے﴿ کن ﴾ ہوجا تو وہ ﴿ فیکون ﴾ سارے ہوجاتے، لیکن نہیں﴿ وھدیناہ النجدین ﴾ راستے دو دیے اپنے محبوب راستے کی طرف دعوت دینے کے لئے اپنا محبوب پیغمبر بھیجا کہ جو اس کے راستے پر آئے گا وہ میرے محبوب بنیں گے، جو مخالف راستے میں جائیں گے، ظاہر ہے مردود ہوں گے۔

میدان حشر کا تیسرا گروہ:

اور تیسرے لوگ کیا کہیں گے؟ ایک گروہ یہ کہے گا کہ اب اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں بھیجنا ہم ایمان لائیں گے، اور عبادت کریں گے، بالکل نافرمانی نہیں کریں گے، لیکن یہ سب آرزویں ہی ہیں یہ تمنائیں پوری نہیں ہوں گی۔ فرمایا:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ﴾ سورۃ الزمر ، آیت :۵۳

کہ اے نبی! فرما دیجئے میرے بندوں کو کہ جس طرح بھی گناہ کیے، چھوٹے کیے، بڑے کیے، چھپ کر کیے، اعلانیہ کیے، سب معاف ہو جائیں گے، جب آپ ﷺ نے یہ آیت بیان فرمائی اور وعظ فرما رہے تھے، ایک بوڑھا سا صحابی لاٹھی لیکر کھڑا ہوا، بہت ضعیف تھا، عرض کرنے لگا اے اللہ کے رسول! اگر شرک کیا ہے، تو بھی معاف ہو جائے گا، آپ نے تھوڑا سکتہ فرمایا اور پھر فرمایا کہ حالت نزع سے پہلے پہلے صدق دل سے توبہ کی جائے، تو اللہ شرک کو بھی معاف کر دے گا، اور پھر فرمایا کہ معلوم ہے تمہیں:

اللہ کی رحمت اللہ کے غضب پر غالب ہے۔

اللہ کی رحمت اللہ کے غصے پر غالب ہے۔

اللہ کی خوشی اللہ کے غصے پر اور اللہ کی ناراضگی پر غالب ہے۔

اللہ کی رحمت:

اور پھر فرمایا کہ دیکھو رحمت کے کل سو حصے ہیں، ننانوے حصے اللہ پاک نے اپنے پاس رکھے ہیں کہ آخرت میں اپنے نیک بندوں کو عطا کریں گے، ایک حصہ رحمت دنیا میں اللہ نے تقسیم کی ہے۔

دیکھو! جانوروں میں بھی آپس میں پیار ہے، انسانوں میں بھی ہے، جنوں میں بھی ہے، یہ ایک حصہ رحمت کا اثر ہے..... رشتہ دار خیال کر رہے ہیں..... دفتر والے خیال کر رہے

ہیں...... پڑوسی خیال کر رہے ہیں...... کیسے محبت کے ساتھ یہ نظام چل رہا ہے، حتیٰ کہ درندے بھی اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں، اس کے اندر توچیرنے پھاڑنے کی صفت رکھی گئی ہے۔

دیکھو! ایک حصہ رحمت کا اللہ نے دنیا میں بھیجا اور اس کا یہ اثر ہے، اور ننا وے حصہ رحمت یعنی انعامات، فضل، کرم اپنی رضاء اللہ رب العزت آخرت میں اپنے نیک بندوں کو عطا کرے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے، تو وہاں جب جہاد میں کامیابی ہوئی، کچھ کفار کے افراد گرفتار کیئے گئے اور آپ ایک مقام پر تشریف فرما تھے، ہم سارے اسیروں کو وہاں لے کر آرہے تھے، اس میں ایک اسیر خاتون بھی تھی، اور اس کا دودھ پینے والا بچہ کہی اُدھر رہ گیا، اور یہ گرفتار ہوکر اِدھر آگئی، باوجود اسیر ہوکر بے چین تھی اور ادھر ادھر دوڑتی تھی، اور جس کا بھی بچہ ملتا تھا، اٹھا لیتی تھی، دیکھتی کہ میرا تو نہیں ہے، اس کو گودی میں لگا کر پھر اس کو دیکھتی تھی، آپ ﷺ یہ منظر دیکھ رہے تھے، فرمایا کہ دیکھا ہے اس خاتون کو، اس کو اپنے بچے کے ساتھ کتنی محبت ہے، سنو! اس ماں کی جو اپنے بچے کے ساتھ محبت ہے، اللہ کو اپنے بندے کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ محبت ہے، اس سے اندازہ لگاؤ اور پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ ستر ماؤں کی محبت سے زیادہ محبت ہے اور فرمایا کیا کوئی ماں اپنے بچے کو آگ میں ڈالنا پسند کرے گی؟ تو عرض کیا نہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسے ہی اللہ رب العزت اپنے بندوں کو جہنم میں ڈالنا پسند نہیں کرتے، فرمایا:

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ آمَنْتُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾ سورة النساء ، آيت : ۱۴۷

کہ اللہ کو کیا فائدہ پہنچے گا تمہیں عذاب دیکر، اگر تم اللہ کی بات مانو، اس میں دنیا آخرت کی کامیابی رکھی گئی۔

دنیا کی جنت قلبی سکون:

﴿وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾ سورة الرحمن ، آيت : ۴۶

اللہ سے ڈرنے والوں کو دو جنتیں ملتی ہیں، بہت تفسیریں ہیں، ایک تفسیر یہ ہے کہ ایک دنیا میں جنت ملتی ہے، قلبی سکون حاصل ہوتا ہے۔ اور دوسری آخرت کی جنت ہے۔

اللہ آگ سے انسان کو بچاتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مشہور صحابی ہیں حضرت عمر فاروقؓ کے بیٹے ہیں، وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم نبی پاک ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، تو ایک خاتون (جس کی ذمہ داری ہوگی) وہ کھانا پکا رہی تھی، اس کا بچہ قریب جاتا تھا، بار بار پھر وہ دور کرتی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھا ہے یہ بچے پر شفقت کر رہی ہے، بچے کو آگ سے دور کرتی ہے، یہی اللہ رب العزت کے طریقے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو آگ سے بچانے کے لئے شفیق پیغمبر بھیجا ہے، کہ آپ اس کا کہا مانو، اس پیغمبر کا کہا مانو، اتباع کرو کامل، تو سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور جہنم سے دور کر دیئے جاؤ گے۔

ایک صحابی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا حضرت! ہم اسلام تو لا چکے ہیں، لیکن بعض دفعہ ہمیں اپنے ماضی کے بڑے بڑے گناہ یاد آتے ہیں، جس میں قتل بھی ہے، اور بھی ظلم، زیادتی، طرح طرح کے گناہ ہیں، وہ یاد آتے ہیں، اور پھر پریشانی ہوتی ہے، امید بھی ہے اللہ رب العزت کی رحمت سے اور ڈر بھی ہے، لیکن ڈر زیادہ لگتا ہے، پکڑے جائیں گے، بہت ظلم کئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ خوف اور ڈر مجھے اپنی امت کے بارے میں تھا، جب سورۂ فرقان کی آیتیں نازل ہوئی،

الا من تاب و عمل صالحا......الخ

تو پھر یہ غم میرا ختم ہو گیا، وہ آیت میں بتاتا ہوں کہ میری امت کی جو معافی نہ ہو، انہوں نے بہت بہت بڑے گناہ کئے ہوں اور پھر فرمایا کہ اللہ رب العزت نے مجھے بہت کچھ دیا ہے، امام الانبیاء یا خاتم النبیین ہوں، میری شریعت قیامت تک رہے گی۔

کفار کی عادتِ قدیمہ:

نواں پارہ سورۃ انفال بول رہی ہے:

اے نبی! یہ کب سے اپنا پروگرام بناتے ہیں کہ ہم اس مذہبی لیڈر کو قتل کردیں گے، یا نکال دیں گے اپنے مکہ سے ان کو نکال دینگے، جو ہم نے مشن دے کر بھیجا ہے، وہ نہیں مٹے گا، یہ مٹانے والے خود مٹ جائیں گے، اور سب مشینری لگی ہوئی ہے۔

بلیوایریا والو! مشرکین مکہ سے بات شروع کرتے ہیں...... پھر یہود و نصاری مدینہ والوں کی لیتے ہیں...... پھر تبوک میں فارس اور رومیوں کی لیتے ہیں...... پھر قادسیہ میں ترکوں کی لیتے ہیں...... زمانۂ اول سے آج تک کفار کا ایک مشن ہے...... ایک ہی پروگرام ہے کہ محمد ﷺ کے ماننے والوں کو مٹا ڈالو، پھر دنیا میں سکون پاؤ گے، اور یہ ظالم پروگرام رکھنے والے خود مٹتے گئے اور یہ مسلمان بڑھتے گئے، اور ہمارے پاس کیا ہے؟ کچھ نہیں ہے، صرف اپنے دل میں اللہ اور اللہ کے رسول کو سجایا ہوا ہے، اور یہ اتنی بڑی طاقت ہے کہ یہ طاقتیں توڈگمگانے لگتی ہیں...... اس کو عروج ملتا ہے...... ہر دور میں کفار کا ایک ہی پروگرام رہا ہے کہ محمد ﷺ کے ماننے والوں کو مٹانا ہے، وہ نہ مٹا سکے، اور نہ مٹا سکیں گے، اور میزائل بنالیں، جہاز بنالیں، اور مرتد قسم کے مسلمان خریدلیں، اور فوج بھی بنالیں، محمد ﷺ کی شریعت نہ مٹنے کے لئے آئی اور نہ اس کو ماننے والے مٹنے کے لئے، یہ ہمیشہ رہیں گے اور بڑھتے رہے ہیں۔

تین خاص قسم کی آیات:

اور خیر کی دعوت اور شر سے بچنے کی آیت چودھویں پارے کی:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ سورة النحل ، آیت : ۹۰

فرمایا مومن کو سہارا دینے والی آیت:

﴿ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ سورة الطلاق ، آیت : ۳

اور محمد ﷺ کو خوشی دینے والی آیت وہ سورۂ فرقان کی ہے، سوال یاد ہے کہ اس صحابی نے کہا ہم سے ماضی میں کچھ بڑی بڑی غلطیاں ہوگئی تھیں، اسلام تو لے آئے، لیکن وہ

غلطیاں یاد آتی ہیں، پریشان ہوتے ہیں کہ ہوسکتا ہے معافی نہ ملے ،تو فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی

﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴾سورۃ الفرقان ، آیت : ۷۰

اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے بہت کچھ عطا کیا ہے،اور بھی بہت کچھ عطا کردیں گے ، مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی ،جتنی اس آیت کے نازل ہونے پر ہوئی ، کیونکہ اس آیت میں یہ اعلان کیا جارہا ہے، اے محمد! آپ کا امتی نہ ہو،سومقتولوں کا قاتل کیوں نہ ہو،کفروشرک کے دلدل میں کیوں نہ پھنسا ہواورزندگی کی راہوں میں کبھی ڈگمگایا ہو،لیکن صدق دل سے، اگراس نے توبہ کرلی، ایمان لایا اور اچھے اعمال کرنے شروع کردیئے تو اللہ پاک اعلان کررہے ہیں،اس کی توبہ قبول ہوگی۔

ارباب اقتدار کو دعوتِ توبہ واستغفار:

ستر سالہ بوڑھا بھی جس نے کبھی اللہ کو اور اللہ کے نبی کو یادنہیں کیا،اپنی صدارت کی گھمنڈ میں

......رشوت لینے کے موڑ میں

......لوٹنے اور گھسوٹنے میں

......مردہ عوام کے کفن چوری کرنے میں

......اورلوگ کہتے ہیں اس قوم کے خون پسینہ کو نہ چوسو...... میں کہتا ہوں اب اس قوم کا خون پسینہ بھی نہیں رہا ہے......اب تو کفن ہے ان کے پاس ......اوظالم لیڈرو!اس قوم کے خون پسینہ پینے کے بعد اب توظلم سے باز آجاؤ۔

رشوت لینے والو......!

ظلم کورواج دینے والو......!

کافروں کی حمایت کرنے والو......!

سورۂ فرقان میں نبی پاک ﷺ پر نازل ہونے والی آیت کو سن لو، آج بھی صدق دل سے

اپنے گناہوں کو معاف کرالو، اب بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے ..... اللہ کی طرف سے ہر وقت اعلان ہوتا رہتا ہے، فرمایا

﴿ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا ﴾

سورۃ الفرقان: ۷۰

سرسری توبہ نہ کرنا، توبہ کے بعد اپنے زاویۂ نظر ..... اپنے اعمال کو درست کر لینا ..... اس کی رحمت کا اعلان ہو رہا ہے ..... رحم وکرم والی ذات کا اعلان ہو رہا ہے

﴿ فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ ﴾

سورۃ الفرقان، آیت: ۷۰

ہم تمہارے سابقہ گناہوں کو بھی نیکیوں میں بدل دیں گے، لیکن خدا کے لئے اس غریب عوام کا جو خون اور پسینہ چوسا ہے، وہ واپس کردو، الٹی کردو، واپس کردو، یہ ہضم نہیں کر سکو گے، خود زیر عتاب ہو جاؤ گے۔

﴿وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا﴾ سورۃ الفرقان، آیت: ۷۰

اور اللہ معاف کرنے والا ہے، اس کی شان معاف کرنے والی ہے، مہربان ہے، اور وہ معاف کر کے خوش ہوتا ہے، لیکن ہر گناہ کی معافی اس طرح ہے کہ کسی نے روزے نہیں رکھے، اور ویسے ہی اعلان کرتا رہے، ان کی قضاء کرے گا، پھر معافی مانگے، گناہ کی معافی یہ ہے، روزہ رکھو، توبہ کرو، نفل پڑھو، نہیں حقوق العباد میں گناہ کی معافی یہ ہے کہ پہلے صاحب حق کا حق دو، پھر اللہ سے معافی مانگو۔

مبغوض شخص محبوب بن گیا:

علامہ رومی کی بات کہ وہ کہتے ہیں کہ توبہ استغفار اتنا عجیب وظیفہ ہے کہ اللہ کے مبغوض کو محبوب بنا دیتا ہے، ایک منٹ میں کوئی شخص اللہ کا محبوب بننا چاہتا ہے، ایک ایم این اے بننے کے لئے اتنے ہزار ووٹ چاہئے ہوتے ہیں، بھیک مانگتے ہیں کتنا مشکل ہے ایم این اے بننا بھی اور دنیا کا عہدہ کسی کام کا نہیں ہے، پھنساتا ہے، اللہ کا محبوب بننا آسان ہے۔ اور

علامہ رومی نے دو جملوں میں بات حل کر دی، کہ اللہ کا مبغوض جس کو اللہ دیکھنا نہیں چاہتا، توبہ استغفار کے جملوں سے اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

توبہ کی توفیق قبولیت کی دلیل ہے:

دوستو! حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عجیب بات کہی ہے، فرمایا جس کو اللہ استغفار کی توفیق دے دیتا ہے، کوئی استغفار کرنے لگ جاتا ہے، بندہ توبہ کرنے لگ جاتا ہے، وہ سمجھ لے، توبہ قبول ہے، اگر قبول نہ ہوتی، تو اللہ در پہ بلاتا ہی نہیں، عبداللہ بن عباس رسول ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں، ان کی بات کر رہا ہوں، مفسر قرآن کی بات کر رہا ہوں، جب توبہ استغفار میں انسان شروع ہو گیا، تو سمجھ لے کہ قبول ہے، ورنہ دیکھو بہت سے لوگ جو اللہ کے در پہ نہیں، تو علامہ رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

مرکب توبہ عجائب مرکب است
برفلک تازد بیک لحظ زیست

ترجمہ: توبہ کی سواری عجیب سواری ہے، فاسق اور کافر جو خدا سے کس قدر دور ہوتا ہے اچانک فرش سے عرش تک پہنچا دیتی ہے۔

ابھی توبہ سے پہلے مردود تھا اور اب سچی توبہ کے بعد بارگاہ الٰہی کا مقبول بندہ ہو گیا، توبہ کی سواری وہ سواری ہے، جو گناہوں میں، جو بستیوں میں ڈوبا ہوا ہو، وہ فلک کے ساتھ باتیں کرنے لگ جاتا ہے، اب اس کا عرش میں ذکر ہونے لگا ہے کہ توبہ کرنے والا میرا محبوب بندہ بن گیا ہے۔ فرمایا

مرکب توبہ عجائب مرکب است
برفلک تازد بیک لحظ زیست
ہیچ قلب پیش اُ و مردود نیست
زانکہ قصدش از خریدن سود نیست
مشتری خواہی کہ ازدے زربری

بہ زحق کے باشد اے دل مشتری

یہ سن لو جن وانس! اللہ نے دل کسی انسان میں ایسا نہیں بنایا کہ اللہ اس کو مردود کر دے، انسان کے اعمال بد اس کے دل کو ایسا سیاہ بنا دیتے ہیں، وہ اللہ کا مردود بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنے در سے مردود نہیں بنایا، او اللہ پر الزام لگانے والے! اللہ نے تو سب کو دعوت دی ہے، توبہ کرلو...... اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے! توبہ کرلو...... جنہوں نے عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ کا بیٹا کہا...... اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے یہودیوں نے عزیر علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ کا بیٹا کہا...... اللہ کو ﴿ید اللہ مغلولہ﴾ کہنے والے نے کہا کہ اللہ کنجوس ہے، اللہ بخیل ہے، یہودیوں کے ایک گروہ نے کہا، اللہ بخیل ہے۔ العیاذ باللہ

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللهِ مَغْلُوْلَةٌ﴾ سورۃ المائدۃ، آیت: ۶۴

یہودیوں نے یہ اعلانیہ بات کہی اللہ بخیل اور کنجوس ہے اور ایک گروہ نے کہا:

﴿اِنَّ اللهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ﴾ سورۃ آل عمران: ۱۸۱

اللہ فقیر ہے تنگ دست ہے، کنگال ہے۔ العیاذ باللہ ہم غنی ہیں، اللہ تعالیٰ تو اپنے ساتھ بغاوت کرنے والوں کو بھی یہ دعوت دے رہا ہے کہ توبہ کرلو راضی ہو جاؤں گا فرمایا:

ہیچ قلب بیش او مردو دنیست
زانکہ قصدش از خریدن سود نیست

ترجمہ: کوئی دل توبہ کے بعد اللہ کے یہاں مردود نہیں رہتا۔ اس لئے کہ اس کو اپنے بندے سے کوئی غرض نہیں ہے بندہ میں عیب توبہ سے صاف ہو جاتے ہیں۔

مشتری خواہی کہ ازوے زربری
بہ زحق کے باشد اے دل مشتری

ترجمہ: اے شخص تو خریدار ڈھونڈتا ہے کہ اس سے دولت حاصل کرلے اللہ سے بڑھ کر کون اچھا خریدار ہوگا۔

دنیا کے کاروباریوں کا یہ وطیرہ ہے...... نظریہ ہے...... یہ عادت ہے...... کہ چیز خریدتے

وقت اس کی عمدگی اور معیار کو چیک کرتے ہیں کہ یہ کہیں چائنہ کی نہ ہو...... کسی اچھے ملک کی بنی ہوئی ہو...... دنیا کے خریداروں کا یہ خاصہ ہے، چیز کو عمدہ سمجھ کر خریدتے ہیں اور میں ایسا مشتری ہوں کہ ٹوٹے ہوئے دل، پھٹے ہوئے کپڑے والے کا بھی خریدار ہوں

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾سورة الحديد، : ١١

کون ہے جو مجھے قرضہ حسنہ دینے والا ہو،اور قرض حسنہ کی تفسیر ہے کون میرے راہ میں صدق دل سے استغفر اللہ کہنے والا ہے،کون میری راہ میں صدق دل سے سجدے میں جانے والا ہے، یہ قرض حسنہ ہے ،دنیاوالے چیز خریدتے ہیں،عمدہ سمجھ کر اور مجھ خریدار میں یہ شرط نہیں،پوری زندگی گناہوں میں،کفروشرک میں گزاری ہے،اور مردود بنا ہوا ہے،لیکن صدق دل سے ایک دفعہ میرا نام لے لے،اور ایک دفعہ میرے محبوب کا نام لے لے،سب معاف کردوں گا۔کون ہے جو اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے قرض حسنہ دیتا ہے۔

اگر اک تو نہیں میرا، تو کوئی شئے نہیں میری
جو تو میرا ،تو سب میرا ، فلک میرا زمیں میری ۔

اللہ رب العزت ہمیں صحیح سمجھ اور عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

”......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ......“

(۱۹) محبت الٰہیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰه . اَلحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفىٰ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلامُ عَلىٰ سَيِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الانْبِيَآ ءِ وَعَلىٰ آلِه وَ اَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ اَوفَوْا عَهْدَه اَلَّذِيْنَ هُمْ خُلاصَةُ العَرَبِ العَرْبَآءِ وَخَيْرُ الخَلائِقِ بَعْدَ الانْبِيَآءِ .اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيْمِ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِه فَسَوْفَ يَاْتِ اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾سورة المائدة ، آيت : ۵۴

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّمَا اَعْدَى عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِيْ فِيْ جَنْبَيْكَ .(جامع البيان الحكم ، ابن رجب الحنبلی :ص: ۱۹۶)

صَدَقَ اللّٰهُ العَظِيْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الاُمِّيُّ الكَرِيْمِ ، وَنَحْنُ عَلىٰ ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِين .

تمہید:

چھٹے پارے کی ایک آیت کریمہ اور جناب نبی پاک ﷺ کا ایک ارشاد تلاوت کیا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے علاماتِ محبت کو بیان کیا ہے، کہ اللہ کے ساتھ اگر کسی شخص کو محبت ہے، تو اس کی علامات کیا ہیں؟ ظاہر ہے محبت تو دل کے اندر کی چیز ہے۔ کسی

کو پتہ نہیں چل سکتا، لہذا کسی کے ساتھ اگر محبت ہے، تو علامات سے اندازہ ہوگا، کہ اس کی اس سے محبت ہے، یا نہیں؟

آیت قرآنی کا مفہوم:

فرمایا کہ اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے دین سے پھر جاتا ہے، تو اس کا اپنا نقصان ہے، اللہ پاک کوئی اور قوم پیدا کردیں گے، اللہ اس قوم سے محبت کریں گے اور وہ قوم اللہ سے محبت کرے گی، یہ جماعت وہ ہے، جس کی پہلی صفت یہ ہے کہ اللہ سے محبت کرنے والی ہے اور ایمان والوں کے ساتھ ہمدردی، خیر خواہی سے، عاجزی سے اور محبت سے پیش آتے ہیں، کفار سے ناراضگی کے ساتھ پیش آتے ہیں، یعنی سختی سے پیش آتے ہیں، اللہ کے راستے میں یہ جماعت جہاد کرنے والی ہوگی اور کسی ملامت کرنے والوں کی ملامت سے یہ جماعت نہیں ڈرے گی، خوف خطرہ کسی کی ملامت سے نہیں ہے، یہ صفات اس جماعت میں ہوں گی، جس کو اللہ یہ عطا کردے، یہ اللہ کا فضل ہے، اللہ جس کو عطاء کردے اور اللہ تعالیٰ خوب کشائش والے ہیں، فروانی رزق عطاء کرنے والے ہیں، وسعت علم والے ہیں، سب کچھ جانتے ہیں۔

حدیث پاک کا مفہوم:

جناب نبی پاک ﷺ کے فرمان کا مفہوم یہ ہے:

" اِنَّمَا اَعْدَی عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِیْ فِیْ جَنْبَیْکَ ". (جامع البیان الحکم، ابن رجب الحنبلی :ص: ۱۹۶)

کہ آپ کے دشمنوں میں سے سب سے بڑا دشمن آپ کے پہلو میں ہے، مراد اس سے نفس ہے، نفس انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے، اس کے بعد شیطان ہے اور اس کے بعد یہود و نصاریٰ ہیں اور دوسرے کافر ہیں، سب سے بڑا دشمن سب سے قریب ہے یعنی انسان کا اپنا نفس۔

جہادِ اکبر:

جناب نبی کریم ﷺ کا فرمان موجود ہے، ایک جہاد کے سفر سے واپس تشریف لائے، تو صحابہ کرامؓ کو اکٹھا کر کے وعظ ونصیحت فرمائی، کہ آپ اس جہاد والی فضیلت کو کہیں ضائع نہ کر دینا، اپنے اعمال میں مصروف رہنا، تو فرمایا کہ

"قَدِمْتُمْ مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ" (کنز العمال، الجهاد الاکبر، الحدیث: ۱۱۲۶۰)

ہم چھوٹے جہاد سے فارغ ہو کر بڑے جہاد کی طرف آئے ہیں، تو یہ تیسرے اور چھوتھے نمبر کے دشمن ہیں، یہود، نصاریٰ، مشرکین اور کفار کے ساتھ جو جنگ ہوئی جہاد ہوا، اس سے فارغ ہو کر جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو، فرمایا کہ چھوٹے جہاد سے فارغ ہو کر آئے ہیں، اب بڑے جہاد میں مصروف ہونا ہے، یعنی اپنے آپ کو نیکیوں کی طرف لگانا ہے، گناہوں سے بچانا ہے اور یہ ایسا جہاد ہے، جو ہر وقت ہے، چوبیس گھنٹے کسی کی جتنی زندگی ہے، پوری زندگی میں یہ جہاد کرتے رہنا ہے، اگر جہاد باڈر پر کفار کے ساتھ ہوگا، ایک سال ہوگا، ایک مہینے ہوگا، پھر واپس، چھٹی بھی تو کچھ ملے گی، یہاں چھٹی نہیں ہے، کسی صاحب دل نے کیا خوب فرمایا

یہ ظالم نفس امارہ نے جب دام بتاں بدلا
تو میں نے باب تقویٰ پر بھی فوراً پاسباں بدلا

کہ جب بھی نفس نے میرے اوپر حملہ کیا کہ ماشاء اللہ تو بڑا نیک ہے، آج تو تہجد کے لیے بھی اٹھ گئے، یہ شیطان کا حملہ، نفس کا حملہ، ہر کسی کے حالت کے مطابق یوں ہوتا ہے، تو یہ بزرگ کہتے ہیں کہ جب نفس کا حملہ میرے اوپر ہونے لگتا ہے، تو پھر میں اپنے دل کا چوکیدار بدل دیتا ہوں کہ وہ پہلا چوکیدار کمزور ہو گیا ہے، کہ وہ نفس کے حملے کو روک نہیں رہا ہے۔

صحیح چوکیدار، وہ کیا ہے؟ چوکیدار استغفار ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہے اور نوافل ہیں، دل کا چوکیدار تلاوت ہے، تو وہ فوراً مجاہدے میں شروع ہو گیا، کہ یہ میرے اوپر حملہ آور ہو رہا ہے۔

تو بات یہ ہے کہ یہ نفس کے ساتھ جہاد یہ تسلسل کے ساتھ جہاد ہے اور ہر وقت یہ حملہ ہو رہا ہے، جب انسان سوچے کہ اس کا نفس اس کا نہیں ہے تو پھر کیا اس کا بھائی، بیوی، بچے یا ساتھی، پڑوسی، یا رشتہ دار، یا حکومت، یا پارٹی یہ تو دور کی چیزیں ہیں، جس کو بنا سنوار کر پھر رہے ہیں، جس کی راحت کی فکر ہے، بیماری سے بچانا ہے، دوائیاں دلانی ہیں، کھانا پینا دینا ہے، لباس دینا ہے، راحت دینی ہے، یہی ہمارا نہیں، تو اور کون ہمارا ہو سکتا ہے؟ پھر کس کے لیے انسان نے کرنا ہے نفس ہے کیا چیز؟

نفس کی حقیقت:

اس کی تعریف کیا ہے؟ علماء نے لکھا ہے اور یہ یاد رکھنے کی بات ہے، وہ خواہشاتِ نفسانی جو مرضیاتِ الٰہیہ کے خلاف ہوں اور ان کی تکمیل کی طرف دوڑ ہو، یہ نفس ہوتا ہے، یہ نفس ہے کہ انسان کو اچھائی کی طرف نہیں لیکر جاتا، نماز کے لیے اٹھے گا تو یہ کہے گا کہ بڑی پیاری نیند ہے، جلدی نماز جمعہ کیلئے جانا ہے، یہ کہے گا، ٹھہر و جاتے ہیں، مولوی صاحب ویسے بھی لمبی تقریر کرتا ہے، آرام سے جائیں گے، یہ دل پر تالے لگاتا ہے، اسی طرح اس کا نظام چلتا رہتا ہے۔

نفس کی انسان کے خلاف گواہی:

اور یہ کتنا مخالف ہے، ادھر یوں گمراہ کر رہا ہے، اور آخرت میں انسان کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے

﴿ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾(۱)

میدان حشر میں اس سے گواہی لی جائے گی، زبان بند کر دی جائے گی، تو اس کے پاؤں اور اعضاء انسان کے خلاف گواہی دیں گے کہ یہ اس طرح کرتا تھا، اس طرح کرتا تھا، اور جن کو خوش کرنے کیلئے ہم سب کچھ کرتے تھے، وہی ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔

مسلمان مرتد کیسے ہوسکتا ہے؟

جس آیت کا مفہوم بیان کیا ہے، اس میں مسلمان کے مرتد ہو جانے کا ذکر ہے تو مسلمان مرتد کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ سمجھنے کی بات ہے، تفسیر روح المعانی والے علامہ آلوسیؒ نے عجیب بات لکھی ہے، بڑی جامع مانع بات ہے، فرمایا

" نهى سبحانه فيما سلف عن موالاة اليهود والنصارى و بَيَّنَ ان موالاتهم مستدعية للارتداد عن الدين "(روح المعانى ، للعلامة آلوسى ، سورة المائدة تحت آية : ۵۳)

یہود نصاریٰ اور دیگر کفار کے ساتھ محبت کرنے سے مرتد ہو جائے گا، ان کی محبت کا اور قرب کا اثر ہو گا کیونکہ ایک فاسق وفاجر کے قریب بیٹھنے سے فوراً اثر آجاتا ہے، وہ تو ہے بھی مسلمان، لیکن ہے گنہگار، جو شخص اللہ کا باغی ہو، مشرک ہو، کافر ہو، اس کے پاس بیٹھنے سے برا اثر بہت زیادہ آئے گا، جب ایک فاسق وفاجر کی معیت ودوستی انسان کو روحانیت کے لحاظ سے نقصان پہنچاتی ہے، تو کفار کے ساتھ دلی دوستی کیسے خیر کا پیغام دے گی؟ اس میں بھی نقصان ہے۔

کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت:

امم سابقہ کا کوئی شخص گناہ کرتا تھا، تو اس کے دروازے پر بھی اور پیشانی پر بھی لکھا جاتا تھا، کہ اس نے یہ گناہ کیا، جناب نبی پاک ﷺ کی برکت سے اب ایسا نہیں ہے، جب کوئی مسلمان کفار سے دلی دوستی کرے گا، تو پھر اسلام کی خوبیوں میں نقص نکالے گا اور آپ لوگوں کو تو یہ بہت تجربے ہیں، قرآن مجید میں یہ بات بیان کی:

اے ایمان والو! یہود نصاریٰ وغیرہ کو گہرا دوست مت بناؤ، یہ تمہارے نہیں ہیں، تمہیں دھوکا دینے کے لیے دوستی کرتے ہیں، آج کا مسلمان کتنا محسن ہوسکتا ہے؟ کتنا مہربان ہوسکتا ہے کفار کے ساتھ؟۔ رحمۃ العالمین سے زیادہ تو مشفق نہیں ہوسکتا؟ جب اتنے مہربانی والے

پیغمبر کو یہود ونصاریٰ نے معاف نہیں کیا اور ہر طرح کی ایذا دی، جسمانی بھی، ذہنی بھی، ہر لحاظ سے وہ تکلیف دیتے رہے، ہمیں ان یہود ونصاریٰ سے خیر کی کوئی امید نہیں رکھنی چاہئے۔

غیر نے ہمیں پہلے بھی لوٹا تھا اب بھی لوٹ رہا ہے:

دوسرے مقام پہ فرمایا کہ ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ مت رکھو، جو تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہوں، اعتراض کرنا تو مذاق سے اونچی چیز ہے، یہ کفار اتنے اچھے کہاں ہیں کہ وہ مفت میں خدمت کریں، ضرور نقصان میں مبتلا کریں گے، اُس وقت بھی انگریز آیا اور اس نے ہمیں کاروباری لالچ دی اور پھر حکمران بن گیا، اب بھی باہر کے لوگوں کو دعوت دی جا رہی ہے، آؤ کاروبار کرو، ہمارے حکمرانوں کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ کون آئے گا؟ بس آئے، بھلے کافر آئے، بھلے مشرک آئے، بھلے مرتد آئے، بھلے آتش پرست آئے، بھلے دھریا آئے، بس آئے، یہاں پر بڑے کاروبار مواقع ہیں۔

یہ پھر آتے ہیں، یہ اپنا کام کرتے ہیں، یہ ہمارے کتنے محسن ہیں؟ کیوں اپنے موبائل سستے کرتے ہیں، اس لئے کہ ان کا کوئی ہدف ہے، وہ اپنے مقصد کی طرف جا رہے ہیں اور یہ مسلم اپنا وقت گھنٹوں گھنٹوں فون کو ایسے کان کے ساتھ لگا کر ضائع کر رہا ہے۔

فاتح قیصر و کسریٰ کی والہانہ محبت:

تو ان کی مجلسوں میں شرکت سے ارتداد آئے گا، اس لئے ان سے بچنا ہے، ہاں یا پھر ایمان اس درجے کا ہو، کہ ادنیٰ سنت پر عمل کرنے میں بھی کوئی رکاوٹ نہ ہو، جب قیصر و کسریٰ فتح ہوا، ان کے تخت، اونٹنیاں، نمائش کے بت سونے کے تھے، چاندی کی ان پر زمین تھی، وہ ہیرے جواہرات سے ایوان بھرے ہوئے تھے، فتح کے بعد فرش کے اوپر اس فاتح صحابی نے دعوت کی، اس میں نو مسلم بھی شریک ہو گئے، فارسی بھی تھے، ایک صحابی سے لقمہ گرا، وہ اٹھا کر کھانے لگے، دوسرے نے کہا یہ نہ اٹھاؤ، یہ محسوس کریں گے، تو جواب میں اس صحابی نے کہا

"أَأَتْرُكُ سُنَّةَ حَبِيْبِيْ لِهٰؤُلَاءِ الْحُمَقَاءِ"

میں اپنے محبوب ﷺ کی سنت کو ان احمقوں کو خوش کرنے کے لئے چھوڑ دوں، ویسے گرا ہوا لقمہ اٹھانا فرض نہیں ہے، سنت ہے، مرضی ہے اٹھاتا ہے، اٹھا لے نہیں اٹھاتا، تو گناہ گار نہیں ہے، لیکن سنت رسول اللہ ﷺ کی ضرور ہے، ایسے موقع پر یہ جملہ کہنا، یا تو پھر اس درجے کا ایمان ہو۔

میرا کمال عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پے چھا گئے میں زمانے پے چھا گیا

یا پھر ایسا کہ جس مجلس میں بھی جائے، تو پھر یہی ہو، یہ چھا جائے اور یہ کیا بات ہوئی، ان غیر مذہب افسروں کی مجلسوں میں جائے، تو یہ مسلمان افسر اتنا ادب سے نماز میں نہیں کھڑا ہوتا، جتنا کافر افسروں کے سامنے ادب سے کھڑا ہوتا ہے، کیونکہ یہ غلامی کا ثبوت دے رہا ہے، یہی تو اقبال کہتا ہے

کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو
کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی

وہ سادہ روٹی اچھی تھی، وہ چٹنی کے ساتھ روٹی اچھی تھی، اس لئے کہ اس میں ہمارے اسلاف کا ایمان تو محفوظ تھا، آج مرصع، مزین عمارتیں ہمیں کیا بچالیں گی، آخرت میں دوستو کہ ایمان کی پونجی لٹ گئی ہے۔ اقبال کہتا ہے

مثل ماہ چمکتا تھا جن کا داغ سجود
خرید لی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی

فرنگی نے کچھ حالات دیئے، کچھ اپنا سسٹم (موبائل اور نیٹ) دیا اور یہ مسلم ان کو رات دیر تک دیکھتا رہتا ہے اور صبح کی نماز میں بھی بیدار نہیں ہو سکتا۔ خرید لی ہے مسلمانی

دوستو! فرمایا کہ اللہ ایسی قوم پیدا کرے گا، اللہ ان سے محبت کرے گا، وہ اللہ سے محبت کریں گے، عجیب بات یہ ہے، اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔

اللہ پہلے محبت کرتا ہے:

علماء نے لکھا ہے کہ اللہ ایمان والوں سے پہلے محبت کرتا ہے، پھر ایمان والے اللہ سے

محبت کرتے ہیں، تو گویا محبت اللہ کی طرف سے پہلے ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

﴿ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾سورۃ النساء، آیت: ۱۴۷

اللہ کو کیا فائدہ ہوگا تمہیں عذاب دے کر، جب تم نیک ہو، متقی ہو، پرہیزگار ہو، اللہ کے ماننے والے ہو، اللہ کو کوئی فائدہ نہیں عذاب دے کر اور کسی سے غلطی ہوگئی، عذاب والا کام بھی ہوگیا، تو فرمایا توبہ کرلو، پھر معاف کردے گا۔

علماء نے لکھا ہے کہ کوئی شخص اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت کر رہا ہے، اس کا کمال نہیں ہے، یہ اللہ کی محبت کا اثر ہے، جو یہ محبت کر رہا ہے، پہلے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے محبت ہوئی، پھر یہ اللہ اور اس کے رسول کو چاہنے لگا۔

محبت کا مطلب اور امتحان محبت:

اللہ اور رسول کو چاہنے کا مطلب کیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ شریعت کی جو بات بجالانے کی ہے، اس کو بجالائے، جس سے شریعت نے منع کیا ہے، اس سے رکتا رہے اور جب ٹکراؤ آجائے، تو عشق و محبت کا فیصلہ ہوجاتا ہے، جب ٹکراؤ آجائے اللہ اور رسول کی محبت کا، رسم و رواج کے ماحول کا، کہ ادھر فلاں کام ہوتا ہے، کچھ گناہ کرنے سے اور گناہ نہ کرے، تو کام نہیں ہوتا، اللہ نے گناہ کرنے سے منع کیا ہے اور اس کے رسول ﷺ نے بھی، اب محبت تولی جائے گی، پرکھی جائے گی، تو جب ٹکراؤ آجائے، تو شریعت مقدم رکھتا ہے، رسم و رواج کو، لھو لعب کو چھوڑ دیتا ہے، تو یہ محبت کے دعوے میں سچا ہے، محبت ٹھیک ہے۔

اللہ سے محبت کرنے والوں کی علامات:

یہ اللہ سے محبت کرنے والوں کی علماء تفسیر نے کچھ علامتیں لکھی ہیں:

۱)..... اَلَّذِيْنَ اِخْتَارُوْا الْمَشَقَّةَ مِنْ اِبْتِغَاءِ مَرْضِيَّاتِنَا

اللہ سے محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں، جو مشقت کو برداشت کرتے ہیں، میری مرضیات

کو تلاش کرنے میں، کہ کونسے کام ایسے ہیں، جن میں اللہ راضی ہوتا ہے؟

۲)......اَلَّذِيْنَ اِخْتَارُوْا فِي نُصْرَةِ دِيْنِنَا

اللہ سے محبت کرنے والے لوگ مشقت برداشت کرتے ہیں، ہمارے دین کی مدد کرنے میں، دین پھیلانے میں، دین کی بات کرنے میں، جہاد کرنے میں، انفاق فی سبیل اللہ میں، مدد کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

۳)......اَلَّذِيْنَ اِخْتَارُوْا الْمُشَقَّةَ فِي اِمْتِثَالِ اَوَامِرِنَا

اللہ سے محبت کرنے والے مشقت کو برداشت کرتے ہیں ہمارے اوامر کو بجالانے میں، جن باتوں کو بجالانے کا اللہ اور رسول ﷺ نے حکم فرمایا، یہ کرو، تو ان کو بجالاتے ہیں۔

۴)...... اَلَّذِيْنَ اخْتَارُوْا الْمُشَقَّةَ فِي اِنْتِهَاءِ مَنْهِيِّتِنَا

اللہ سے محبت کرنے والے لوگ برداشت کرتے ہیں تکلیف کو نفس کا مقابلہ کرنے میں، جن باتوں سے منع کیا ہے، کہ یہ نہ کرو، ان سے اپنے آپ کو روکتے ہیں، وہ لوگ نواہی، منہی عنہ چیزوں کو بجا نہیں لاتے، بھائی شرک غلط ہے، بدعت غلط ہے، یہ منہی عنہ ہیں، ان سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔

۵)......اَلَّذِيْنَ اخْتَارُوْا الْمُشَقَّةَ عَنِ الْاِمْتِثَالِ عَنْ كَفِّ النَّفْسِ عَنِ الْمَعَاصِيْ

کہ یہ ہر وقت اس طرح چلتے ہیں مشقت کو برداشت کرتے ہیں اور اپنے نفس کو، شیطان کو مقابل اور دشمن سمجھتے ہوئے معاصی سے اپنے آپ کو بچاتے رہتے ہیں، جن معاصی کی طرف شیطان اور نفس ان کو دعوت دیتے رہتے ہیں، خود کو ان سے روکتے ہیں، یہ غلط دعوت دیتا ہے، ایک وقت تک پھر یہ ہار جاتا ہے، پھر یہ شیطان بھی ہار جاتا ہے، بدر میں آیا تھا اپنے لشکر کو لیکر، جب دیکھا کہ مقام بدر میں فرشتوں کی ایک جماعت کثیر اتری ہوئی ہے، تو کہتا ہے

﴿اِنِّيْ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ﴾ سورة الأنفال : ۴۸

میں وہ مخلوق دیکھ رہا ہوں، جو تم نہیں دیکھ رہے، میں جا رہا ہوں، یہاں پر بہت سخت پکڑ ہے، شیطان بھی بھاگ جاتا ہے، ہار مان جاتا ہے، لیکن جب کوئی مقابلہ کرنے کیلئے اللہ

والا ہو، تو تب دشمن ہار مانے گا، دشمن کو اپنے گھروں میں داخل کردو گے، اپنے علاقے میں اسکواڈ ے دیدو گے، تو پھر دشمن کیسے بھاگے گا؟ دشمن تو مقابلے سے بھاگتا ہے، تو جب دشمن کا مقابلہ کریں گے، پھر وہ ہار جائے گا اور پھر یہ دشمن نفس امارۃ ہے، جس کو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا

﴿ وَ مَا اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ

﴾سورۃ یوسف، آیت : ۵۳

میں اپنے آپ کو نفس امارۃ کے حملے سے بری سمجھنے والا نہیں ہوں، اللہ کا پیغمبر کہہ رہا ہے، جو معصوم ہے، اللہ کے تمام انبیاء معصوم ہیں۔

ولایت کا کمال اور جاہل صوفیوں کا حال:

یوسف علیہ السلام کو اپنی نیکی نے نہیں بچایا، یہ ولایت کا کمال ہے اور اللہ کا جتنا بھی کوئی شخص نیک ہوگا، اس کو جب کبھی بھی کوئی سامنے کمال نظر آجائے، اپنی نیکی کی طرف متوجہ نہیں کرے گا، بلکہ اللہ کی طرف متوجہ کرے گا۔ علامہ آلوسی نے لکھا ہے روح المعانی میں کہ جو بے عقل صوفی اور بے عقل نیک لوگ ہوتے ہیں

"یُسۡنِدُوۡنَ کَمَالَاتِہِمۡ اِلٰی مُجَاھَدَاتِہِمۡ"

ان کے سامنے اچھی کوشش سے کوئی خیر سامنے آگئی ہے تو کہتے ہیں ماشاء اللہ اشراق پڑھ کر گئے تھے، جیسے فلاں دفتر میں گئے تو کام اللہ نے کرا دیا، یہ سب سے بڑی غلطی بعض لوگ اس طرح کہتے ہیں اللہ سے دو رکعت نفل پڑھے ناجی، وہ فلانے سے ملے، تو اللہ نے ماشاء اللہ نفلوں کی برکت سے کام کروادیا، یہ نفلوں کا ذکر اندر ضروری ہے، یہ ذکر نہیں کرنا ہے، صرف مفوض الی اللہ بات کو کرنا ہے کہ اللہ کے فضل سے یہ کام ہوا، ہمارا کوئی کمال نہیں تھا، اللہ کا پیغمبر یہ کہہ رہا ہے، ورنہ یہاں کہہ سکتے تھے کہ اس نے بہت کچھ کیا تھا، لیکن یوسف کی رگوں میں پیغمبر کا خون تھا، وہ دوڑے دروازے کی طرف، میری نبوت کی تجلی سے دروازے ٹوٹتے گئے اور میں باھر نکل گیا، یہ کہہ سکتے تھے، لیکن نہیں کہا۔

نفس لوامہ کا ذکر:

تو بات یہ ہے کہ یہ نفس امارۃ ہے، اس کے مقابلے کے بعد پھر دوسرا نفس آتا ہے، وہ نفس لوامۃ ہے، فرمایا

﴿ لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ لَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴾سورۃ القیامۃ ، آیت : ۱ . ۲

نفس لوامۃ جو انسان کو گناہ کے بعد ملامت کرتا ہے، اے اسلام آباد والو! آج تم نے جھوٹ بول کر جو اتنا کمایا ہے، بیوی بچوں کو کھلایا ہے، یہ تیرے باغی اور نافرمان بنیں گے، اس لئے کہ حرام کھلایا ہے، یہ نفس لوامۃ ملامت کرتا ہے، پھر اس کا مقابلہ کرنا ہے، جھوٹ نہیں بولنا ہے، حلال طریقے سے کمانا ہے، نظر کی حفاظت کرنی ہے، یہ مجاہدہ جاری ہے، نفس امارۃ اب ہار مان گیا، شیطان کی بات اللہ نے چودھویں پارے میں فرمائی کہ

﴿ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾سورۃ الحجر ، آیت : ۴۰

سب بندوں کو گمراہ کروں گا

﴿ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾سورۃ الحجر ، آیت : ۴۰

یا رب! جو تیرے مخلص اور نیک بندے ہیں، میرا بس ان پر نہیں چل سکے گا، ہار مان لی، یہاں بھی اب نفس نے ہار مان لی، یہ شخص نفس کا مقابلہ کر کے نیکی کرتا رہا، اب اس کو یہ مقام ملے گا، کہ اعلان ہو گا

﴿ يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴾سورۃ الفجر: ۲۷ . ۳۰

میدان حشر میں میزان عدل کے بعد یہ اعلان ہو گا اے نفس مطمئنہ! چھوڑ حساب کتاب کے مراحل کو، تو دنیا میں اچھی زندگی گزار چکا ہے، اپنے رب کی طرف جاؤ، وہ تم سے راضی ہو چکا ہے، تو اس سے راضی ہو چکا ہے، پہلے اللہ کی رضاء ذکر کی، وہ تجھ سے راضی ہو چکا ہے، تو اس کے فیصلوں پر راضی ہو چکا ہے۔

﴿فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ﴾سورۃ الفجر ، آیت : ۲۹

میرے نیک بندوں کا جو گروہ جنت کی طرف جا رہا ہے، انبیاء، صلحاء، شہداء، صدقین کا گروہ، جو جنت کی طرف جارہا ہے، اس گروہ میں شامل ہو جاو

﴿ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴾سورۃ الفجر ، آیت : ۳۰

اور پھر جنت میں داخل ہو جاؤ۔

جس کو اللہ نے نیکی کی توفیق دی، اس پر اللہ کا شکر ادا کریں اپنی نیکی کی طرف نعمت کی نسبت کرنا خلاف ادب ہے، کفران نعمت ہے۔

قرآن نے ایک آیت میں اس نعمت کو بیان کیا۔فرمایا

﴿ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ﴾ سورۃ النساء ، آیت : ۷۹

اگر تجھے کوئی راحت دنیا میں پہنچی ہے، تو اس راحت اور نعمت کو اپنی صلاحیتوں کی طرف منسوب مت کر، وہ اللہ کی طرف سے عنایت ہے، عطاء ہے۔ اور اگر کوئی غم وحزن آ گیا، پریشانی آ گئی، بیماری آ گئی، کفار کی یلغار آ گئی، تو یہ تمہارے اپنے اعمال بد کی وجہ سے یہ مصائب اور مسائل آئے، صرف دل سے توبہ کرلو، تو پھر انعامات اترنا شروع ہو جائیں گے، تو کبھی بھی انعام کو، اللہ کی طرف سے جو کوئی چیز ملے، اس کو اپنے اعمال اور اپنی صلاحیت کی طرف منسوب مت کر۔

دوسری صفت:

﴿ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾سورۃ المائدہ ، آیت : ۵۴

مومنین کی جماعت کے ساتھ یہ محبت کرنے والے ہیں، خیر والی جماعت ہوگی، ہمدردی والی جماعت ہوگی۔

دیکھو دوستو! بغیر لالچ کے خدمت کرنا یہ ایمان والوں کی صفت بیان ہو رہی ہے، بغیر لالچ کے مسلمان مسلمان کی خدمت کر رہا ہے اور ہم درخواستیں دیتے ہیں، دفتر والے ملازمین کو اس

بات کی تنخواہ ملتی ہے، چکر لگاتے رہتے ہیں، ہمارا کام نہیں کرتے ہیں، وہ اگر کام کریں بھی تو احسان نہیں ہے، وہ تو ان کی ذمہ داری ہے، لوگ نہیں کرتے، مسلمانوں کا ملک ہے، مسلمانوں کے دفتر ہیں، افسر بھی مسلمان ہے، درخواست دینے والے بھی مسلمان ہیں، کہیں ہمدردی نظر نہیں آتی۔

میدان حشر کا منظر کسی اور ملک میں نظر آئے یا نہ آئے، پاکستان میں تو میدان حشر کا منظر نظر آرہا ہے، ہر کوئی نفسانفسی کے عالم میں مبتلاء ہے، دھوکے کے فیصلے میں مبتلاء ہے، دھوکے کی سوچ میں مبتلاء ہے، اپنے فائدے کی خاطر چل رہا ہے اور کسی کا ذرہ برابر بھی کوئی خیال نہیں الا ماشاء اللہ۔ ہر دور میں اللہ کا نیک گروہ رہتا ہے۔

ایمان والوں کے ساتھ محبت ہے، خیر خواہی ہے، عاجزی ہے، ہمدردی ہے، کچھ نہیں ہے، تو دعا ہے، کچھ نہیں ہے تو اسلام علیکم، مصافحہ سے بھی گناہ معاف ہو جاتے ہیں، مسلمان کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنے سے حدیث میں آتا ہے کہ صدقے کا ثواب ہے۔

تیسری صفت:

﴿اَعِزَّةٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ﴾ سورۃ المائدہ، آیت: ۵۴

کفار کے ساتھ یہ سخت ہیں، اب کفار کے ساتھ بھی نرمی ہوگی، عاجزی ہوگی، وہ یہی سمجھیں گے کہ بزدل ہیں، ہم سے ڈرے ہوئے ہیں، یہ تو ایسا نہیں ہے، حالانکہ مسلمان کو تو بہادری کا حکم ہے۔

نشانوں پہ نگاہ رکھنا، تو گھوڑوں کو سدھا رکھنا
انہیں دہشت زدہ رکھنا، یہ مطلوب شریعت ہے

گھوڑوں کو تیار کر کے رکھنا، اپنی ٹریننگ کر کے رکھنا اور یہ ظاہر کرنا کہ کفار کے مقابلے کے لئے ٹریننگ کر رہا ہوں، کب تک ڈرو گے پاکستان والو، یہ ڈر نکالنا پڑے گا، کفار کے خلاف جہاد میں اترنا پڑے گا، اس کے بغیر کوئی راستہ نہیں نجات کا، یہ ہماری باتیں لوگوں کو بے وزن لگتی ہیں، مشرف ہمیں دو فیصد کہہ کر گیا ہوا ہے کہ دین والے لوگ پاکستان میں کم ہیں اور کمزور

ہیں اور خود ڈر کر بھاگ گیا ہے، پاکستان واپس آنے سے ڈرتا ہے اور جن کو کمزور کہتا تھا، وہ پاکستان میں ہی ہیں۔

چوتھی وپانچویں صفت:

اور ''یجاہدون فی سبیل اللہ'' اللہ کے راستے میں یہ جہاد کرنے والا ہے، مومن جس کے ساتھ اللہ محبت کر رہا ہے اور یہ اللہ سے محبت کر رہا ہے

﴿ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ﴾ سورة المائده ، آیت : ۵۴

قرآن عربی کتاب ہے، چودہ سو سال گزر گئے ،اس کے نزول کے اور قرآن کہہ رہا ہے جہاد فی سبیل اللہ کرنا، لوگ تمہیں دقیانوس کہیں، لوگ تمہیں دہشت گرد کہیں گے، لوگ تمہیں کیا سے کیا کہیں گے، ان کی مخالفت سے نہ ڈرنا، تم اللہ کی خاطر جہاد فی سبیل اللہ کرنا۔

پانچ صفات کا خلاصہ:

یہ پانچ صفات جس کو حاصل ہوگئیں:

۱)...... اللہ سے محبت کرنا

۲)...... مسلمانوں سے عاجزی کے ساتھ پیش آنا

۳)...... کفار سے سختی سے پیش آنا

۴)...... جہاد فی سبیل اللہ کرنا

۵)...... ملامت سے نہ ڈرنا۔

یہ پانچ صفات جب ہو جائیں

اللہ کا فضل:

﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ سورة المائده : ۵۴

یہ اللہ کا فضل ہے، اللہ کا انعام ہے، جن کو اللہ عطا کرے، جس کے مقدر میں اللہ نے اونچی نعمتیں لکھی ہیں، اللہ اس کو عطا کردے گا۔

﴿ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ سورۃ المائدہ ، آیت :۵۴

اور اللہ خوب جاننے والا ہے، واسع علم، واسع رزق اور جاننے والا ہے کون خالص ہے؟ اور کون منافق ہے؟ وہ سب کو جانتا ہے۔

دوستو! ہماری نجات کا راستہ صرف ایک ہی ہے، اب کوئی اور راستہ نہیں ہے اور وہ جہاد کا راستہ ہے۔

نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

مسلم، مجاہد کا ایمان وہ اتنا بلند ہو، کہ عرش والا اس کی مدد کرے، محمد بن قاسم جب دریا کو عبور کر کے گئے، اس سے آگے کافر تھے اور پیچھے دریا تھا اور مجاہد کو سوائے جہاد کے اور کوئی راہ ہی نہیں تھی اس کی نجات کیلئے، جب جہاد فی سبیل اللہ صدق دل سے کیا، مقابلہ کرنے والے سارے غلام بن گئے تھے۔

بات یہ ہے دوستو! ہماری نجات کا راستہ ایک ہی ہے اور مسلمانوں کی عزت کی زندگی کا ضامن ہے، اسلام کی شان وشوکت کا ضامن ہے، وہ راستہ اور وہ پیغمبرانہ سنت ہے اور وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ۔

اللہ کرے ہمیں ایسا قائد مل جائے کہ ہم ان اپنے مسلمان بھائیوں کی اور مظلوم مسلمان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی کوئی حفاظت کا ذریعہ کرسکیں جو کشمیر، برما، فلسطین، شام وغیرہ میں بے بس بے سہارہ ہیں ان کی مدد کرسکیں۔ اور یہ صورت جب ہوسکتی ہے۔

دوستو! خالص اللہ والے بن جاؤ، گناہوں سے اپنے آپ کو بچاؤ، نیکیوں کی طرف اپنے آپ کو لگاؤ، اس میں اللہ راضی ہو جائے گا اور اللہ کے قبضے میں ہے تقدیر کو اور نظام کو بدلنا

اللہ پاک ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

"......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ......"

(۴۰) رسومات جاہلیت کی تردید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ۔ اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفیٰ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الانْبِیَآء وَعَلیٰ آلِہ وَ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوفُوْا عَھْدَہ اَلَّذِیْنَ ھُمْ خُلاصَۃُ العَرَبِ العَرْبَآءِ وَخَیرُ الخَلائِقِ بَعْدَ الانْبِیَآءِ. اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ﴿ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَ اتَّقُوْا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ سورۃ الحشر ،آیت :۷

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : ”لَا عَدْوَ وَ لَا طَیْرَ وَ لَا نَوْءَ وَ لَا صَفْرَ وَ لَا ھَامَّ فِی الْاِسْلَامِ“ .(۲)

صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُ الاُمِّیُّ الکَرِیْمُ ، وَنَحْنُ عَلیٰ ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ

آیت قرآنی کا مفہوم:

سورہ حشر کی ایک آیت کریمہ اور رسول ﷺ کا ایک ارشاد پاک تلاوت کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے جو اقوال ، جو افعال آپ تک پہنچے ہیں ان کو لے لو، ان کو پکڑ لو مضبوطی کے ساتھ اور ان پر عمل کرو اور جن باتوں سے نبی پاک ﷺ نے منع فرمایا ہے ،ان سے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت پکڑنے والے ہیں، سخت سزا دینے والے ہیں۔

حدیث رسول ﷺ کا مفہوم:

جو حدیث رسول پاک ﷺ کی تلاوت کی، اس میں زمانہ جاہلیت کی کچھ رسومات کی نفی کی گئی ہے، ان کا رد کیا گیا ہے، مثلاً پرندوں سے بد فالی لینا، یا ستاروں سے بد فالی لینا، یا صفر کے مہینے سے بد فالی لینا، یا کسی اور دن اور مہینے سے بد فالی لینا اسلام نے اس کی نفی کی ہے، یہ سب باطل ہیں، توھمات ہیں، بعض رسوم ہیں، بعض بدعات ہیں، بعض شرک تک پہنچ جاتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں کئی طرح کی رسومات تھیں اور وہ رسومات کچھ اس طرح ہما گیر تھیں کہ آج بھی ان رسومات کے پیروکار ہیں، ان رسومات کے ماننے والے، یا ان رسومات کے ساتھ اپنے خیر و شر کو وابسطہ کرنے والے لوگ آج بھی موجود ہیں، اسی وجہ سے قران مجید کا ایک کثیر حصہ اور احادیث پاک کا بھی ایک معتد بہ حصہ انسان کے عقیدے کو درست کرنے کیلئے بیان ہوا ہے۔

اصول وضوابط:

قرآن مجید نے تین مضامین کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، توحید و رسالت، آخرت کا حساب کتاب اور رسول اکرم ﷺ نے ان کو تفصیل سے بار بار کئی مقامات پر بیان فرمایا ، اصول اور ضابطے دیئے ہیں، احادیث میں بھی رسول ﷺ نے عقیدے کی اصلاح فرمائی اور بدعات اور رسومات سے بچنے کے اصول اور ضابطے دیئے ہیں۔

اور فرما دیا کہ یہ ضابطہ ہے، یہ اصول ہے اور اس سے جو چیز متصادم ہو، وہ چیز شرک ہے ، بدعت ہے، کوئی رسم جاہلیت ہے، ان سے بچو۔

اصول اور ضابطے انسان کے عقیدے اور اعمال کی حفاظت کرنے والے ہیں، وہ پہرے دار ہیں، ان اصول اور ضابطوں کے ساتھ جو چیزیں متصادم نہیں ہیں، وہ مباح ہیں اور جو متصادم ہیں، ان کو چھوڑنا ہے، وہ خواہ رسم ہو، بدعت ہو، یا شرک ہو۔

ترقی کی وجہ سے اصول وضوابط تبدیل نہیں ہوتے، ہر دور میں دنیاوی اعتبار سے ترقی ہوتی

رہی ہے اور انسان اپنی زندگی کے خوشگوار خوابوں کی طرف چلتا رہا، مگر انسان نے ترقی کی وجہ سے اپنے بنیادی اصول تبدیل نہیں کیے۔

چنانچہ احرام مصر کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں، خاص قسم کی ان کے فن تعمیر میں غور کیجئے تو اس سے اندازہ ہوگا کہ دنیا اس وقت بھی کس قدر عروج پر پہنچی ہوئی تھی، اگر عروج نہ ہوتا تو وہ تعمیر اتنی اونچی کیسے ہوئی؟

دوستو! دنیاوی اعتبار سے عروج، یا زوال ہوتا رہتا ہے، لیکن اصول اور ضابطہ سے تصادم نہیں ہونا چاہیے۔

اصول وضوابط کہاں سے حاصل ہوں گے؟ اصول اور ضوابط رسول ﷺ کی حیات طیبہ سے حاصل ہوں گے، چنانچہ قرآن مجید نے فرمایا:

﴿ مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ سورة الحشر ،آیت :۷

کہ جو قول وعمل تم کو رسول اللہ ﷺ نے پہنچایا ہے، اس کو لے لو اور یہی تمہاری دنیاوی اعتبار سے کامیابی کا ضامن اور یہی ہدایت اخروی حیات کی ضامن ہے۔

﴿ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ سورة الحشر ،آیت :۷

جن چیزوں سے، جن اعمال سے، جن کھانے والی چیزوں سے، جن ملبوسات سے رسول پاک ﷺ نے منع فرمادیا، ان سے رک جاؤ اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو کیونکہ اللہ کی پکڑ سخت ہے۔

سورۃ حشر کی اس آیت سے پہلے والی آیت میں فرمایا:

﴿ كَيْلَا يَكُوْنَ دُوْلَةً ۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ﴾ سورة الحشر ،آیت :۷

کہ امیر اپنے مال میں غریب کا حق سمجھے، ایسا نہ ہو کہ وہ دولت کی ریل پیل صرف امیروں کے گھروں تک نہ گھومتی رہے۔

اور اس کے ساتھ پھر رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا، صورت کا، قول کا، عمل کا قابل اتباع ہونا بیان کر دیا، کہ ہم نے آخری پیغمبر بھیجا ہے، ان کے عمل کی، ان کے فرامین کی اتباع کرو اور اسکو

مضبوطی سے اختیار کرو۔

ایک اور مقام پہ فرمایا:

﴿ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَ لَا يَشْقٰى

﴾سورۃ طٰہٰ، آیت:۱۲۳﴿

ہم نے جو رسول ﷺ کو ہدایت دی اور تمہیں ہدایت دینے کے لیے بھیجا، تم میں سے جس نے ہمارے پیغمبر کی ہدایت کو قبول کیا وہ بھی گمراہ نہیں ہوگا اور کبھی نامراد بھی نہیں ہوگا اور ان ہدایات پر چل کر مایوس بھی نہیں ہوگا، خودکشی بھی نہیں کرے گا، بدبخت بھی نہیں ہوگا، بلکہ نیک بخت ہوگا۔

اسلام مخالف ذہنیت کا اشکال اور اس کا جواب:

ایک عام شخص کے ذہن میں بات آتی ہے، کچھ مخالف ہواؤں کے جھونکے اس عام شخص کے ذہن میں یہ بات ڈالتے ہیں، وہ مخالف ہوا کے جھونکے اس کو تائید اور تقویت بھی دیتے ہیں۔ وہ کون ہے جس کو خلافِ اسلام باتیں خراب کرتی ہیں؟ جو دین سے دور ہو اور جو شخص دین دار ہے، اسکو اس طرح کا ماحول، رسوم، بے دین لوگوں کی باتیں نقصان نہیں دے سکتیں

اور یہ باتیں ذہن میں آئیں کہ اب دنیا نے ترقی کر لی ہے، لباس کے لحاظ سے، خوراک کے لحاظ سے، رہائش کے لحاظ سے، سواری کے لحاظ سے اور اسلحہ کے لحاظ سے اور آلاتِ جدیدہ، میڈیا کے لحاظ سے، سپیکر کے لحاظ سے وغیرہ ان چیزوں میں بہت ترقی ہوگئی ہے، لہذا اسلام میں بھی اب جدت آنی چاہیے، یہ مولوی لوگ اس میں رکاوٹ ہیں، جیسے شروع میں سپیکر نہیں ہوتے تھے، تو محدثین اس طرح درس دیتے تھے۔

امام صاحب نے حدیث پڑھی

و به قال حدّثنا قتادة وبه قال حدّثنا ابو هريرة قال االنبيّ ﷺ

جب یوں پڑھی، بس رک گئے، پھر وہاں سے ایک آدمی اٹھے گا، بہ قال حدثنا وہ اگلا بندہ، پھر وہ اگلا بندہ، یوں جا کر وہ چند ہزار بندوں کو ایک واعظ کی، مبلغ کی، محدث کی آواز پہنچائی

جاتی تھی، اب ایسی سہولتیں ہوگئی ہیں، کہ لاکھوں کا مجمع ہو، یا پوری دنیا ہو، ایسی سہولت بن گئی ، کہ سب دنیا بات سن لیتی ہے، تو جب ان امور میں اتنی ترقی ہوگئی، تو بہت ساری اسلام کی باتوں میں ترقی ہونی چاہیے، یہ سوال آتا ہے، یہ پرانی باتیں ہیں، ہر چیز نے ترقی کرلی، تو گویا کہ مجتہدین کو بھی ترقی کرنی چاہیئے، غور وفکر کر کے اس زمانے کا سود حرام تھا، تو اب حلال کر دینا چاہیے، پگڑی پہننا عربوں کا رواج تھا، اب رواج ننگے سر ہیں، اسکو سنت کہنا چاہیئے، عرب کے قبائل کا چادر اوڑھنا دستور تھا، لباس اتنے عمدہ نہیں ہوتے تھے، وہ عورتیں اپنے لباسوں کو چھپاتی تھی، اب تو اتنا کچھ ایجاد ہو چکا ہے، عمدہ عمدہ لباس ہیں، چادریں اوڑھنا انکا ایک قبائلی نظام تھا، جیسے ہمارے سرحد والے قبائل کا نظام ہے، تو تہبند باندھنا بھی ٹخنوں سے اوپر انکا دستور تھا، کام کاج والے لوگ تھے، نیچے لٹکتا تھا تہبند، کام میں رکاوٹ بنتا تھا، جب اتنی ترقی اور چیزوں نے کرلی، تو روشن خیالی اسلام کی ہے کہ ان چیزوں کو بھی حلال ہونا چاہیئے، یہ سوال ایک عام شخص کے ذہن میں بھی آتا ہے، لادین ذہن میں تو آتا ہی ہے، عام شخص کے ذہن میں بھی آسکتا ہے اور مخالف ہوا کے جھٹکے اس اعتراض کو تقویت دیتے ہیں، پھر یہ ہر چیزوں سے واقف شخص اور دین سے ناواقف شخص بھی سوچنے بیٹھ جاتا ہے اور اسکو بھی اور کہیں کوئی جگہ نزلہ گرانے کی نہیں ملتی، تو پھر علماء کے پاس آتے ہیں، یہ کیوں جائز نہیں۔

دوستو! اب اس کا جواب سمجھنا ہے، اصل قرآن مجید اور فرمان رسول ﷺ نے اصول اور ضابطے دیئے، ان اصول اور ضابطے کے ساتھ آپ کے دنیاوی امور اگر متصادم ہورہے ہیں، تو ان کو ترک کرنا ہے، چھوڑ دینا ہے اور دنیاوی ریل پیل اس کی ترقی اگر ان اصول ضوابط کے ساتھ متصادم نہیں ہے، تو جائز ہے، مباح ہے اور اگر متصادم ہے، تو دنیا اتنی ترقی کرلے، کہ زمین پہ بسنے والے انسانوں کا بسیرا، وہ چاند کی چٹانوں پر ہو جائے اور چاند کی خشکی کو بدل کر وہ سمندری جزیروں میں بدل دے، تب بھی وہ چیز حلال نہیں ہوسکتی، جو شریعت نے حرام کی ہو اور جو فرمان رسول اور قرآن مجید کے اصول کے ساتھ متصادم ہورہے ہوں، اس زمانے میں زمانہ جاہلیت میں جاہلوں کے کچھ رسوم ہوں یا بعد کے رسوم ہوں سب ناجائز اور حرام ہیں

بیماری لگنے سے متعلق جاہلانہ باتیں اوران کی تردید:

اوران میں ایک یہ رسم بھی تھی، کہ صفر کا مہینہ یہ بڑی نحوستیں لیکرآتا ہے، بلائیں لیکرآتا ہے اور لنگڑے اور لولے جنات اترتے ہیں، زمین پر چلتے پھرتے ہیں اور انسان کوتو معلوم نہیں ہوتا، توانسان ان لولے لنگڑے جنات پر پاؤں رکھ دیتا ہے، پھروہ دوسرے جنات اس کا بدلہ لینے کیلئے انسان کے ساتھ لڑائی جھگڑا اور مصیبت کی صورت بناتے ہیں۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

"لَاعَدْوٰی وَ لَا طَیْرَ وَ لَا نَوْءَ وَ لَا صَفَرَ وَ لَا ھَامَّ فِی الْإِسْلَامِ"

وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بیماری دوسرے سے لگتی ہے اوراسی کوہی سبب حقیقی سمجھے، تو شرک ہوگیا، عام اعتبار سے اگر کوئی احتیاطی تدابیر کرتا ہے، لیکن ان کومسبب حقیقی نہیں سمجھتا، بیماری کا خالق وہ اللہ رب العزت ہی ہے اور شفا دینے والا بھی وہی ہے، لیکن محض اسباب کے طور پر، احتیاطی تدابیر کررہا ہے، تو کوئی حرج نہیں۔

لَا عَـــدْوٰی : بیماری کومتعدی سمجھنا اوراس کوہی سبب حقیقی سمجھنا یہ بیمار ہے اوراس کے پاس جیسے بیٹھے، تو بس بیمار ہوجائیں گے، اگر یہی بات تھی، تو ان ہسپتالوں میں نرسیں اور ڈاکٹر صحتمند کیوں ہیں؟ یہ کیوں نہیں بیمار ہوتے؟ یہ اللہ رب العزت کے فیصلے ہیں۔

ایک دیہاتی صحابی، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا حضرت! اونٹ کو خارش لگ جاتی ہے، پہلے ہونٹ سے، پھردم سے، پھرجسم سے، تو اسکی وجہ سے دوسرے اونٹوں کوخارش لگتی ہے، تو ہم دوسرے اونٹوں کو اس سے دورکردیتے ہیں، جدا کردیتے ہیں، کیونکہ ان کوپھرخارش لگ جاتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن یہ بتاؤ کہ پہلے اونٹ کوکس نے خارش لگائی؟ دوسروں کوتم کہہ رہے ہوکہ اس اونٹ سے خارش لگ جاتی ہے، تووہ دیہاتی لاجواب ہوا، خاموش ہوگیا۔ فرمایا اللہ رب العزت کے فیصلے ہیں۔

اسلام نے بیمارکی بیمارپرسی کی اتنی ہدایات اورفضائل بتائے ہیں، کہ صبح کوکوئی بیمارکی بیمار پرسی کیلئے جاتا ہے، توستر ہزارفرشتے پورادن بیمارپرسی کرنے والے کیلئے دعائیں کرتے رہتے

ہیں ،اور شام کو کوئی کسی مریض کی بیمار پرسی کیلئے گیا ،تو پوری رات فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔

اور فرمایا جب جاؤ، تو یوں کہو، اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمایں ،آپ تو ماشاللہ اچھے لگ رہے ہیں، یہ نیک فالی ہے اور اس کو محبوب فرمایا۔

ایک نوجوان کی بیمار پرسی کیلئے رسول اکرم ﷺ گئے ،تو آپ ﷺ نے فرمایا ماشااللہ آپ اچھے ہو رہے ہو، ان شااللہ ٹھیک ہو جاؤ گے، اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے گا، صحیح لگ رہے ہو، وہ کہنے لگا، آپ ﷺ عجیب بات کرتے ہیں، کہ صحیح لگ رہا ہوں، بخار نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور آپ ﷺ کہتے ہیں کہ صحیح لگ رہے ہو، آپ ﷺ نے فرمایا چلو پھر ایسا ہی ہو، آپ ﷺ ناراض ہو گئے، حدیث میں آتا ہے وہ نوجوان اسی بیماری میں فوت ہو گیا

تو بیمار کے پاس جا کر مختصر ملاقات ہو اور اچھے جملے اسکے سامنے بولنا یہ سنت ہے رسول اللہ ﷺ کی ،اسباب کے طور پر کوئی شخص کسی بیمار سے پرہیز کرتا ہے ،لیکن خالق اللہ رب العزت کو ہی سمجھ رہا ہے ،تو جائز ہے۔

بدفالی سے متعلق جاہلانہ باتیں اور ان کی تردید:

دوسرا جملہ فرمایا وَ لَا ھَامَ پرندوں سے بدفالی لینا، زمانہ جاہلیت والے بلی سے، کتے سے ،الو کے بولنے سے بدفالی لیتے تھے۔ یہ زمانہ اسلام سے پہلے کی بات کر رہا ہوں اور آج بھی یہی دستور ہے کہ الو جس محلے میں بول دیتا ہے ،تو وہاں کوئی مرنے والا ہے اور صبح کے وقت جب ان کو سفر کرنا درپیش ہوتا ،تو کسی پرندے کو پتھر مارتے اور وہ اڑتا ظاہر بات ہے، اسنے تو اڑنا ہی ہے، اب وہ دائیں طرف اُڑ گیا ،تو کہتے تھے کام میں خیر ہے، کر لینا چاہیئے اور اگر بائیں طرف اُڑ گیا ،تو نہیں جانا چاہیئے۔

یہی بات بلی سے کرتے ہیں، کتے کے بھونکنے سے اپنے لیے بدافعالی لیتے ان تمام چیزوں سے شریعت نے منع فرمایا ہے، کہ کوئی حقیقت نہیں ہے۔

ستاروں سے متعلق جاہلانہ باتیں اوران کی تردید:

اور آگے فرمایا کہ ''ولانوء'' جاہلیت کے لوگ یہ کہتے تھے کہ یہ ستارے اور چاند جو منازل طے کرتے ہیں اور جب ان کی ایک منزل طے ہو جاتی ہے، تو بارش آتی ہے، پھر وہ علم نجوم والوں کے پاس جاکر پوچھتے تھے، کہ اتنا عرصہ ہوا بارش نہیں ہوئی، وہ ستارہ اپنے محور کو اپنی منزل کو پہنچ رہا ہے کہ نہیں؟ تو پھر وہ نجومی کاہن بناتا تھا کہ ہونے والا ہے، حدیث میں اس کو منع فرمایا، ستاروں کے چکر سے یا چاند کا برجوں پر سفر کرنے سے بارش کے فیصلے نہیں ہوتے ،بعض دفعہ لمبا عرصہ بارش نہیں ہوتی، تو اس کا کیا مطلب ہے کہ ستارے سفر نہیں کر رہے اور وہ منزل طے نہیں کی ہے؟

قرآن مجید نے اللہ رب العزت کی اس صفت کو بیان فرمایا:

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ یَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَ هُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ﴾سورۃ الشوریٰ، آیت: ۲۸

خالق وہ ہے، تمہارا معبود وہ ہے، تمہارا داتا وہ ہے، جو اتنے عرصے تک بارش نہیں ہوئی، جب بارش کی طلب کی صورت میں اپنی للچائی ہوئی نگاہوں سے اس کو دیکھتے ہو، جو اتنا عرصہ بارش نہیں ہوتی، اپنی مخلوق کو زندہ رکھنے کیلئے وہ برسا دیتا ہے، رحمت کی بارش، سبزہ لہلہانے لگتے ہیں، وہی دوست ہے، وہی تعریف والا ہے، وہی کارساز ہے، وہی حمد کے لائق ہے، تو اللہ رب العزت جب چاہے وہی بارش برساتے ہیں۔

فرمایا ان ستاروں کے برجوں کو یوں کہنا کہ وہاں پہنچ گئے اور یہ فلاں اس جگہ آئے گا، تو بارش ہوگی، تو یہ شرک ہے۔

ماہ صفر سے متعلق جاہلانہ باتیں اوران کی تردید:

اور آخر میں فرمایا کہ '' **ولاصفر** ''اور صفر والے مہینے میں نحوستیں لینا، اس زمانے میں لوگ صفر کے مہینے میں شادیاں نہیں کرتے تھے، صفر، صفر (زیرو) سے مشتق کہتے ہیں اور اگر صفر

کے مہینے میں شادی ہوئی، تو وہ زیرو، یعنی صفر ناکام ہوگی، آبادی نہیں ہوگی اور گھروں سے باہر نہیں نکلنا ہے اور کسی مکروہ چیز کو نہیں دیکھنا ہے، ورنہ بلائیں لاکھوں کی شکل میں نازل ہو رہی ہیں اور ہمارا مقدر بن جائیگی اور بعض لوگوں نے پھر اس پر یوں کہا چار رکعت نفل پڑھو، پہلی رکعات میں سورۃ قل یا ایھا الکافرون اتنی دفعہ پڑھو، دوسری میں اتنی دفعہ پڑھو، وہ بلائیں دور ہو جائیں گی، سب فضول بات ہے، رسوم ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے الموضوعات الکبریٰ جس میں وہ تمام حدیثیں جمع کی ہیں، جو لوگوں نے اپنی طرف سے گڑھ لیں تھیں، ایک حدیث علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے کہ العیاذ باللہ رسول پاک ﷺ نے یوں فرمایا

"مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ بَشَّرْتُہٗ فِی الْجَنَّۃِ" (الموضوعات للصغانی، ص: ۳)

جس شخص نے مجھے خوشخبری دی، کہ صفر کا مہینہ ختم ہو گیا ہے، اس کو خوشخبری دیتا ہوں، کہ وہ جنت میں جائے گا، فضول بات ہے، یعنی آپ ﷺ کا فرمان نہیں ہے اور ملا علی قاریؒ نے موضوعات کبریٰ میں ایک حدیث کو موضوع لکھا ہے، اسی طرح صفر میں نماز نفلی پڑھیں، پھر ختم کریں، پھر دیگ تقسیم کریں، اگر ایسا نہ کیا، تو بلائیں آپ کے گھر اتریں گی۔

بکرے کے صدقہ سے متعلق جاہلانہ باتیں:

یہ بھی ایک رسم ہے کہ بکرا صدقہ دینا ضروری ہے اور بکرے کو ہی ذبح کرنا ہے، تب ہی مریض کو شفا ہوتی ہے، یعنی بکرے ہی کو ذبح کرنا ضروری ہے، کسی بھی حدیث میں نہیں آیا۔

حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ صدقہ اللہ رب العزت کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے، مصیبت کو دور کرتا ہے، خطاؤں کو معاف کرتا ہے، مٹاتا ہے، اس صدقے میں صرف کالا بکرا ہونا کوئی ضروری نہیں، وہ عامل بھی بیٹھے ہیں، وہ کالے بکرے ہی کے سر کے خون سے تعویذ لکھتے ہیں، لوگ خوشی خوشی سے جا رہے ہوتے ہیں اور بیچنے والوں نے بھی کالے بکرے کا ریٹ زیادہ لگایا ہوتا ہے۔

کاہنوں کے پاس جانے پر وعید:

ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کاہن کے پاس گیا اور کاہن سے کوئی بات پوچھی اور اس کی بات کو مان لیا، چالیس دن تک اس شخص کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی۔

ایک اور حدیث میں فرمایا کہ کاہن کے پاس گیا اور اس سے کوئی بات پوچھی، شادی نہیں ہو رہی ہے، بے روزگاری ہے، یہ بھی گناہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے حالاتِ زندگی پڑھو، کہ مدینہ طیبہ میں آکر سب سے پہلے کون سا کام کیا تھا، ہر مہاجر ساتھی کی ترتیب مقرر کی تھی، انصار کے ساتھ کہ آپ نے اس کی کفالت کرنی ہے، فرمایا کوئی باقی رہ گیا، کھانے پینے، رہائش کے اعتبار سے کسی کو کوئی تکلیف ہو، کوئی باقی رہ گیا، تو کوئی نہیں رہا، سب سے پہلا کام ہجرت کے بعد کیا، سب سے پہلا کام حکومت کی ذمہ داری میں ہے کہ بے روزگاروں کو روزگار دیں، تو یہ لڑائی، یا جھگڑا قتل وقتال ڈاکے اور اتنی پولیس کا بھرتی کرنا، فلاں یہ سب ختم ہو جائے گا، لیکن اس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے، ہماری تمام حکومتوں کی بظاہر ایک ہی ذمہ داری ہے، کہ کسی طریقے سے مولویوں کو، طالب علموں کو، مدرسوں کو، مسجدوں کو ختم کرو، انعام لو، بس اسی میں لگے رہتے ہیں، کوئی اس میں بہادر ہوتا ہے، زیادہ تیز ہوتا ہے، کسی کی چال تھوڑی سست ہوتی ہے، بے شک ہم ترقی میں کچھ آگے چلے گئے، لیکن اسلام کی اصول وضوابط کو نہیں سمجھا اور اسلام کے معین اصولوں کو سیکھنے کی کوشش ہی نہیں کی

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شئے کی حقیقت کو نہ پہنچے وہ نظر کیا ہے

اے اہل نظر! تم نے تو یہ دیکھ لیا کہ سواری کے لیے پہلے اونٹ اور گھوڑے ہوتے تھے اور اب طیارے مل گے ہیں۔

اے اہل نظر! یہ تو دیکھ لیا کہ پہلے خوراک قدرتی ہوتی تھی، اب قدرتی خوراک تو میسر نہیں ہے، مصنوعی ملنے لگی ہے۔

اے اہل نظر! پہلے تم نے ارام تعیش سورج کے ڈوب جانے کے بعد تاریکیوں کی شکل میں جب رات آتی تھی تو ارام کرتے تھے اب تو سورج کے غروب ہونے کے بعد بھی دن کی طرح روشنی کرنے کی کوشش کرتے ہو سب کچھ تو سمجھ لیا لیکن حقیقت اسلام کو نہ سمجھا۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جوشی کی حقیقت کو نہ پہنچے وہ نظر کیا ہے

کوئی نظر نہیں ہے وہ، جس نے اپنے اسلام کو نہیں سمجھا، رسول اکرم ﷺ کی ہدایات کو نہیں سمجھا، وہ نظر کیا ہے؟

پہلے گاہک سے متعلق جاہلانہ خیال:

اور صبح سویرے کاروباری لوگوں کی بات کرتا ہوں الا ماشا اللہ بعض اچھے لوگ توحید والے بھی ہیں، پہلے گاہک کو واپس نہیں کرنا، جتنے بھی پیسے دیں، مفت چیز نہیں دینی، ورنہ سارا دن مفت دینی پڑے گی، اور ٹیکسی والے بھی اسی طرح کہتے ہیں، آپ پہلی سواری ہیں، میں ابھی ہی نکلا ہوں، جتنے دو گے لیں گے۔ فضول بات ہے، اس کا شریعت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے صاحب حق کو اختیار ہے، جس دام میں وہ چیز بیچے، غبن فاحش نہ ہو، یعنی جائز نفع ہو بہت زیادہ نفع نہ ہو۔

بادشاہ اور اس کے غلام کا واقعہ:

ایک بادشاہ کا واقعہ لکھا ہے کہ اس کا ایک غلام تھا، بہت خدمت گار تھا، لیکن بدصورت تھا اور اس بادشاہ کا نظریہ یہ تھا کہ یہ مکروہ شکل ہے، صبح سویرے مجھے نہ ملا کرو، جب تم صبح مجھے ملتے ہو، تو سارا دن یوں ہی منحوس گذرتا ہے، ایک دن کوئی اہم کام پیش آیا، وہ غلام بادشاہ کے پاس آ گیا کہ حضرت یہ خطرے کی بات تھی، اگرچہ ہدایت تو یہ تھی، صبح آپ کو نہیں مل سکتا، لیکن یہ خطرے کی بات تھی اور نمک کا تقاضہ یہ تھا میں آپ کو آگاہ کرتا، بادشاہ نے کہا کہ وہ خطرہ ہونے دینا تھا بیوقوف جلاد کو حکم دیا کہ سارا دن اس کو کوڑے لگاؤ، شام ہوئی، تو غلام کو بلایا کہ

اصول یاد رکھو کہ ملک جل جاتا ہے، تو جل جائے، کوئی بڑی سے بڑی مصیبت مجھ پر آئے، آنے دو، تم نے صبح مجھ سے نہیں ملنا یہ اصول یاد رکھو۔

حضرت کیوں بادشاہ نے کہا کہ آپ منحوس ہیں، غلام نے کہا گالیاں بہت کھالیں، مار بہت کھالی، مرنے والے ویسے بھی ہیں، کہا حضرت منحوس میں نہیں ہوں، منحوس آپ ہیں، کہا کیوں کہ اس لیے کہ آپ نے میری شکل کو دیکھا، سارا دن آرام سے گذرا اور میں نے صبح آپ کی شکل دیکھی، سارا دن کوڑے کھا کر گذار دیا۔

یہ سب شرکیہ باتیں ہیں کہ منحوس ہے اور مجھے نہ ملے۔ یہ سب شرک ہے

چالیس دن کی عبادت قبول نہیں:

ایک اور حدیث میں ہے، فرمایا جو شخص کاہن کے پاس جائے، وہ پرندے والے، وہ طوطے والے وہ فلاں ان کے پاس گیا اور اپنا مقدر نکالا پوچھا اور پھر اس کو مان بھی لیا، تو فرمایا اس شخص کو بتادو، یہ ہم میں سے نہیں ہے، اور اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں۔

اس سے سخت وعید ہے اسلام پڑھیں، رسول اللہ ﷺ کی ہدایات پڑھیں، اس میں اصول وضوابط ہیں۔

دوستو! اگر وہ اصول وضوبط ان موجودہ ترقی کے کام میں متصادم نہیں، تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر یہ اصول وضوابط جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائے متصادم ہیں، تو ان سے دور ہو جائے۔

جھوٹی حدیث بیان کرنے پر وعید:

ایک حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نقل فرماتی ہیں کہ جس شخص نے دین کی بات کو اپنی طرف سے اچھا سمجھ کر لوگوں میں ترغیب آئے گی، اعمال کریں گے، تلاوت کریں گے، کچھ نوافل پڑھیں گے، اپنی طرف سے کوئی گڑھی، تو یہ بدعت ہے اور مردود ہے اور بدعت

والا گمراہ ہے اور گمراہ شخص جہنم میں جائے گا، خواہ نیکی کی بات ہو، اچھی ہی بات ہو، لیکن اپنی طرف سے منسوب کرنا گھڑنا یہی بدعت ہے، اس کو ثواب سمجھ کر لوگ کرتے ہیں، جبکہ اسلام میں نہیں ہے۔

شیخ احمد کا مشہور خواب اور اس کی تردید:

ایک مشہور واقعہ ہے، کئی دفعہ لوگ سوال کرتے ہیں، کہ شیخ احمد صاحب اور فلاں فلاں بات ہوگئی اور یہ کاغذ ہیں اور اسکو جو فوٹو کاپی کرتا ہے، پھر اتنوں کو تقسیم کرتا ہے، ان لوگوں کو دو لاکھ کا فائدہ ہوا، پانچ لاکھ کا کاروبار یوں ہوا، دس لاکھ کا یوں ہوا، یہ سب فضول چیز ہے۔

دوستو بات اچھی ہے، لیکن جھوٹ کے ساتھ منسوب کر کے کیوں نقل کرتے ہیں، بے پردگی بری بات ہے، مسلم خواتین کو پردہ کرنا چاہیئے، لوگوں کو نماز کا پابند ہونا چاہیئے، لیکن یوں کہنا کہ شیخ احمد جو ہے، وہ خادم مسجد نبوی ﷺ ہیں اور ان کو خواب میں رسول پاک ﷺ آتے ہیں اور یوں دو لاکھ کا انعام اور یوں چار لاکھ کا انعام اور جو نہیں کرے گا، اس کا کاروبار خراب ہوگا، یہ سب جھوٹ اور باطل چیز ہے، ویسے ہی رسول پاک ﷺ کے فرمان تھوڑے ہیں، آپ کو شوق ہے، چند احادیث صحیح نقل فرمائیں، سفر میں جا رہے ہیں، اپنے گاڑی والے ساتھیوں میں تقسیم کریں، ویسے ہی باتیں کرتے رہتے ہیں، یہ حدیث پڑھ لو، رسول پاک ﷺ کی اور اس سے بڑھ کر کہ موبائل پر پیغام آتے ہیں کہ اس کو پڑھو، تاکہ آپ کو فائدہ ہو، اگر پیغام نہیں پڑہیں گے، تو نقصان ہوگا اس حدیث کے متصادم ہے جس میں رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔

"مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" (مقدمة صحيح مسلم ، الحديث : ۴)

جس شخص نے میری طرف جھوٹ منسوب کر کے بات کی میں نے یوں نہیں فرمایا، تو وہ شخص اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے، اچھی بات ہے، کلمہ طیبہ کا ورد کرنا چاہیے، لیکن لوگوں کو یوں حد بندیوں کے ساتھ کہ آپ دس کو پیغام دیں، تو اتنا فائدہ ہوگا، اگر بالفرض فائدہ نہ ہوا، تو پھر اس شخص پر اسلام کے بارے میں اور کلمہ طیبہ کے بارے میں کیا گذرے گی؟

جاہل عاملوں کا طریقہ واردات:

فتاوی کی کتاب میں ایک بات لکھی ہے، اسی موضوع کی کہ لوگ فال نکالتے ہیں، قرآن مجید سے حساب کتاب والے، کسی نے ایک عامل سے پوچھا کہ چور کون ہے، ایک عامل تھا، وہ یوں فال نکالتا تھا، قران مجید میں رکھ کر کسی لڑکے کو بلایا، اس کو کہا کہ قرآن کھولو، اس سے کوئی نام نکالتے ہیں، پھر بتاتے ہیں کہ تمہارے محلے میں کوئی فلاں نامی لڑکا رہتا ہے، وہ چور ہے، وہ محلے والا شخص کہتا ہے جب کہ میں چور نہیں ہوں، وہ عامل کہتا ہے کہ نام آپ کا نکلا ہے، قران میں آپ کی فال نکلی ہے، العیاذ باللہ وہ شخص آیا، قران کو اسنے پھاڑا، قران کے اوراق پر پیشاب کیا اور کہا کہ جا عامل جھوٹا ہے، فال نکالنے والا جھوٹا ہے العیاذ باللہ جا قران جھوٹا ہے، میرے بارے میں اس نے فال نکالی ہے، میں تو چور نہیں تھا، یہ غلط اور کفریہ باتوں اور کفریہ افعال کا سبب وہ غلط جھوٹا عامل بنا، تو یہ فضول باتیں اپنی طرف سے عاملوں نے گھڑی ہوتی ہیں۔

بعض عامل چھوٹے بچوں کو بلاتے ہیں، پتہ نہیں ناخن پر کیا کرتے ہیں، پھر وہ کچھ حاضر کرتے ہیں، ہاں وہ سائیکل لیکر جا رہا ہے، وہ فلانہ یہ سب جھوٹ ہے۔

بعض عامل جو سمجھدار ہیں، ویسے تو وہ کر ہی رہے ہیں گزارہ، سمجھدار ہیں، تو وہ بوڈ لگا دیتے ہیں، بھائی چوری کا یہاں حساب نہیں ہوتا، یہاں کس چیز کا حساب ہوتا ہے؟ پیٹ پرورش کا حساب ہوتا ہے، آپ جس عامل کے پاس بھی جائیں، وہ یہی کہتا ہے کہ آپ کے اوپر جادو ہے، ابھی اس عامل سے جادو نکلوا کر گئے، اسی کی دوسری نسل والے کے پاس جب پہنچے، تو وہ کہتا ہے شکر ادا کرو، کہ تم یہاں آگئے ہو اور بچ گئے ہو آپ کے اوپر تو اتنا سخت جادو ہے کہ ابھی تو اس نے نکال دیا، وہ نکلا کیوں نہیں ہے؟ اس لیے کہ کچھ ہے ہی نہیں، اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ الا ماشا اللہ

نیک باعمل عامل تلاش کریں:

کہیں کسی کو کوئی دکھ، یا ایسا کوئی درد ہو، یا ایسی کوئی تکلیف ہو، یعنی جادو وغیرہ ہو، تو کسی صحیح

نیک متقی پرہیزگار عالم اور محدث یا کسی نیک عامل سے رابطہ کرنا چاہیے، پھر کچھ فائدہ بھی ہو گا اور عقیدہ وایمان بھی خراب نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ اور عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

"......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ......"

(۴۱) بدعت کیا ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ . اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الاَنْبِیَآ ءِ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ الَّذِیْنَ اَوفَوْا عَھْدَہٗ اَلَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ العَرَبِ العَرْبَآءِ وَخَیْرُ الخَلَائِقِ بَعْدَ الاَنْبِیَآءِ .اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴿ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوْا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ سورۃ الحشر ،آیت:۷

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ حَدِیْثُ کِتَابِ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ وَّ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلَّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ .(صحیح ابن خزیمۃ ، الحدیث : ۱۷۸۵)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمِ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الاُمِّیُّ الکَرِیْم ، وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین.

دونوں آیات کا مفہوم:

اٹھائیسویں پارے کی ایک آیت کریمہ تلاوت کی ،جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں شرک کو معاف نہیں کریں گے اور شرک کے علاوہ باقی تمام گناہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے۔

اور دوسری آیت کا مفہوم یہ ہے کہ رسول پاک ﷺ جو کام کرنے کو کہیں تو اس کو کرو، جو چیز

دیں، اسکو لے لیں اور جس چیز سے روکیں رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والے اور سخت پکڑنے والے ہیں۔

حدیث پاک کا مفہوم:

جو حدیث پاک تلاوت کی ہے، اس میں رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے، کہ بہترین کتاب وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین رہنمائی کا طریقہ رسول ﷺ کا طریقہ ہے اور دیگر تمام نئے طریقے غلط ہیں، گمراہی کی طرف لے جانے والے ہیں اور گمراہی والے طریقے کی طرف جو جائے گا، تو یہ طریقہ اس کو جہنم کی طرف لے جائے گا۔

آیت کا شان نزول:

یہ سورہ حشر کے اٹھائیسویں پارے کی آیت ہے، مال فئی تقسیم ہو رہا تھا، جس میں رسول اللہ ﷺ کو کامل اختیار ہے، مال فئی وہ ہوتا ہے کہ جہاں کفار کے ساتھ جنگ کی نوبت نہ آئے، وہ ویسے ہی تسلیم ہو جائیں، وہ مال جو حاصل ہوتا ہے، اس کو مال فئی کہتے ہیں، وہ جو کفار کے ساتھ جنگ کے بعد حاصل ہو جائے، وہ مال غنیمت ہے، مال فئی کے اصول وضوابط بیان ہو رہے ہیں کہ جس کو جتنا مال فئی دیں، اسکو لے لو اور جس کو نہ دیں، بس ٹھیک ہے، کیونکہ ہم نے اختیار دیا ہے، یہ خاص واقعہ آیت کا شانِ نزول ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تفسیر:

آیت کریمہ کو اپنے عموم پر رکھتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے جو تفسیر بیان کی ہے، عبداللہ ابن مسعودؓ مشہور صحابی ہیں، عبادلہ اربعہ میں سے ہیں، ایک موقع پر مُحرِم (عمرہ کرنے والے) کو عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ سلے ہوئے کپڑے مت پہنو، وہ بدوی کہنے لگا کہ اللہ کی کتاب میں سے مجھے دیکھا دو، کہ سلے ہوئے کپڑے مرد کے لیے منع ہیں، تو میں رک جاوں گا، اس پر عبداللہ ابن مسعودؓ نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی:

﴿مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ سورۃ الحشر ،آیت:۷

جس چیز سے رسول اللہ ﷺ روکیں رک جاو اور اگر کرنے کو کہیں، تو کرلو۔ اس آیت کی وجہ سے تمام احادیث رسول ﷺ واجب العمل ہیں، تو وہ شخص جو عمرہ کر رہا تھا، وہ رک گیا کہ مجھے بات سمجھ میں آ گئی ہے، اس لئے کہ اللہ رب العزت نے قران مجید میں حکم فرمادیا ہے کہ رسول ﷺ جس چیز سے منع فرمائیں رک جاو اور جو چیز کرنے کو کہیں وہی کرو یہی مقصد ہے۔

اسوۂ محمدی واجب العمل ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ سورۃ الأحزاب: ۲۱

رسول ﷺ کی زندگی کا ہر عمل تمہارے لیے نمونہ ہے، جو اعمال ان کے ہیں، وہ سب واجب التعمیل ہیں الا یہ کہ چند امور میں جو خصوصیت ہے، رسول ﷺ کو حاصل ہے، وہ مستثنیٰ ہیں۔

امام شافعیؒ کا اعلان:

امام شافعیؒ مشہور آئمہ اربعہ میں سے ایک امام ہیں اور کچھ تھوڑے سے خطۂ ارض پر ان کے مقلدین کی جماعت ہے، ایک موقع پر اپنے وعظ میں اپنے ساتھیوں کو، شاگردوں کو یہ حکم دیا کہ جو شخص بھی جو سوال کرنا چاہے، وہ کرے، میں اس کا جواب قرآن سے دوں گا، حیرانگی کی بات ہوئی، ایک شخص کھڑا ہوا، کہنے لگا حضرت اگر یہ بھڑ (دھوڑی) جو عموما گھروں میں جو پیلی سے رنگ کی ہوتی ہے، اس کو اگر محرم مار دے، تو جرمانہ کیا ہے؟ یہ سوال کیا اور قرآن سے جواب دیں، امام شافعیؒ نے وہ حدیث پڑھی، جس میں آپ ﷺ نے محرم کیلئے فرمایا تھا، کہ وہ پاگل کتے کو، یا کوے کو، یا فلاں کو محرم قتل کردے، تو اس کے اوپر کوئی جرمانہ نہیں ہے، اسی طرح اگر بھڑ کو بھی مار دے، تو کوئی جرمانہ نہیں ہے، تو کہا کہ آپ نے تو حدیث سے جواب دیا ہے حالانکہ آپ نے اعلان کیا تھا کہ میں قرآن سے جواب دوں گا، امام شافعیؒ نے ان کو یہ آیت سنائی کہ

﴿ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا ﴾

سورۃ الحشر ،آیت:۷

اللہ رب العزت نے فرمایا کہ یہ میرا آخری پیغمبر ﷺ جس چیز کو کرنے کا حکم دے، وہ بمنزل امر ہے اور وہ جس چیز سے روکے، وہ بمنزل نہی ہے، لہٰذا رک جاؤ اور ان کی بات کو مانو ،تو حدیث کی جو بات ہے، وہ حقیقۃً قرآن مجید ہی کی بات ہے،تو یہی جواب سن کر وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔

یہود کا تکمیل دین والی آیت پر عید منانے کا سوال:

رسول پاک ﷺ کی زندگی خواہ آپ ﷺ کے اقوال ہوں، آپ ﷺ کے افعال ہوں، اٹھنا، بیٹھنا، رہنا، سہنا، یہ ہر امتی کے لیے ایک عملی نمونہ ہے۔ علماءِ مفسرین نے لکھا ہے کہ

﴿ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ﴾سورۃ المائدۃ ،آیت:۳

کہ دین مکمل ہوا، نعمت مکمل ہوئی، سب کچھ بات مکمل ہو گئی، یہ آخری آخری دنوں کی، حجۃ الوداع کی آیت ہے، اس سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ دین کی تکمیل ہو گئی ہے، یہ آیت پہلی شریعتوں میں نہیں نازل ہوئی، اسی وجہ سے کہ یہودِ مدینہ نے حضرت عمر فاروق ؓ سے یہ کہا تھا کہ اس طرح کی آیت ہماری شریعت میں نازل ہوتی، تو ہم اس دن عید مناتے، میلا لگاتے ، یہ اتنی اونچی آیت ہے کہ اس میں دین کی تکمیل کی بات ہے، پہلی شریعتوں میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے، چونکہ پہلی شریعتیں قیامت تک کے لئے نہیں تھیں، اس لئے ان میں یہ آیت نازل نہیں ہوئی اور رسول اللہ ﷺ آخری شریعت لیکر آئے، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اس لئے یہ آیت اس شریعت میں نازل ہوئی۔

چنانچہ عرض کر رہا تھا کہ یہود نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو کہا کہ یہ آیت اگر ہماری شریعت میں نازل ہوتی، تو ہم عید مناتے ،تو حضرت عمر فاروق ؓ نے جواب میں فرمایا تھا کہ مجھے وہ جگہ بھی معلوم ہے، جہاں یہ آیت نازل ہوئی، وہ وقت بھی معلوم ہے، وہ دن بھی معلوم ہے، لیکن

ہمیں جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے اور اپنے فرمان سے دو عیدیں عطا کی ہیں، ہم اس سے زیادہ عید نہیں منا سکتے، مجھے پتہ ہے آپ ﷺ فلاں نامی اونٹنی کے اوپر سوار تھے، میدان عرفات میں تھے، دوپہر کا وقت تھا، سورج ڈھل چکا تھا اور آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، جمعے کا دن تھا، احرام کی حالت میں تھے، یہ آیت کریمہ رسول پاک ﷺ پر نازل ہوئی تھی، بہت خوشی کی بات ہے، میدان عرفات کتنی اونچی جگہ کہ سب لوگوں کی اس میدان میں مغفرت کی جاتی ہے، حدیث میں آتا ہے، آسمان دنیا سے نیچے اللہ رب العزت اپنی رحمت کے ساتھ نزول فرماتے ہیں، فرشتوں کے اجتماع کے ساتھ آتے ہیں، کہ دیکھو یہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں، مغفرت کا سوال کرتے ہیں، تو سب کو معاف کر دیا، اتنی مبارک جگہ میں یہ آیت نازل ہوئی، لیکن ہم عید نہیں منا سکتے، اس دن اس آیت کی وجہ سے کہ رسول ﷺ سے عیدیں ہمیں دو ہی ملی ہیں، ایک عید الفطر اور دوسری عید الاضحیٰ۔

تکمیل دین والی آیت کی تین اقتضائیں:

اس ایت کریمہ میں مفسریں نے یہ لکھا ہے کہ اس میں نبوت کا پیغام دیا ہے کہ

﴿ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ﴾ سورۃ المائدۃ، آیت: ۳

بس دین کی تکمیل ہوگئی ہے، کہ نبی آخر الزمان ﷺ کا وقت دنیا میں رہنے کا ختم ہونے والا ہے، آپ ﷺ پر شریعت نازل ہوگئی اور اب اس کے بعد کوئی شریعت نہیں، کوئی کتاب نہیں، کوئی پیغمبر نہیں آئے گا، اس آیت میں ایک اقتضاء النص ہے اور ایک دلالت النص ہے اور ایک اشارۃ النص ہے۔

۱)...... اقتضاء النص ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت بھی بیان ہوئی ہے کہ دینی امور کے لحاظ سے، عبادت اور عقیدے کے لحاظ سے جتنی باتیں اس آخری شریعت کو عطا کرنی تھیں، وہ سب ہم نے عطا کر دی ہیں، یہ دین مکمل ہو گیا ہے۔

۲)...... اشارۃ النص یہ ہے جو علماء لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نئی چیز دین میں داخل کرے، ثواب سمجھ کر، یعنی شریعت سے اس کا ثبوت نہ ہو، تو یہ شخص غلطی تو کر ہی رہا ہے، لیکن

اشارۃ النص کے تحت وہ ختم النبوہ کی بھی توہین کر رہا ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبین ہیں، آپ کو مکمل دین عطا کر دیا گیا ہے، عقیدے اور عبادت کے لحاظ سے، تو پھر اس میں کوئی نئی بات عبادت سمجھ کر لا رہا ہے، تو گویا وہ سمجھ رہا ہے کہ دین مکمل نہیں ہوا، جب دین مکمل نہیں ہوا، جو اشارۃ النص ہے، یہ رسول پاک ﷺ کی ختم النبوۃ کی توہین کر رہا ہے، آپ ﷺ کی شریعت آخری، کتاب آخری، آپ ﷺ جو پیغام لیکر آئے، جو ہدایات، عبادات، معاملات وہ مکمل ہیں، اس میں کوئی نئی چیز داخل نہیں کی جاسکتی ہے، ورنہ گناہ ہو جائے گا۔

۳)......دلالۃ النص یہ ہے کہ دین کی تکمیل من کل الوجوہ کہ ہر جہت سے دین مکمل ہے، عقیدے، عبادات، معاملات، اخلاقیات، معاشرت یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کے اعتبار سے دین مکمل ہے، اور اس پر عمل دنیا آخرت کی کامیابی کا ضامن ہے، یعنی مکمل ضابطہ حیات ہے اور ذریعہ نجات ہے۔

بدعت دخول جہنم کا سبب:

حدیث جو آپ کے سامنے تلاوت کی، رسول پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ بہترین کتاب وہ اللہ رب العزت کی کتاب ہے اور بہترین رہنمائی کا طریقہ اور راستہ جس کے ذریعے سے انسان اپنے اعمال، اخلاق، معامات میں رہنمائی لے، وہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے، گمراہی کی بات، دین میں نئی چیز، یعنی بدعت شامل کر دینا اور گمراہی کی باتوں پر عمل کرنے سے جہنم کی طرف انسان چلا جاتا ہے۔

بدعت کا معنی:

عربی زبان میں بدعت اس کو کہتے ہیں کہ جس کا ثبوت پہلے سے نہ ہو، چنانچہ آپ نے اللہ رب العزت کے صفاتی ناموں میں بدیع پڑھا ہوگا، ایک مجرب عمل بھی ہے، بدیع کا معنی ہوتا ہے، نئی چیز بغیر نمونے کے پیدا کرنا، اللہ رب العزت کی صفت بدیع ہے، یعنی اس نے جس جس مخلوق کو پیدا کیا، اس مخلوق کا پہلے کوئی وجود نہیں تھا، اس وجہ سے وہ بدیع ہے، تو بدعت

بَـدَعَ یَبْدَعُ بَدِیْعٌ سے مشتق ہے، اس کے معنی ہوتے ہیں ایک چیز جو بغیر نمونے کے ہو، یہ لغوی معنی ہیں۔

بدعت کی شرعی واصطلاحی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ نئی چیز جس کو ثواب کی نیت کے ساتھ عمل کرے اور جو نہ کرے، اس پر توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ، برے لقب اس کو دیے جائیں، کہ یہ شخص یہ نیکی کا کام کیوں نہیں کرتا۔

بدعت کی تعریف یاد رکھنی ہے، دین میں نیک نیت کے ساتھ نئی چیز ایجاد کی جائے، نیکی کی نیت سے اس کو عمل میں لایا جائے اور نہ کرنے والے کو توبیخ کی جائے اور ڈانٹا جائے کہ یہ شخص نیکی کا کام کیوں نہیں کرتا، یہ بدعت ہے جس کو ضلالہ کہا، گمراہی کہا، دین مکمل ہے، جو باتیں ہم نے دینداری کی بتائی تھیں، وہ سب ہم بتا چکے ہیں۔

رسم کی حقیقت:

یہ شخص نئی بات کیوں داخل کر رہا ہے، ہر وہ نئی چیز جس کو وہ نیکی تو نہیں سمجھتا، نہ کرنے والے کو ڈانٹتا تو نہیں ہے، لیکن کرتا ہے، لوگ کیا کہیں گے؟ بس ایک ترتیب چلی آرہی ہے وہ کرنی ہے، اس کو رسم کہتے ہیں، کہ اپنے معاملات میں، یا خوشی اور غمی میں ایسی چیز کو داخل کرنا جس کو یہ خود شریعت نہیں سمجھتا، نیکی کا کام نہیں سمجھتا اور نہ کرنے والے کو توبیخ اور ڈانٹ بھی نہیں کرتا، لیکن عمل کر رہا ہے، تو یہ بدعت تو نہیں ہے لیکن یہ رسم ہے، اس سے بھی شریعت نے منع کیا ہے، یہ بھی گناہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میں زمانہ جاہلیت کی رسوم کو پاؤں کے نیچے روندنے کے لیے آیا ہوں، جو روند دی ہیں، کوئی شخص رسومِ جاہلیہ کا متبع نہ بنے، واضح شریعت جس کو قرآن مجید نے ''مبین'' کہا، اس کے مطابق عمل کرو۔

بدعت کی حقیقت:

ایک محدث نے بدعت کی تعریف کی ہے، ہر وہ نیا کام جس کو دین سمجھ کر کیا جائے، وہ نیا کام
'' خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ''(مسند

البزار ، الحدیث : ۴۵۰۸)

میں نہ کیا گیا ہو، یعنی آپ ﷺ کے دور میں، صحابہ کرامؓ کے دور میں، تابعینؒ کے دور میں ، تبع تابعین کے دور میں جو کام نہ کیا گیا ہو، یہ شخص اس کو دین سمجھ کر کر رہا ہے، تو وہ بدعت ہے، یعنی جس شخص نے دین میں نیکی کی نیت کے ساتھ کوئی چیز ایجاد کی ہے، جس کا ثبوت اصولِ اربعہ میں نہیں ہے۔

کتاب اللہ سے ایک اصول۔ سنت رسول اللہ ﷺ سے دوسرا اصول۔ اجماع امت سے تیسرا اصول اور شرعی قیاس سے یہ چار اصول اربعہ ہیں اور تمام آئمہ اربعہ کے مسائل اخذ کرنے کے یہی اصول ہیں، ان چاروں اصولوں سے، یعنی خلاصہ یہ ہوا کہ اسلامی فقہ سے ثابت نہ ہو، کوئی دینداری کی بات اور وہ شخص اپنی طرف سے دین کی چیز سمجھ کر اس میں داخل کر دیتا ہے اور نہ کرنے والوں کو غلط بھی کہتا ہے۔

دوستو! میں نے آپ کو بہت سادے اور کھلے الفاظ میں بدعت کی تعریف بتائی ہے قرآن و سنت و اجماع اور قیاس سے جس نیکی کے کام کا ثبوت نہ ہو۔

" خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ "(مسند البزار ، الحدیث : ۴۵۰۸)

میں جس کام کا ثبوت نہ ہو، اس کو بدعت کہتے ہیں، جیسے عید میلاد النبی منانا وغیرہ، اس کا ثبوت شریعت میں نہیں ہے۔

ہرقل کے دربار میں صحابی رسول کا کرسی پر بیٹھنے سے انکار:

تو یہود نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر یہ آیت

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ سورة المائدة ، آیت : ۳

ہماری کتاب توریت میں نازل ہوتی، تو ہم اس دن عید منانے خوشی کی وجہ سے، لیکن توریت میں یہ آیت نازل نہیں ہوئی، حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا ہمیں تم سے زیادہ معلوم ہے ، کہ یہ کہاں نازل ہوئی ہے؟ یہ تو سچے عاشق رسول تھے، ہمیں تو اپنے پیغمبر کے ان ہونٹوں کے

ملنے کا انداز بھی معلوم ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی، آپ ﷺ کے ہونٹوں کے حرکات سکنات، اونٹنی پر بیٹھنے کا وہ طرز بھی معلوم ہے، لیکن ہم عید نہیں منا سکتے، عیدیں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دو ہی عطا کی ہیں، اپنی طرف سے ہم دین میں نئی عید داخل نہیں کر سکتے۔

تو بات یہ ہے دوستو کہ ہر وہ کام جو سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے، اس میں انوار ہیں، اس میں برکات ہیں، اس میں اللہ کی رضا ہے، اس میں اپنے پیغمبر کی شفاعت کی امید ہے، ایک دفعہ ایک صحابی ہرقل روم کے بادشاہ کو ملنے گیا، ہرقل ہر رومی بادشاہ کا لقب ہوتا تھا، جیسے فرعون، یہ لفظ نام نہیں ہے، فرعون اس زمانے میں ہر مصر کے بادشاہ کا لقب تھا، روم کے بادشاہ کا لقب ہرقل تھا، صحابی ملاقات کے لیے گیا، اس کو تبلیغ کی، رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانے میں بہت صحابہ کرامؓ کو خط دیکر وفود کی شکل میں سفیر بنا کر مختلف بادشاہوں کے پاس بھیجا تھا اور بات کیا تھی، میں سچا آخری پیغمبر ہوں، میری شریعت سچی ہے، میرا پیغام سچا ہے، میرا ہر طرز تکلم سچا ہے، مان جاؤ، کامیاب ہو جاؤ گے، اور نہیں مانو گے، تو دنیا اور آخرت میں سزا حاصل کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

یہ اس دور کی بات ہے کہ کبھی کبھی کھانا بھی گھروں میں نہیں پکتا تھا، غربت کے دور کی بات ہے، مدینہ طیبہ کے دور کی بات ہے، صحابہ کرامؓ کے اس زمانے کی بات ہے، جب غربت کا دور تھا، وہاں جا کر صحابی نے یہ نہیں کہا، کہ ہم غریب ملک کے باشندے ہیں، کہ ہمارے ساتھ اقتصادی معاملات، لین دین، سودی کاروبار کے معاملات ہمارے ساتھ کرو، ہم غریب اور کنگال ہیں، ہمیں کھانے کو کچھ نہیں ملتا ہے، یہ نہیں کہا، کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہوا ہے:

﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴾سورة هود: ٦

جس کو پیدا کیا رزق اس کا اللہ کے ذمہ ہے۔

بہرحال! یہ صحابی بادشاہ کو ملنے کیلئے گئے، ہرقل روم کے بادشاہ کی بڑی طاقت تھی اور جس نے بڑی طاقت یعنی اللہ کو دل میں بٹھایا ہو، پھر دنیا کی کوئی بڑی طاقت اس کو نظر نہیں آئے گی، جس کا دل خالی ہو، اس کو ہر چیز بڑی نظر آئے گی، ڈر جائے گا، وہ دل دنیا کی محبت سے بھرا ہوا

ہے، اللہ کی توحید سے، اللہ کی معرفت سے، اللہ کی خشیت سے جس کا دل خالی ہے، وہ مرغوب ہوگا، ایک کرسی سجا کر اس صحابی کو بٹھایا، تو وہ بیٹھ گئے، تھوڑا اندازہ ہوا کہ کیسی کرسی ہے؟ اور کھڑے ہو گئے، ہرقل ہنسنے لگا، میں نے تمہارے احترام اور عزت کے لیے سونے کی کرسی پر تمہیں بٹھایا ہے اور تم نہیں بیٹھتے، کھڑے ہو گئے ہو، کہا پہلے میں غلطی سے بھولے سے بیٹھ گیا تھا، بعد میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آیا کہ سونے کی چیز کے اوپر نہیں بیٹھنا اور نہ ہی اس کو استعمال کرنا ہے، اس لیے میں کھڑا ہو گیا ہوں، آپ نے جو بات کرنی ہے، میں کھڑے کھڑے ہی سن لوں گا، یا نیچے بیٹھ جاوں گا، سونے کی کرسی پر نہیں بیٹھوں گا، میرے نبی ﷺ نے منع کیا ہے۔

اب تاویل تو یہاں ہو سکتی ہے کہ بادشاہ کافر ہے، چلو تھوڑی دیر بیٹھ جاتا ہوں، ہو سکتا ہے اس وجہ سے یہ میری بات سن لے، اس کی مرضی کے خلاف نہ کرو، ہو سکتا ہے کہ یہ میری بات نہ سنے، کئی باتیں آ سکتی تھی، لیکن نہیں، شریعت کو مقدم رکھنا ہے، زمانہ جو چاہے کرتا رہے، کہتا رہے۔

زمانہ تو تم پر ہنستا ہی رہے گا!

تم کب تک زمانے کے ہنسنے سے ڈرو گے
زمانہ تو تم پر ہنستا ہی رہے گا

وہ تو ہمیشہ ہی سے ایسا ہے، کب کس کو معاف کیا ہے؟ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک عمل تمام احادیث کی کتابوں میں نقل کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نصیحت فرما رہے تھے اور چند ساتھی کھڑے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا، جو جہاں کھڑا ہے، بیٹھ جائے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کے دروازے میں داخل ہو رہے تھے، وہ وہیں بیٹھ گئے، دروازے کی چوکھٹ تھی، نیچے والی منڈھیر تھی، وہ درمیان میں ہے، بیان کے درمیان میں رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ کے اس عمل کی تعریف کی، اتباع یہ ہے کہا عبداللہ اب آگے آ جاؤ۔

تو رسول اللہ ﷺ کی بات میں سب کچھ ہے اور جو اپنی طرف سے ایجاد کر دی جائے اور

اس کو دین سمجھا جائے، جو خیرالقرون میں نہیں ہے، صحابہ کرامؓ کے دور میں نہیں، فقہائے امت کے زمانے میں وہ چیزیں نہیں، نہ اسلامی کتب میں وہ چیزیں ملتی ہیں، تو ان چیزوں کو دینداری سمجھ کر وجود میں لایا جائے، تو یہ بدعت ہے۔

بدعتی کی تعظیم جائز نہیں:

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے، کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرے گا، وہ شخص بھی اسلام کی عمارت کو گرانے میں شریک ہے، منہدم کرنے میں اس نے تعاون کیا ہے، اسلام کو منہدم کرنے میں بدعتی کے ساتھ تعاون کر رہا ہے، یہ بھی گنہگار ہے۔

اسوہ رسول اکرم ﷺ کا مطالعہ کیجئے!

دوستو! اسلام کا مطالعہ کرو اور اسے سمجھو اور اس پر عمل کرو، ایک کتاب ہے، اس کا نام ''اسوہ رسول اکرم ﷺ'' ہے، اس کو پڑھو، دنیا کی چودہ سے زائد زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے، یہ کتاب پوری دنیا کو رسول اللہ ﷺ کا اسوہ بتا رہی ہے، اسے پڑھیں، اسے دیکھیں۔

اصول سے ٹکرانا جائز نہیں:

جو نیکی کا کام بھی ہو، شریعت میں اسکا ثبوت ہو، تو وہ نیکی ہے، ورنہ وہ نیکی نہیں، ایمان عقیدہ اور عبادات یہ محکم ہیں، اس میں سے کچھ خارج کرنا، یا اس میں کچھ داخل کرنا کسی درجے میں، کسی طرح بھی گنجائش نہیں ہے، معاملات، معاشرت، کاروبار اس میں اصول ہیں، رسول اللہ ﷺ کے ان اصولوں سے جو چیز ٹکرائے گی، وہ غلط ہے، جو اصولوں سے نہ ٹکرائے، بیشک زمانۂ رسول ﷺ نے وہ چیز موجود نہیں تھی، وہ جائز ہے، وہ کاروبار بھی جائز ہے، وہ کھیتی باڑی بھی جائز ہے، جیسے اس وقت ایک گندم کی قسم تھی، ایسے اب بیسوں گندم کی قسمیں ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں وہ گندم نہیں تھی، تو اس کو بونے کی، کاشت کرنے کی، اسے استعمال کرنے کی اجازت ہے کیونکہ وہ اصول سے ٹکرا نہیں رہی۔

سود کے معاملات میں اسوہ محمدی کیساتھ ٹکراؤ ہے...... ذخیرہ اندوزی کے معاملات میں اسوہ محمدی کیساتھ ٹکراؤ ہے...... دھوکا دینے کے معاملات میں اسوہ محمدی کیساتھ ٹکراؤ ہے۔

یہی حال لباس کی بھی ہے، کہ وہ لباس ناجائز ہے، جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا، شرعی اصولوں سے متصادم ہے...... تمام حلال کھانے حلال ہیں، حلال چیز سے ہیں، سو قسمیں مرغی کے پکانے کی ہیں، سب حلال، لیکن اگر اس میں وہ چیزیں داخل کر دی جائیں، جس میں صراحۃً حرمت ہے، یہ حرام ہے پھر اس سے بچنا لازم ہے۔

کھڑے ہو کر کھانا انسان کے لیے منع ہے، جانور بیٹھ کر نہیں کھا سکتا، اس کی پہچان ہے کہ کھڑے ہو کر کھانا کھائے گا، الا ماشاء اللہ کوئی جانور ایسا ہو، تو وہ الگ بات ہے، اب انسان کے لیے اصول یہ ہے کہ وہ بیٹھ کر سنت کے مطابق کھانا کھائے، یہاں اصول آ گیا کہ کھڑے ہو کر کھانا منع ہے، تو پھر اگر کوئی کھڑے ہو کر کھائے، تو خلافِ سنت ہو جائے گا، جس پر وہ گنہگار ہو گا۔

رسول اللہ ﷺ سے جس کا ثبوت موجود ہے، ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں، ایک علمی لحاظ سے سمجھنے کی، کہ رسول اللہ ﷺ سے سفید رنگ کی پگڑی ثابت ہے، کالے رنگ کی بھی، دھاری والی بھی، ہرے رنگ کی بھی ثابت ہے اور ٹوپی بھی ثابت ہے۔

اب اگر کوئی شخص ہمیشہ ٹوپی پہنتا ہے اور سنت سمجھتا ہے، اس کو سنت کا ثواب ملے گا، کیونکہ آپ ﷺ کے عمل سے یہ چیز ثابت ہے، آپ ﷺ نہا کر آئے اور چادر اوڑھی، دو رکعات نفل پڑھی، کہ سر ننگا ہو گیا، اکثر معمول نماز پڑھنے کا، پڑھانے کا عمامے کے ساتھ تھا، تو پھر ثواب ہے، بغیر ٹوپی کے نماز تو ہو جائے گی، آپ ﷺ کا اکثر زندگی کا معمول تو یہ نہیں تھا کہ جس کو آج معمول بنا لیا گیا ہے۔

ہر وہ چیز جو نیکی کی کر رہا ہے، عبادت کر رہا ہے، ذکر کر رہا ہے، تلاوت کر رہا ہے، تہجد پڑھ رہا ہے، صلوٰۃ و سلام پڑھ رہا ہے، یہ تمام نیکی کے امور ہیں ان میں غور فکر کرنا ہے کہ یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ نہیں؟ اور اگر اپنے شوق سے کر رہا ہے، تو پھر وہ خواہش کی اتباع ہے، وہ سنت کی اتباع نہیں ہے، شریعت کی اتباع نہیں ہے، اگر نیک کام سنت سے ثابت ہے اور سنت سمجھ کر کر رہا ہے، اور سنت طریقہ سے کر رہا ہے، تو اس پر ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

”......وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ......“

مولانا محمد طیب صاحب کی دیگر تصنیفات

۱۔ رحمت و برکت کے خزانے
۲۔ اسلام میں حقوق العباد کی اہمیت
۳۔ اسلام میں توحید باری تعالیٰ کی اہمیت
۴۔ اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
۵۔ غزوات رسول صلی اللہ علیہ وسلم
۶۔ سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
۷۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور عقلمند بندے کون؟
۸۔ سیرت انبیاء علیہم السلام (جلد اول)
۹۔ سیرت انبیاء علیہم السلام (جلد دوم)
۱۰۔ منزل اور مسنون اذکار بمع حزب البحر

ناشر
مکتبہ طیبہ
0333-5599016

اسٹاکسٹ رابطہ
لاریب قرآن ہاؤس
کبیر سٹریٹ، قمر سنٹر اردو بازار لاہور 0301-6801221-0323-7226788